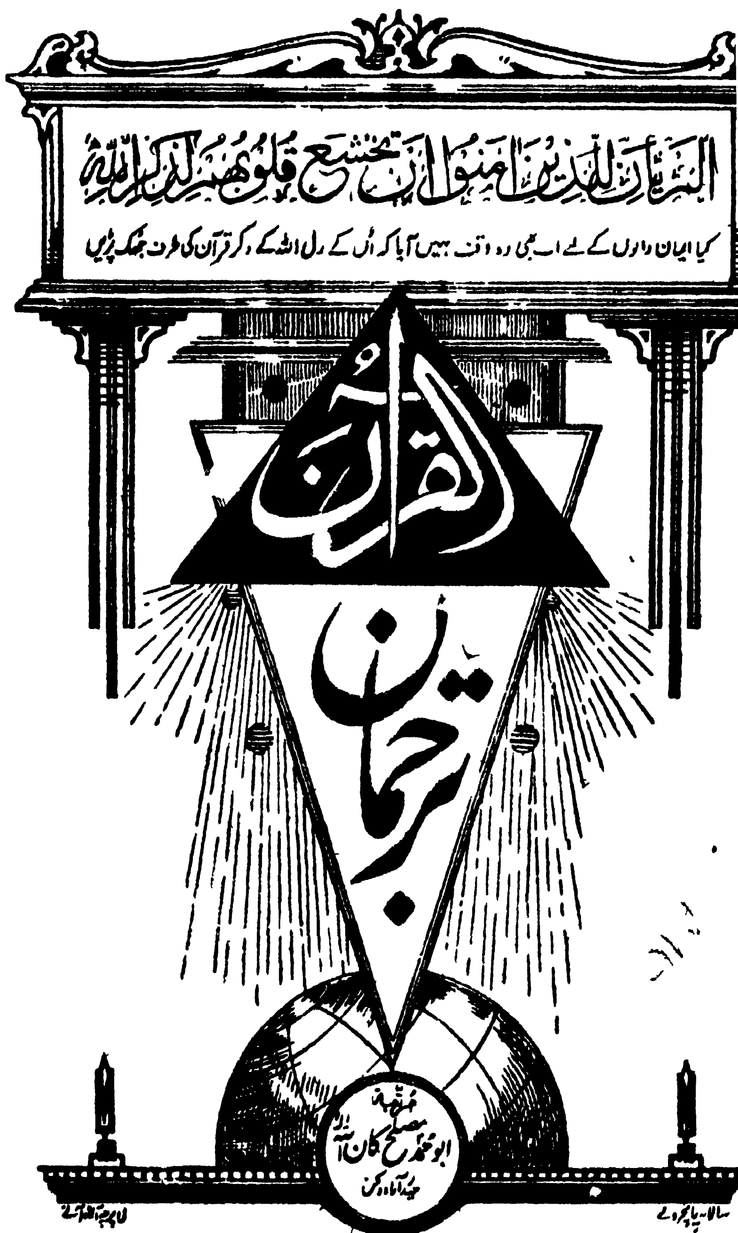

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ
کیا ایمان والوں کے لئے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر قرآن کی طرف جھک پڑیں
القرآن
ترجمان
مرتبہ
ابو محمد مصلح کان اللہ لہ
حیدرآباد دکن
فی پرچہ آٹھ آنے
سالانہ پانچ روپے

جلد (۱) فہرست مضامین حبیب المرجب ۱۳۵۱ھ نمبر (۱)

مختصرات

"عالمگیر تحریک قرآن" کا عنوان مستقل عنوان ہے جسکے تحت مقدس تحریک سے متعلق مقالات سپرد ہوا کریں گے۔

"دنیائے قرآن" میں واقعات قرآن مجید کے متعلق مختصر خبریں درج ہوا کریں گی۔

"قرآن اور اس کی تعلیم" بھی مستقل عنوان ہے جس کے تحت پہلا مضمون "خدا کا فرمان اور ہم" مولانا ابوالخیر محمد خیر اللہ صاحب کا درج کیا جا رہا ہے جو خدا کرے مسلمانوں کی تشویق کا باعث بن سکے۔

"ذالک الکتب لاریب فیہ" مولانا سید مناظر احسن گیلانی استاذ جامعہ عثمانیہ کا مضمون ہے انشاء اللہ آپ کے جذبات عالیہ ہر ماہ اسیطرح پیش ہوا کریں گے۔

"ہماری ہارس اور ہم"۔ ع۔ش۔ ایم۔ لے صاحب کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے مسلمانوں کیلئے اسی قسم کے مضمون ضروری بھی ہیں اور مفید بھی، ضرورت ہے کہ سنانے والوں ہی کو سنایا جائے اور جو لوگ کچھ کر رہے ہیں انہیں کو حقیقت سے آگاہ کیا جائے۔

"عربی زبان سیکھنے کے لئے قرآن مجید کافی ہے" جناب نواب سیف نواز جنگ بہادر سلطان الملکلا کا یہ مضمون علمی بھی ہے اور عملی بھی۔

"تبلیغ کا حکم اور اس کی تعمیل" حاجی محمد موسیٰ خاں صاحب تاولی کا مضمون بھی ہر ماہ ترجمان القرآن میں درج ہوا کرے گا۔

"قرآن کی رہنمائی میں سائنس کے کرشمے" جناب مولوی عبدالرزاق صاحب بی۔ ایس سی کا مضمون دلچسپ بھی ہے اور "دنیائے نئی روشنی" کی توجہ کا مستحق بھی

علامہ عبداللہ العمادی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں "ناسخ و منسوخ" جیسا اہم

اور ساتھ ہی ادبی چاشنی لئے ہوئے آسان اور عام فہم مضمون کا عطیہ شکریے کا مستحق ہے۔

"حکومتِ الٰہی" اس مستقل عنوان کا حامل ان مضامین کو ہونا چاہیے جس کا فقدان دنیا کی ہر قوم کے لئے عموماً اور عالمِ اسلام کے لئے سب سے بڑی معصیت کا سبب بنا ہوا ہے، یقیناً انسانیت اس وقت تک امن وسلامتی کا سانس نہیں لے سکتی جب تک اپنے اوپر آسمانی قوانین کا نفاذ نہ کرے اور حکومتِ الٰہی کے تحت نہ آ جائے۔

"عبدیتِ الٰہی" کا مستقل عنوان بھی ازیں قبیل ہے، فرعونیت اور نمرودیت کا قلع قمع اسی سے ہوتا ہے اور عبد ومعبود کا صحیح تعلق اسی سے قائم ہوتا ہے۔ اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی اس منزل کیلئے شمعِ راہ ہے اس لئے قرآنی قصے ہر ماہ شائع ہوتے رہیں گے

"محبتِ الٰہی" تحریکِ قرآن کا آخری مقصد ہے۔ اس کے حصول کے بعد ایک انسان کے لئے اور کچھ باقی نہیں رہ جاتا، اس مقدس عنوان کے تحت، مولانا سید شاہ عبدالقادر صاحب صوفی کا عارفانہ اور قابلانہ مضمون "محبت کا مقام" شائع کیا جا رہا ہے جو مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ دنیا کی دوسری قوموں کے لئے بھی ضروری اور مفید ہے۔

"حضرت فضیل بن عیاضؒ" کو بھی اسی عنوان کے تحت رکھا گیا ہے "تبیانِ قرآن" کے ایک درمیانی عنوان کے تحت آئندہ بھی اسی طرح کے تذکرے شائع ہوتے رہیں گے۔ انشاء اللہ

اگر موقع ہوا تو "قرآنی خط وکتابت" کے لئے بھی جگہ نکالی جائے گی جس میں وہ خط وکتابت اور مراسلت شائع ہوگی جس کو تحریکِ قرآن سے کوئی مناسبت ہوگی

مدیر

تنظیم ۱۹۵۱

دُنیائے قرآن

میر ابن سعود نے اس سال حج کے موقع پر جو خطبہ دیا اس میں ایک جگہ پر کہا۔

"میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بالکل مفلس ہوں میرے پاس کوئی دولت" "نہیں" تلوار اور قرآن کے سوا میں کسی چیز کا مالک نہیں"۔

"غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا شہر نا میں داخلہ بھی اسی ہیئت سے ہوا تھا کہ ایک ہاتھ میں قرآن مجید تھا اور دوسرے میں تلوار تھی"

اسی کو ہندوستان کے ایک مشہور شاعر نے یوں کہا ہے۔

تیغ و قرآن

آں مسلمانان کہ میری کردہ اند — در شہنشاہی فقیری کردہ اند
حکمرانی بود و سامانے نداشت — دست او جز تیغ و قرآنے نداشت

۲

صوبہ بمبئی مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ پونا میں باتفاق آرا یہ تحریک پاس ہوئی:-

"یہ کانفرنس عام مسلمانوں سے پرزور درخواست کرتی ہے کہ وہ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ عمل کی نیت سے عام اور لازمی قرار دیں اور اس کیلئے جو ممکن صورتیں ہوں ان کو اختیار کریں"۔

۳

"مجلس تحریک قرآن مجید ممالک محروسہ سرکار عالی کی طرف سے ذیل کے محضر پر دستخط لئے جا رہے ہیں

اور اس کے بعد باضابطہ طور پر گورنمنٹ نظام میں تجویز پیش ہوگی ۔

نقل محضر

"ہم مسلمانان ساکن ...... قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ عمل کی نیت سے متحدہ قومیت کے اصول پر اپنے اور اپنی اولاد کیلئے لازمی قرار دیتے ہیں نیز حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اور ہماری اولاد کیلئے ہماری مرکزی کتاب قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ دلانے کا لازمی طور پر سامان فرمائے جس کے بغیر نہ تو ہم قابلِ قدر شہری بن سکتے ہیں اور نہ جس کے بغیر ہمارے لئے دوسری تعلیم کارآمد ہو سکتی"،

۴

"معنی دار پارۂ عَمَّ مع بچوں کی تفسیر" کی اشاعت نے بڑا کام کیا۔ خانگی طور پر اور سرکاری و غیر سرکاری مدارس میں اکثر جگہ اس کا داخلہ ہوا۔ اب معنی دار قرآن مجید مع بچوں کی تفسیر شایع کرنے کا سامان ہو رہا ہے جس سے امید ہے کہ "مسلمانوں کی آئندہ نسل اور قرآن" کا مسئلہ بہت کچھ حل ہو جائے گا۔

۵

مولانا ابو الکلام آزاد کی رائے ہے کہ قرآن کی خدمت کے لئے بائبل سوسائٹیوں کی طرح ایک علمی اور اشاعتی ادارہ قائم کیا جائے جو پچاس ہزار روپیہ کے سرمائے سے بخوبی چلایا جا سکتا ہے۔

مولانائے موصوف نے اپنی تفسیر کا حصہ اول ترجمان القرآن کے نام سے بڑی امیدوں کے ساتھ شایع فرمایا ہے مگر بقیہ دو جلدوں کی اشاعت کے بعد ہی کسی صحیح نتیجہ تک پہنچا جا سکتا ہے

مدیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاجدارِ دکن کی خدمت میں ایک خط

فرمانروائے مملکتِ آصفیہ پر اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں ہوں

امابعد! آج مسلمانوں کی جو کچھ حالت تباہ ہو رہی ہے اس کا واحد سبب قرآن مجید کے علم و عمل کا فقدان ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پھر جب تک اس کا سامان نہیں ہوتا یہی حالت رہیگی اور ممکن ہے کہ اس سے بھی زیادہ خراب ہو جائے

تاجدارِ دکن! اللہ بزرگ و برتر نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ اپنے قلمرو میں مسلمان بچوں کے لئے قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ عام اور لازمی فرما دیں۔ نیز جامعہ عثمانیہ میں قرآنی علوم و فنون کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام ہو۔

ہمارا ایمان ہے کہ شاہِ دکن کی مبارک زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا مقدس، اہم اور ضروری کارنامہ نہ ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اس سب سے بڑی مراد کو سلطان العلوم کے ذریعہ سے برلائے۔ آمین۔

فقیر ابو محمد مصلح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ظہورِ رحمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۚ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ پ ۱۵ کہف

ہر طرح کی حمد و ثنا کے لائق وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندۂ خاص رحمۃ للعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب قرآنِ مجید نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی تاکہ اس کا ہر حکم آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکے اور قابلِ عمل بن سکے۔

وہ کتاب مقدس ہمیشہ دینِ صحیح کو قائم رکھنے والی ہے اور اس کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ نافرمانوں کو اس سخت عذاب سے ڈرایا جائے جو منجانب اللہ ہوگا۔ اور ان ایمان والوں کو اچھے اجر کی خوشخبری دی جائے جو نیک کام کرتے یعنی اس پر عمل پیرا ہیں۔

درود و سلام

بعد برتر و بزرگ اور عزت و جلال والے خدا اور اس کے فرشتوں کے ساتھ درود اور سلام بھیجئے اس انسانِ کامل پر جس کی شان والا میں ارشاد ہوا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

یہ وہ مقبول ذات ہے جس کا اُسوۂ حسنہ بنی نوع انسان کے لئے باعثِ نجات و فلاح قرار پایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کیونکہ اس گرامی قدر ہستی کی ہر حرکت قرآن تھی وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔

ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود خدائے قرآن نے قرآن سکھایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اور حکم فرمایا يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ۔ اے نبی جو احکامات تم پر نازل کئے جاتے ہیں اُن کو لوگوں تک پہنچا دو۔ کیونکہ قرآن کی صداقت اٹل ہے لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ اور جملہ اقوامِ عالم کے لئے ہے اس لئے کہ اس میں سارے قیم اور اٹل نوشتے موجود ہیں۔ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۔ اور پھر یہ سب کچھ اس لئے ہیں کہ اس کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں۔ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۔

حکومتِ الٰہی

اور اس کتاب مقدس کی سب سے پہلی غرض تو یہ ہے کہ روئے زمین پر آسمانی قوانین کا نفاذ ہو اور حکومت الٰہی کا قیام رہے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ کیونکہ حکم اللہ ہی کا حکم ہے اور حکومت اللہ ہی کی حکومت وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور جو کوئی احکامات قرآنیہ کے خلاف حکم کریگا وہی نا انصاف ہے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ اور جو کوئی اس مُنَزَّلْ مِنَ اللّٰہ کے خلاف حکم کرے گا وہی کافر ہے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ اور جو کوئی اس مجموعۂ قوانین الٰہی کے سوا حکم کریگا وہی فاسق ہے۔

عبدیتِ الٰہی

اور یہ خدا کا آخری پیغام انسانوں کی زندگی کا مقصد بتا کر صراطِ مستقیم پر لے چلنے اور منزلِ مقصود تک پہنچا دینے کے لئے ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔

محبتِ الٰہی

اور یہی قرآن محبوبِ حقیقی کا اُن لوگوں کے لئے نامۂ محبت ہے جن کے قلب میں اللہ کی محبت کے سوا کسی چیز کی سمائی نہیں۔ وَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ۔

حرفِ مطلب

رحمٰن و رحیم خدا کا رسول بھی سراپا رحمت، اس کی کتاب کا ہر حرف بھی رحمت اور پھر کائنات کی وہ کون سی چیز ہے جو اس کے رحم و کرم سے خالی ہے وَسِعَتْ رَحْمَتِیْ کُلَّ شَیْءٍ۔ پس اسی کے گوشۂ چشم کی امید پر ان مقاصدِ عالیہ کی نشر و اشاعت کے لیے "ترجمان القرآن" کی مختصر سی صحیفت قائم کی جا رہی ہے جس کے قبول کیے جانے کی بارگاہِ بے نیاز میں عاجزانہ التجا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

ابو محمد مصلح

قرآن اور اس کی تعلیم

خدا کا فرمان اور ہم

(الحاج مولانا ابوالخیر محمد خیراللہ صاحب خیرؔ ورنگل)

آقائے کون ومکان حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا' دلوں میں زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے میں پانی لگنے سے زنگ لگ جاتا ہے ؛ معروضہ کیا گیا۔ یا رسول اللہ صلعم پھر وہ دور کس طرح ہوتا ہے فرمایا موت کو خوب یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن مجید سے (بیہقی)

امور دینی سے موجودہ بے تعلقی کی نسبت ہم غور کرتے ہیں تو سلسلۂ غور وفکر ہم کو اس نتیجہ پر پہنچا دیتا ہے کہ فی الواقع ہمارے دلوں پر زنگ آگیا ہے جس کے باعث ہم مذہب سے ناآشنا ہو چکے ہیں۔ خدا کا خوف نہیں رہا۔ آخرت کا کبھی خیال تک نہیں آتا جب دنیا اور ضروریاتِ دنیا کی یہ مصروفیت آخرت فراموشی کی یہ کیفیت' اسی زنگ آلودگی کا نتیجہ ہے تو اس کے دور کرنے کیلئے جس نسخے کا اعلان بارگاہِ حضور نبوت پناہ صلعم سے فرمایا گیا ہے اس سے استفادہ لابدی ضروری اور لازمی ہے۔

جب اس نسخہ سے ہمارے دِل دھل کر پاک صاف ہو جائیں گے تو اس مصفا آئینہ میں ہماری دنیا اور ہماری آخرت کا واقعی عکس اُتر آئیگا جس میں دین ودنیا دونوں کو سنبھالنے کے صحیح طریقہ کو ہم دیکھ کر اختیار کر سکیں گے۔

حدیث میں ارشاد ہے لا خیر فی قرءۃ لا تدبر (ترمذی شریف) ایسے سمجھے بلا غور وتامل قرآن کی تلاوت میں کوئی خیر وخوبی نہیں ہے۔ اس لئے فرمایا جو تین دن سے کم میں

قرآن ختم کرے گا وہ فیضانِ قرآن سے محروم رہیگا۔

یہ اُن ذوات قدسیہ سے ارشاد ہوا تھا جن کا درجہ انبیاء و مرسلین کے بعد سب سے ارفع و اعلیٰ ہے جن کو ہم صحابۂ کرام کہتے ہیں جن کی مادری زبان عربی اور جو قرآن کے اوّلین مخاطب تھے ان امور کو پیش نظر رکھنے کے بعد متذکرہ حدیث شریف کے منشا کے لحاظ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ ہم سے بہت زیادہ اہتمام اور غور و فکر کی طالب ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت بجائے خود ایک عبادت اور اس کا بلا معنی پڑھ لینا بھی موجب ثواب ہے حتیٰ کہ اس کی طرف صرف نگاہ کرنا بھی باعثِ اجر ہے لیکن اس کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ سمجھنے کی جس قدر شدید ضرورت ہے اس کی نسبت تاکید اکید جابجا خود قرآن مجید اور حدیث شریف میں موجود ہے۔

یہ کس قدر لائق افسوس امر ہے کہ ہم لوگوں نے قرآن کو عملاً طاقِ نسیاں کا ایک گلدستہ بنا رکھا ہے یہ تو اس وقت تک مخمل اور کمخواب کے غلافوں سے باہر نہیں نکلتا جب تک کہ کوئی خاص وجہ کسی کے سوم یا چہلم کی داعی نہ ہو جائے۔ خیر اس نوبت پر بھی کچھ پڑھ لیا تو معنی و مطلب سے کوئی واسطہ ہوتا ہے نہ غور و تدبر سے کوئی تعلق۔ حالانکہ فرمان الٰہی پکارے جا رہا ہے کہ اس کے نزول کی غرض محض ہماری صلاح و فلاح ہے اور اسی لئے خدائے کریم نے اس کو آسان بھی فرمایا ہے۔ "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ"

آج ترجموں اور تفسیروں کی کمی نہیں ہے۔ کمی ہے ہماری توجہ کی ضرورت ہے کروٹ بدلنے اور ہماری بیدار ہونیکی۔ ہماری بزرگان دین و سلف صالحین قرآن کو پڑھتے تھے تو سمجھتے بھی تھے اور اس سے عملاً مستفید ہوا کرتے تھے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے نام جو انگریزی نہیں جانتا کہیں سے کوئی تار آجاتا ہے تو وہ

اُس وقت تک حیران و پریشان رہتا ہے جب تک کہ کسی انگریزی دان سے اُسے پڑھا نہ لے، اگر پڑھ کر سمجھانیوالے سے کسی لفظ کا مطلب حل نہ ہوسکے تو وہ اس تار کو لیا ہوا کسی دوسرے انگریزی دان کے گھر پہنچ جاتا ہے اور جب تک مضمونِ تار کی نسبت کافی اطمینان نہ ہوجائے، چین سے نہیں بیٹھ سکتا یہ فکر و تردد دِن ہی کی صورتوں میں نہیں ہوتا رات کی دقتیں بھی اِس کشود کار میں مانع و مزاحم نہیں ہوسکتیں ممکن نہیں کہ کوئی تار جیب میں رکھ کر میٹھی نیند سو جائے جب یہ کسی موضع یا قریہ کا واقعہ ہوتا ہے تو یہ دیکھا گیا ہے کہ اُس کو لیکر لوگ اسٹیشن پر بھاگے ہوئے تین تین چار چار میل گئے کہ اس کو کسی سے پڑھوا کر مضمون اور بھیجنے والے کے پیام سے واقف ہو جائیں۔

یہ سب کیوں ہوا یا ہوتا ہے؟ اِس خوف سے کہ اس میں کوئی مصیبت خیز یا آفت انگیز اطلاع نہ ہو یا کسی ایسی فائدہ کی بات نہ ہو جس کے معلوم کرنے میں دیر ہو جانے سے کوئی نقصان ہو جائے یا موزوں وقت ہاتھ سے نکل جائے۔

کیا مسلمانوں کے لیئے اس کتاب مستطاب میں مصیبت یا مسرت کی کوئی چیز نہیں ہے؟ اِن کے مستقبل یا اِن کی آخرت کی صلاح و فلاح سے متعلق کوئی اطلاع کوئی خبر کوئی تاکید کوئی نصیحت و موعظمت اس میں درج نہیں ہے: پھر قرآن مجید نے یہ کیا فرما دیا' لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ کِتَابًا فِیْہِ ذِکْرُکُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ ہم نے تمہارے لیئے (یہ) ایک کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر مذکور ہے پھر تم اس کو سمجھتے نہیں؟

پھر یہ کیا ہے کہ ہم مسلمانوں کی نظروں میں پروردگار عالم کے اِس فرمان ذی شان کی (خاکم بدہن) اتنی وقعت بھی نہیں رہی جتنی کہ ایک تار کی جب ہم مسلمانوں کے دین اور ہماری دنیا دونوں کا یہ واحد قانون ہے تو اس سے یہ بے تعلقی کیسی۔ جب غیر زبان میں کسی تار کے وصول ہونے پر اس کو رکھ نہیں دیا جاتا تو پھر خدا کے اس فرمان ذی شان کو جس میں ہمارا بھلا' برا' مرنا جینا'

سب کچھ درج ہے ایک دو دن نہیں مہینوں برسوں یا یکہ مدت العمر طاق نسیاں کا ایک گلدستہ بنا کر
اس کو یونہی بے پڑے کیوں چھوڑ دیا جاتا ہے؟ کیا ہماری اس بے پروائی کا (معاذ اللہ) یہی سبب ہے
کہ ہمارے ذہن وخیال میں آخرت کا (جسکی اطلاعات سے یہ بھرا ہوا ہے) وجود فرضی یا خیالی ہے؟
کیا ان مذکورہ امور سے کبھی ہمارا سابقہ پڑنے والا نہیں ہے؟ اگر خدا کا یہ فرمان مسلمانان ہند کیلئے
غیر زبان میں ہے تو اس کے ترجمے کیا موجود نہیں ہیں؟ اگر وہ صاف طور پر ذہن نشین نہیں ہوتے یا
اُن کے بامحاورہ ہونیکے بعد بھی بعض یا اکثر مقامات کے سمجھنے میں ہمارا ذہن نارسا اور ادراک
قاصر نظر آتا ہے تو کیا اس کلام پاک کی تفسیریں موجود نہیں ہیں جب یہ سہولتیں موجود ہیں تو ہم دن بھر میں
اس سے کسقدر واقف ہونیکی کوشش کرتے ہیں؟ چوبیس گھنٹوں کی فرصت میں سے اسکے واسطے کسقدر
وقت کو وقف کیا ہے۔ کم از کم عمر بھر میں ایک دفعہ اسکو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ کبھی پڑھ کر بھی دیکھا کہ خدا
کے اس فرمان میں کیا کیا لکھا ہوا ہے اور آئندہ کس قدر ذمہ داریاں ہم پر عائد ہونیوالی ہیں۔
کیا اس کی قدردانی اس حد میں محدود ہو چکی ہے کہ اسکو مخمل وکمخواب کے جزدانوں میں لپیٹ
لپیٹ کر رکھ چھوڑیں اور بےخبری کی یہ انتہا ہو کہ ان جزدانوں پر گرد وغبار کی تہیں جم جائیں۔ بالآخر
پھر اس دن ان جزدانوں سے باہر نکلے جس دن کسی کیلئے ایصال ثواب کی مجبوری پیش آ جائے یا ام الصبیان
میں کسی بچہ کو ہوا دینے کی ضرورت داعی ہو۔ یا کسی کے عالم نزع میں یسین خوانی ناگزیر ہو جائے۔ یا
کسی کی بتائی ہوئی آیت کو تلاش کر کے تعویذ لکھنا ضروری ہو۔ یا بدقسمتی سے کسی بات یا جھگڑے پر
حمل قرآن (قسم) کی آ ٹھیرے۔ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۔ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ
سید الاولیا حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں" اگلے لوگ یہ باور کرتے تھے کہ قرآن مجید
اللہ تعالیٰ کا ایک فرمان ہے جو انسانوں کے نام آیا ہے۔ اس لئے راتوں کو وہ اُسے پڑھتے تھے تو
اس پر غور وتامل کر کے صبح میں اس کے مطابق عمل بھی شروع کر دیتے تھے۔ مگر تم لوگوں نے تو صرف

اس کا پڑھنا اختیار کر لیا ہے اس کے زیر و زبر کو تو درست کر لیتے ہو مگر اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی نہیں سوجھتی۔ یاد رکھو پڑھنا سمجھنے اور واقف ہونے کے لئے ہے اور واقف ہونا عمل کرنے کے لئے پھر جو لوگ پڑھتے اور سنتے تو ہیں مگر اس کو سمجھنے اور غور نہیں کرتے۔ عمل کے لئے تیار نہیں ہوتے ان کی مثال ایسی ہے کہ کسی غلام کے نام اس کے مالک کا فرمان آئے۔ اس میں بہت سے تعمیلی احکام موجود ہوں۔ غلام اس فرمان کو لے لے اور بیٹھ کر خوش الحانی سے اس کے حروف کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرے لب و لہجہ کو تو درست کرتا جائے مگر اس فرمان کی غرض و غایت کو خیال میں نہ لائے اس فرمان کی تعمیل پر آمادہ نہ ہو جائے۔ ان امور کو چھوڑ کر اس فرمان کو کسی ریشمی یا مخمل یا کمخواب کے غلاف میں لپیٹے۔ خوشبو دے۔ اس پر عطر مل کر یا مشک و زعفران میں بسا کر کسی بلند سجے ہوئے آراستہ و پیراستہ مقام پر رکھ دے۔ تو مالک ایسے غلام کا کیا حال کر دے گا۔ باوجود اس قدردانی کے بالزام عدم تعمیل احکام وہ غلام مستحق سزا ہے یا نہیں؟"

جب ہمارا یہ رنگ ہی تو زنگ جو دلوں پر آگیا ہے کس طرح دھلے؟ اور حالت کس طرح سنبھلے؟؟

فتامل!! و تبصر!! و تدبر!!!

ہاتف کی صدا

تعبیر اپنے خواب پریشان کی یہ ملی | ہاتف نے دی صدا کہ بس ایمان چاہیے
مسلم کے درد کا نہیں اس کے سوا علاج | دونوں جہاں کے واسطے قرآن چاہیے

"مصلح"

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

(مولانا سید مناظر احسن گیلانی)

انسان کے ہاتھوں نے اپنے مغز کی باتوں کو کاغذوں پر اوتارا پھیلایا، اتنا پھیلایا یا پھیلاتے رہیں گے کہ انطلاطق کے ایک ساحل کو دوسرے ساحل سے ملایا جا سکتا ہے، کتنی کتابیں، کتنے رسالے کتنے اخبارات، کہ زمین کے کرّہ کو اس میں اب ہم لپیٹ سکتے ہیں، انہوں پر یقین چڑھا سکتے ہیں، اور یقیناً ہماری اور ہمارے ہاتھوں کی انگلیوں کی یہ کمائی پھر بھی نہ بچ جائے گی آخر اُن سیاہیوں کو کون تول سکتا ہے، کاغذ کے اُن دستوں کو کون ناپ سکتا ہے، لکڑی یا لوہے کے اُن ٹکڑوں یا قلموں کو کون گن سکتا ہے جو اب تک اس راہ میں خرچ ہوئے یا آئندہ ہونے والے ہیں

لیکن

جس نے لکھا اور [illegible] کیا اُن میں کون ہے جس نے یقین کے ساتھ اُن کو لکھا یا یقین کے ساتھ اس کو پڑھا [illegible] حکایات ہوں یا شرلاک ہومز کے اختراعی روایات ہوں یا [illegible] کی داستانیں ہوں [illegible] اور سدرشن کے افسانے۔ ہم جھوٹ بول رہے ہیں اور ہم سے جھوٹ بولا جا رہا ہے۔ کیا لکھنے والے اور پڑھنے والے دونوں اس یقین کے سوا اپنے اندر کوئی اور یقین رکھتے ہیں؟ مرزا [illegible] قدم اگر تیغ کی چٹانوں پر نہ تھا تو تم سے کس نے کہا کہ شیریں کا [illegible] بھی ہوا کے سوا کسی اور چیز کی دیوار پر قائم تھیں؟ مورخ خود بھی جانتا ہے کہ وہ جو کچھ لکھتا ہے

قیاس اور تخمینہ کے سہارے پر لکھتا ہے اور تاریخ کے پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ اٹکل سے نکالے ہوئے نتیجوں کے سوا تاریخ کی کتابوں میں اور کچھ نہ ملے گا۔

یہ تو اُن باتوں اور زبان کی درازیوں کا حال ہے جنہیں لکھکر، ہم نے علم کا لقب انہیں عطا کیا ہے لیکن جو واقعی علوم ہیں اور جن کے نتائج پر زندگی کے بے شمار کاروبار چل رہے ہیں" بلا شبہ نتائج تو صحیح ہیں لیکن ان نتائج کے لیے جن قوانین کو ہمارے دماغ نے اصول کی شکل میں پیش کرنا چاہا ہے، تم نہیں جانتے، لیکن اصول کے جاننے والے جانتے ہیں کہ انھوں نے بھی اُن کو اس حد تک نہیں جانا ہے اور شاید جان بھی نہیں سکتے جس کے بعد علم پر یقین کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس عینی اور غیر فلسفی دماغ کو کون فلسفی کہہ سکتا ہے جو اپنی فلسفیانہ کوششوں میں "شک" اور "ارتیاب" "تذبذب" اور "دبدہا" کے خارستانوں تک نہ پہنچ گیا ہو" شک" ہی کے کانٹے اور "تذبذب" ہی کے انگارے فلسفیانہ محنت کی سب سے بڑی اور یقیناً سب سے بڑی قیمتی مزدوری ہیں

سائنس اور ریاضی کے نتائج سے کسے انکار ہے کون کہتا ہے کہ دن نہیں ہوتا اور رات نہیں آتی، فصلیں نہیں بدلتیں، موسم نہیں پلٹتے، لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے انسان سے پوچھو کہ جن اصولوں سے اُن نتائج کو مختلف زبانوں کے مختلف دماغوں نے وابستہ کیا ہے کیا اس کی درستگی پر انہیں یقین تھا یا اُس پر یقین کے لفظ کے استعمال کا کوئی حق رکھتا ہے۔

اُمتیں کہتی ہیں، آدم زاد کی مذہبی جماعتوں میں غل ہے کہ اُن کے پاس یقین ہے۔ نصرانی کہتے ہیں مسیح آپ یقین بنا ہے، یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ تورات میں اطمینان ہے، ہندوؤں سے سنتا ہوں کہ وید میں چین چھپا ہے، علمی ڈگمگاؤ کے لیے گیتا میں قرار ہے کہ یہ علام الغیوب کی کتابیں ہیں جو انہیں بھی جانتا ہے جو گزر چکے اور اُن کو بھی جو گزر رہے ہیں اور انہیں بھی جو گزرنے والے ہیں وہ ہمیں اُن کے سامنے ہیں جو ہمارے سامنے ہیں اور وہ بھی جو ہمارے سامنے نہیں ہیں، ہاں سب کا

علم اتنا محیط ہو، کیا شک ہے کہ اسی کی کتاب، اسی کی تصنیف کہہ سکتی ہے کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے مگر کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ ان قوموں کے پاس اب وہ کتاب باقی رہ گئی ہے جسے خدا کے نمائندوں اور رسولوں نے انھیں سپرد کی تھیں؟ وید ہو یا اوستا، تورات ہو یا انجیل، تعلیمات بودھ یا تلقینات کنفوشس، کیا کسی کے پاس وہ چیز اپنی اصلی شکل میں باقی رہ گئی ہے جس شکل میں انھیں ملی تھیں۔ اندرونی اور بیرونی شہادتوں کی اس پکار سے کانوں میں انگلیاں وہ کیوں ٹھونستے ہیں جو محض اپنی قومی اور ملی انانیت یا خودی کے نشہ میں اس حادثہ کو نہیں دیکھنا یا سننا چاہتے ہیں جو خود ان کے ہاتھوں یا ان کے پیشواؤں کے ہاتھوں سے ان کی کتابوں پر گزر گیا۔

خدا کی باتوں میں انسانی خواہشوں کی خمیر مل گئی ہے، اب اس کو جدا کرنے کی کس میں طاقت ہے؟

پس اب

برٹش میوزیم کی طویل الذیل المارِیوں، پیرس اور نیو یارک کی عظیم الشان لائبریریوں، برلن اور ویانا کے لق و دق کتب خانوں، ہاں مشرق و مغرب کے سارے کتابی ذخیروں کے درمیان زمین کے چہرے پر اگر

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

کا دعوٰی کسی کتاب کے متعلق کیا جا سکتا ہے تو وہ صرف وہی کتاب ہے جو شاید ہر مسلمان کے "گھر" میں ہے لیکن غالباً اب کسی کے "اندر" نہیں اِلّا ماشاء اللہ۔

ہمارے مدارس اور تعلیم قرآن

(ع۔ ش۔ ایم۔ اے)

"طلب علم ہر مسلم کا فریضہ ہے" اس ہدایت کی آج کل بار بار تکرار کی جاتی ہے، لیکن کوئی نہیں سوچتا کہ آخر وہ کون سا علم ہے جس کی طلب ہر مسلم پر فرض عین ہے۔ کیا علم تاریخ ہر مسلم پر فرض ہے! کیا کیمسٹری میں تحقیق و تدقیق کا ہر فرد مسلم کو حکم ہے؟ کیا حیوانیات اور نباتات میں بصیرت پیدا کرنی ہر کلمہ گو پر لازم ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ ایسا نہیں۔ معاش کے لئے جو علم جس کا جی چاہے حاصل کرے لیکن جس حکمت کا حصول، جس علم کی طلب ہر مسلم پر حسب استطاعت فرض ہے وہ علم قرآن ہے، بصیرتِ دینی ہے، حکمتِ الٰہیہ ہے۔ یہی خیر کثیر ہے، اور یہی مسلمانوں کی کھوئی ہوئی متاع ہے۔ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا[1]

مسلم حکمران، محکمہ تعلیمات کے کارکنوں، مسلمان معلموں اور مسلم طالب علموں کا دینی فرض ہے کہ وہ حصول و اشاعتِ علم کی کوششوں میں اولین جگہ تعلیم قرآن کو دیں اور اس تعلیمی نظام کا ایک ایسا عالمگیر جال بچھا ہو کہ اسلام کا کوئی نام لیوا جس سے باہر نہ ہو سکے۔

گھریلو تعلیم تعلیم و تربیت کی پہلی منزل گھر ہے، ہر مسلم پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم ضرور دلوائے اور جو ایسے نیک نیت ہیں کہ مروجہ طریقہ پر تعلیم دلواتے ہیں ان کو چاہیے کہ ترجمہ کے ساتھ دلوائیں کہ اسی سے ان کے بچے سچے مسلمان بن سکیں گے اور یہی قرآن کا حقیقی مقصد ہے۔ "بچوں کی تعمیر" کے نام سے مرکز تحریک

قرآن حیدرآباد دکن نے جو پارہ عمّ شائع کیا ہے اس کی یہی خصوصیت ہے کہ پہلے مفرد الفاظ کے الگ الگ معنے لکھے گئے ہیں پھر آیات کا ترجمہ درج ہے! اور سورہ کے ختم پر مختصر سا مفہوم درج ہے۔ اس کو بچے اس طرح پڑھ سکتے ہیں جس طرح گرامر اور قواعد جانے بغیر انگریزی کا قاعدہ اور پہلی، دوسری وغیرہ پڑھتے ہیں!

اِبتدائی مدارس

صرف ہندوستان ہی کو اگر لے لیا جائے تو اس کے طول و عرض میں ہزاروں مدرسے، بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم وغیرہ کے لیے قائم ہیں اور ہزاروں ایسی انجمنیں ہیں جن کے تحت اسی قسم کے مدارس جاری ہیں! خدا کرے کہ ان میں اور وسعت ہو لیکن ان مدارس کے منتظمین اور ذمہ دار سرپرستوں سے ہماری درخواست ہے کہ وہ قرآن مجید کی تعلیم معنی اور ترجمے کے ساتھ کو ضروری سمجھیں اور اپنے مدرسہ کے لئے حقیقت میں اس کو بمنزلہ روح کے سمجھیں۔

مدارس شبینہ

ان مدارس کے علاوہ شبینہ مدارس بھی بکثرت ہیں جہاں نہ صرف بچوں بلکہ کاروباری عمر رسیدہ لوگوں کو بھی ضروری تعلیم دی جاتی ہے۔ کیا اس ضروری تعلیم میں مسلمانوں کے نزدیک قرآن کی بامعنے تعلیم کو اولین درجہ حاصل نہیں ہونا چاہیے! اگر ایسا ہے تو فھو المراد! ورنہ ذرا سی توجہ سے یہ گوہر مقصود حاصل ہو سکتا ہے۔

سارے علوم خصوصاً قرآنی حکمت اور علوم کی کوئی حد نہیں۔ فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ہر علم والے پر ایک علم والا ہے۔ لیکن جس حد تک قرآن پاک یہ چاہتا ہے کہ اسے ہر شخص سمجھے اور اس کے نزول کے منشار کو پورا کرے، قرآن کا ناظرہ اور اردو زبان کی معمولی اہلیت کافی ہے" تحریک قرآن" نے اس کا علمی تجربہ کیا اور بحمد اللہ کامیابی ہو رہی ہے۔

وسطانی اور فوقانی مدارس

ملک کے مختلف قصبوں اور شہروں میں مسلمانوں کے وسطانی اور فوقانی مدارس قائم ہیں جن پر مسلمانوں کا کافی روپیہ اور وقت صرف ہو رہا ہے۔ کہیں کہیں ان میں دینیات کی تعلیم بھی ہوتی ہے لیکن جو دینی برکت اور قوت براہِ راست قرآن پاک کی بامعنی تعلیم سے ہوتی ہے دوسری صورت سے ممکن نہیں اور افسوس ہے کہ اسی کا فقدان ہے حالانکہ یہی چیز آئندہ نسل کو ایک اچھا شہری ابنائے جنس کا خیر خواہ اور اسلام کا صحیح نمائندہ بنا سکتی ہے۔ اس لئے والدین کا فرض ہے کہ وہ ارباب حل و عقد سے اس بات کا مطالبہ کریں کہ ان کے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم بامعنی دی جائے۔ اور طلبہ کو بھی چاہئے کہ وہ اس کمی کو سختی کے ساتھ محسوس کریں اور جن کے ہاتھوں میں یہ تعلیمگاہیں ہیں اور وہ آسانی کے ساتھ اللہ کی کتاب کی تعلیم کا صحیح طور پر انتظام کر سکتے ہیں تو وہ سب سے پہلے اس کمی کو پورا کریں۔

کلیات اور جامعات

مسلمانوں کے کئی کالج ہندوستان میں اشاعتِ علوم کا کام کر رہے ہیں۔ ایک عظیم الشان یونیورسٹی علیگڈھ میں قائم ہے ایک جامعہ دہلی میں ہے لیکن یہ کس قدر افسوس ناک امر ہے کہ پروفیسر گز کو اس بات کے خیالی ہیں کہ انہوں نے علیگڈھ کے مسلم طلبہ میں اسلامک سٹڈیز سے کوئی مناسبت نہیں پائی! برعکس اس کے شاید ہندو یونیورسٹی میں گیتا کی تعلیم لازمی ہے اور یہ معلوم کر کے اور بھی صدمہ ہوتا کہ وہاں کے طالب علم خاص طور پر اس طرف توجہ کرتے ہیں۔ ہم مسلم جامعات اور کلیات کے منتظمین پروفیسر اور طالب علموں سے خاص طور پر استدعا کرتے ہیں کہ وہ اس ضروری کتاب کی تعلیم کو اس قدر دلچسپ اور ضروری بنا کر پیش کریں کہ ساری شکایات دور ہو جائیں۔

جامعہ عثمانیہ کی قابل تقلید مثال

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ تحریک قرآن کا کچھ نہ کچھ اثر ہوا ہے اور حیدر آباد میں تو بعض اصحاب کی مخلصانہ کوششوں سے مجلسِ نصاب نے جامعہ عثمانیہ کو ایف۔ اے اور سورہ بقرہ کو بی۔ اے کے نصاب دینیات میں جامعہ عثمانیہ کے اندر لازماً شامل کر لیا ہے۔ اگرچہ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ ممالک محروسہ سرکارعالی کے ہر بچے کے لئے قرآن مجید کی بامعنی تعلیم لازمی قرار دی جائے اور جامعہ کے اندر قرآنی علوم وفنون کو اصلی چیز قرار دیا جائے تاہم یہ بھی شگون نیک ہے اور اب جامعہ ملیہ دہلی اور مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کو اس کی تقلید میں عجلت ممکنہ قدم اٹھانا چاہیے۔

ہم مسلمانوں سے یہ نہیں کہتے ہیں کہ وہ اس کام کے لئے نئے مدارس اور جدید تعلیمگاہیں قائم کریں۔ نہیں بلکہ قائم شدہ تعلیمگاہوں کے اندر اتنی بات کا اضافہ فرمائیں کہ قرآن مجید کی تعلیم ضرور ہو اور معنی ومطلب کے ساتھ۔

انشاء اللہ کسی آئندہ صحبت میں ہم جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ اور جامعہ ملیہ دہلی کے نظم ونسق اور قرآن مجید کی خاص تعلیم پر مضمون لکھیں گے کیونکہ قرآن مسلمانوں کی اصل چیز ہے اور اس سے ان جامعات کا خالی رہنا کسی طرح مناسب نہیں۔

ہم سراپا موت تھے، اے قرآن! تو نے ہمیں زندہ کر دیا،
ہم مادیت میں گھرے ہوئے تھے، اے قرآن! تو نے ہمیں روحانیت بخشی۔
اور اے قرآن! ہم فانی تھے تو نے ہمیں زندۂ جاوید کر دیا۔

"مصلح"

عربی زبان سیکھنے کیلئے قرآن مجید کافی ہے

(جناب نواب سیف نواز جنگ بہادر سلطان المکلا)

عربی زبان کا سیکھنا میرے خیال میں اُردو داں کے لئے آسان ہے لیکن اس کو مشکل کردیا گیا اور سمجھ لیا گیا ہے۔ یا یوں کہئے کہ ایسا طریقہ تعلیم ہندوستان میں رائج نہیں ہے جس کے ذریعہ سے اس زبان کو سہل طریقے سے سیکھا اور سکھایا جاسکے۔ برخلاف اس کے عربی سیکھنے والے مبتدی کا شروع ہی سے منشعب۔ صرف میر اور کافیہ وغیرہ پڑھا کر دماغ پریشان کردیا جاتا ہے اور پھر بھی اکثر فارغ التحصیل لوگ عربی زبان لکھنے اور سمجھنے پر قادر نہیں ہوتے اور یہ سب عربی طریقہ تعلیم کا نقص ہے، عربی زبان کا کوئی قصور نہیں۔

میرے خیال میں قرآن مجید عربی زبان کے سیکھنے کے لئے کافی ہے اور پھر قرآن میں یہ کمال ہے کہ آج کل کی عربی کے اکثر الفاظ اور طرز تحریر کے لوازمات اس میں موجود ہیں۔ الفاظ مستعملہ کا ایک اچھا خاصہ اس کے اندر ذخیرہ ہے جو بلیغ بھی ہے اور سہل بھی۔ آپ مقامات حریری یا دیوان متنبی وغیرہ پڑھیں تو اس کے اندر کے غیر مانوس اور غیر مستعمل الفاظ پر شاید ہی عبور حاصل کرسکیں گے۔ اس پر بھی شعر اور ادبیات کی حد تک ہی کچھ فائدہ ممکن ہے لیکن قرآن کی عبارت برعکس اس کے ایسی ہے کہ جو عام فہم ہونے کے علاوہ موجودہ زمانہ کے مروجہ الفاظ پر بھی مشتمل ہے اور اکثر کام کے الفاظ قرآن میں ایسے موجود ہیں جن کو آپ ہر تحریر و تقریر میں آسانی کے ساتھ استعمال کرسکتے ہیں۔ الغرض قرآن مجید جیسا کہ چشمہ نور و ہدایت ہے ایسا ہی عربی زبان کا معلم اور تحریر و تقریر اور کاروبار کے لئے ہر زمانہ کے واسطے ایک فصیح اور مکمل لغات بھی۔

اردو داں کے لئے عربی زبان کے آسان ہونے کی ایک مثال یہ بھی پیش کی جا سکتی ہے کہ سورۂ فاتحہ جو قرآن شریف کا پہلا سبق ہے اس میں صرف چھ لفظ ایسے ہیں جن کے معنی سے ایک حد تک اردو داں ناواقف ہو سکتے ہیں اگرچہ ان کے مصدری معنی کو ضرور جانتے ہیں لیکن اس سبب سے کہ ان کی شکلیں بدلی ہوئی ہیں یہ الفاظ نامانوس معلوم ہوتے ہیں۔ اگر ان کو یہ طریقہ معلوم ہو جائے کہ کس طرح ہر ایک لفظ کی اصلی صورت پہچانی جاتی ہے تو وہ فوراً ان چھ لفظوں کے معانی بھی سمجھ جائیں اور اگر ایسا ہے تو کیا یہ عربی زبان اور قرآن کے آسان ہونے کی کافی دلیل نہیں۔

الفاظ کی تین قسمیں

مذکورہ ہر سہ اقسام کے الفاظ کی تشریح یہ ہے کہ الفاظ غیر مفہوم سے مراد وہ الفاظ ہیں جو ناقابل فہم ہیں دوسرے الفاظ منقلبہ ہیں جن کو مصدری شکل میں لایا جائے تو اس کے معنے سمجھ میں آسکتے ہیں اور تیسرے وہ الفاظ مستعملہ ہیں جو اردو زبان میں عام طور پر مستعمل ہیں

الفاظ غیر مفہومہ

لفظ	ال	ل	إياك	نا	الذين	عليهم
معنی	سب	واسطے	تجھ ہی کو	ہم	جو۔ جس	اُن پر

الفاظ منقلبہ اور اُن کے مصادر

لفظ	معنی	عربی مصدر	اردو مصدر
نعبد	ہم عبادت کرتے ہیں	عبادة	عبادت کرنا

لفظ کی اصلی شکل

اَب ہم اِس راز کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں جس سے لفظ کی اصلی شکل پہچانی جا سکے۔ مَصدر فعل کی اصلی شکل ہے اور بہت سے عربی کے افعال ایسے ہیں جن کے مَصدر کے معنے اُردو دان جانتے ہیں اور جن کے لئے الفاظ منقلبہ کی مثال اوپر گزر چکی ہے۔ اَب یہ معلوم کرنا ہے کہ الفاظ منقلبہ سے اُس کی مَصدری صورت کس طرح بنائی جائے۔ عربی میں زیادہ تر وزن سے کام لیا گیا ہے۔ وزن کا یہ مطلب ہے کہ ایک لفظ کو دوسرے لفظ کے وزن پر بہ لحاظ اُن کے اصلی حروف کے وزن پر لایا جائے۔

الفاظ ثلاثی جو تین حرفوں سے مرکب ہوتے ہیں وہ مجرد فیہ کہلاتے ہیں اور مجرد فیہ کے سارے حروف اصلی ہوتے ہیں اور زمانہ ماضی کی شکل تین حرفوں سے کم میں نہیں بنتی اور تین حرفوں پر جو حروف زیادہ ہو جاتے ہیں وہ افعال کے اوزان مزید فیہ کہلاتے ہیں۔

قرآن کے الفاظ اگر جسم ہیں تو معنی روح اور اُس پر عمل کرنا اُس کے خوشنما زیور سے کم نہیں۔ قرآن کے الفاظ اگر پھول کی پنکھڑیاں ہیں تو اُس کے معانی و مطالب بمنزلہ رنگ و بُو کے ہیں۔ قرآن کے الفاظ اگر سیاہ نقوش میں نمایاں ہیں تو اُس کے اندر جو معانی و مطالب ہیں اُنھیں نور کی شکل میں نہاں سمجھنا چاہیئے۔

آہ! اے قرآن تو کتنا بلند مرتبہ اور کتنا اعلیٰ و ارفع مقام والا ہے، جس کا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ اور پھر اس پر طرّہ یہ کہ ہمارے مادی ہاتھ تجھ کو مَس کر رہے ہیں :-

"مصلح"

تبلیغ کا حکم اور اس کی تعمیل

(حاجی محمد موسےٰ خاں صاحب۔ [illegible]، علیگڈھ)

یَا أَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝

اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو جا پھر لوگوں کو ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی کر اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف کر اور پلیدی کو چھوڑ دے۔

غارِ حرا میں پہلی وحی کے بعد ایک روز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم راستہ میں تشریف لیجا رہے تھے کہ یکایک آپ کو آواز آئی آپ نے بائیں طرف دیکھا کچھ نظر نہیں آیا آپ نے داہنی طرف دیکھا کچھ نظر نہیں آیا آپ نے پیچھے کو دیکھا وہاں بھی کچھ نظر نہیں آیا آپ نے اوپر کو دیکھا اور آپ کو فرشتہ نظر آیا اور یا ایہا المدثر ۝ قم فانذر ۝ وربک فکبر وثیابک فطہر ۝ والرجز فاہجر ۝ یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

اس وحی میں جو حکم تھا لوگوں کو ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی کرو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدا میں اس حکم کی تعمیل نہایت رازداری سے شروع کی اور سب سے پہلے اپنی زندگی کی شریک حضرت خدیجہ رض کو مسلمان کیا اور [illegible] شرف اسلام [illegible] طبقہ اناث کی ایک محترم فرد حضرت خدیجہ کو حاصل ہے [illegible] دنیا تک [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شفیق چچا ابو طالب کی [illegible] علی ابن ابی طالب کو [illegible] لے لیا تھا حضرت خدیجہ رض کے اسلام کے بعد حضور صلعم نے حضرت علی [illegible] گیارہ برس کی تھی حضرت علی کو یہ شرف حاصل [illegible] مسلمان ہوا اور ابتدائے نبوت سے وفات تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قرآن [illegible] حضرت علی برابر ایک مومن و مسلم کی حیثیت سے اس پر غور کرتے رہے [illegible] زید ابن حارث کو بطور ایک غلام کے محمد رسول اللہ صلعم

کو ہدیہ دیا تھا حضور صلعم نے مثل اپنے بچوں کے زید ابن حارث کو پالا تھا حضرت علیؓ کے بعد حضور صلعم کے
نے حضرت زید ابن حارث کو مسلمان کیا یہ سب گھر کے لوگ تھے۔ اسکے بعد حضرت ابوبکرؓ مسلمان ہوئے
حضرت ابوبکرؓ کی تلقین سے عثمان ابن عفانؓ عبدالرحمنؓ ابن عوفؓ سعدؓ ابن ابی وقاصؓ
زبیرؓ ابن عوام، طلحہؓ ابن عبداللہ یہ لوگ مسلمان ہوگئے اور حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ بارگاہ نبویؐ میں
حاضر ہوگئے پھر عبیدؓ ابن حارث، ابوعبیدہؓ ابن جراح، سعیدؓ ابن زید، عبداللہ ابن مسعود، عمارؓ ابن یاسر
یہ لوگ مسلمان ہوئے۔ یہ اہم کام لوگوں کو ڈرانے اور اپنے رب کی بڑائی کرنیکا محمد رسول اللہ صلعم نے تین
برس تک نہایت رازداری سے جاری رکھا۔

ایک روز آپ نے بنی عبدالمطلب کی دعوت کی تھی چالیس آدمی شریک ہوئے اس دعوت میں آپ کے
چچوں میں ابوطالب، حمزہ، عباس اور ابولہب۔ یہ لوگ تھے کھانا کھاچکنے کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس مجمع سے مخاطب ہوکر تقریر کی "میں دنیا و دین کی نیکی لیکر تمہارے پاس آیا ہوں مجھے اللہ کی طرف سے
حکم دیا گیا ہے کہ تم لوگوں کو اسکی طرف بلاؤں پھر تم میں کون ہے جو میرا بار اس معاملہ میں اٹھائے اور یہ کہ
میرا بھائی اور میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ بنے"۔ یہ تقریر ابوالفدا سے ترجمہ کی گئی ہے اس میں لکھا ہے کہ اسپر
حضرت علیؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی "یا رسول اللہ میں اس کام میں آپ کی مدد کرونگا" اور چلتے ہوئے
ان لوگوں نے مذاق سے ابوطالب سے کہا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے کہ بیٹے کی اطاعت کر۔ اس دعوت کے قصہ کی
طرف فتح الباری شرح صحیح بخاری میں بھی اشارہ ہے کہ یہ دعوت "وانذر عشیرتك الاقربين؁
واخفض جناحك من اتبعك من المؤمنين (الشعرا) اور ڈرا اپنے خاندان کے قرابت والوں
کو۔ اور جو شخص ایمان والوں میں سے تیری پیروی کرتا ہے اسکے واسطے اپنا بازو نیچا کردے" اس آیت کی
تعمیل کی گئی تھی۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صفا پہاڑ پر چڑھ گئے اور آپ نے نام بنام قریش کے قبیلوں کو آواز دی کہ اے قریش کے مرد، عورت اور بچے

اکٹھا ہو گئے جو لوگ کسی ضرورت کے سبب سے نہیں آسکے انھوں نے قاصد بھیجے تا کہ دیکھیں کہ کیا قصہ ہے آنیوالوں میں ابولہب محمد رسول اللہ صلعم کا چچا بھی تھا حضور صلعم نے فرمایا "اگر میں تم کو اطلاع دوں کہ اس وادی میں لشکر ہے جو تم پر چھاپا مارنے کا ارادہ کر رہا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے"۔ لوگوں نے کہا ہاں ہم نے تجھے تجربہ سے سچا پایا ہے محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا "میں تم لوگوں کو ایسے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے ہاتھوں کے درمیان ہے اپنے نفوس کو خرید لو تم کو اللہ سے کوئی چیز بے نیاز نہیں کر سکتی ہے بنی عبد مناف تم کو اللہ سے کوئی چیز بے نیاز نہیں کر سکتی" اس مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس ابن عبد المطلب آپ کی پھوپی صفیہ آپ کی صاحبزادی فاطمہ بھی تھیں محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا "اے عباس ابن عبد المطلب تجھ کو اللہ سے کوئی چیز بے نیاز نہیں کر سکتی اور اے صفیہ تجھے اللہ سے کوئی چیز بے نیاز نہیں کر سکتی اور اے فاطمہ بنت محمد صلعم تجھ کو اللہ سے کوئی چیز بے نیاز نہیں کر سکتی" آپ نے فرمایا قریش! "اپنے کو آگ سے بچا لو" بدنصیب ابولہب نے کہا (نعوذ باللہ) "تجھ پر تباہی آئے" اور ابولہب کے گڑ بڑ مچانے سے مجمع منتشر ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر تشنہ رہ گئی لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ شعرا کی مذکورہ آیت کی تعمیل کر دی۔

بدنصیب ابولہب کی بددعا خود اسی پر لوٹ کر پڑی اور اس پر اللہ کی جانب سے وہ تباہی آئی جو سورۂ تبت یدا میں بیان کی گئی ہے کہ ابولہب اور اس کی بی بی ام جمیل نہایت عبرتناک موت کا شکار ہوئے۔

سورۃ المدثر کی مذکورہ بالا آیتوں میں لوگوں کو ڈرانے اور رب اکرم کی بڑائی کرنے کے ساتھ ہی کپڑوں کی پاکی اور پلیدی کو چھوڑنے کا حکم ہے اور یہ کہ لباس پاک صاف ستھرا ہونا چاہیئے اور پلیدی سے نفرت ہونی چاہیئے اس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ خاص عملدرآمد تھا حضور صلعم اس درجہ نظافت پسند تھے کہ اپنا تو درکنار دوسروں کا میلا کپڑا اٹک دیکھنا

گوارا نہیں فرماتے تھے تاکہ ناپاکی کا خیال بھی نہ رہے۔ ایک شخص میلے کپڑے پہن کر آیا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ اپنے کپڑے دھو لیا کرے۔ ایک شخص کو خراب لباس میں دیکھا تو فرمایا کہ اللہ نے دیا ہے تو صورت سے بھی اس کی نعمتوں کا اظہار کرو۔ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کرنے کا ایسا طریقہ تھا کہ جس سے آپ کے کھلے اعضا ہاتھ، منہ، سر اور پاؤں اور کلی اور مسواک کے ذریعہ سے منہ کا اندرونی حصہ اور ناک کا اندرونی حصہ ہر نماز کے وقت صاف ہوتا رہتا تھا اور یہ سورۃ المدثر کی مذکورہ آیتوں کے ساتھ ہی سورۃ المائدہ کی وضو کے طریقہ والی آیت کی تعمیل بھی ہو جاتی تھی جہاں کہا گیا ہے۔ یاایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہو تو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور مسح کر لو اپنے سروں پر اور پاؤں اپنے ٹخنوں تک"۔ محمد رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم ہر جمعہ کو ضرور غسل فرماتے تھے جو اس طرح ہوتا تھا کہ آپ ہر بال کی جڑ تک پانی پہنچاتے تھے اور صاف کرتے تھے۔ صفائی اور پاکیزگی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبلت میں داخل تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزگی کو اس قدر خیال تھا کہ ایک مرتبہ آپ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک شخص پر اس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ پیشاب سے اپنے کپڑوں کی حفاظت نہیں کرتا تھا۔

آج بھی آپ کا صحیح اسوہ حسنہ یہ ہے کہ آپ کے زندگی کے مقصد قرآن مجید کو مبیّن کیا جائے اور تبلیغ عام کے حکم کو پورا کیا جائے۔ اسی کے اختیار کرنے سے قرون اولیٰ میں سب کچھ ہوا تھا اور آج اسی کے ترک نے مسلمانوں کی حالت کو خراب کر رکھا ہے۔

قرآن کی رہنمائی میں سائنس کے کرشمے

جناب مولوی عبدالرزاق صاحب۔ ایچ سی ایس

فرنگستان ہر چیز کو ایک دوسری نظر سے دیکھتا ہے اور سائنس کے ہیبتناک نام سے اپنے نقطہ نظر کو مستقیم بنانا چاہتا ہے ۱۹۲۶ء میں ایک انگریزی روزنامہ میں ایک خود ساختہ فرنگی پیغمبر کی پیشین گوئی کا ذکر تھا جس نے شوشہ چھوڑا تھا کہ دنیا جس میں ہم آپ رہتے ہیں اِس سال ختم ہو جائے گی چنانچہ اُس کے بتائے ہوئے وقت حشر کا نظارہ کرنے کے لئے امریکہ میں جوق جوق لوگ جمع ہوئے لیکن دنیا ختم نہ ہوئی البتہ کذاب کا کذب روشن ہو گیا کیونکہ مخلوق کا پیدا کرنے والا ہی جانتا ہے کہ ہمارے اعمال کی سزا و جزا کے لئے وہ کب قیامت برپا کرے گا۔

خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سے اب تک متعدد نبی بنے نفس کے دھوکے میں آئے اور ہولناک پیش گوئیاں کیں مگر ایک روز خود مٹ گئے اور تاریخ کے صفحات پر اپنی او اقدار سوانح چھوڑ گئے۔ خدا کی خدائی قائم کردی اور اُس کے عالم الغیب ہونے پر کوئی دھبہ نہ آیا وہ جب تک زندہ رہے جاہلوں کا ایک ایک گلہ انہیں ہانکنے کے واسطے مل گیا اس کلجگ کے زمانہ میں پیش گوئی کرنے والا ایک اور گروہ بھی ہے جو نبوت کا دعویدار تو نہیں ہوا مگر اپنے حساب سے اُس نے دنیا کے خاتمہ کا اندازہ کیا وہ اُس کی عمر ابھی کئی لاکھ برس بتاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی اِس مخلوق کو کب ماریگا اور مُردوں کو کب زندہ کریگا۔ سائنس دان

اصحاب کا خیال ہے کہ اگر زمین کا انجام ہی ایسا ہی ہونے والا ہے جیسا کہ عطارد وزہرہ کا ہوا ہے تو ایک روز آئیگا کہ زمین اپنے محور کے گرد گھومنا چھوڑ دے گی۔ قوتِ محرکہ کے سلب ہو جانے پر وہ مُردہ ہو جائے گی۔ اس وقت اس کا ایک ہی رُخ سورج کے مقابل رہے گا اور وہ ہمیشہ اُسی حالت میں رہیگی۔ اُس کے ایک جانب دائمی آگ ہوگی۔ اور دُوسری جانب یخ۔ سورج کی طرف کا پہلو ہمیشہ روشن رہے گا اور دُوسرا پہلو تاریک۔ مگر اس کے لئے ابھی کئی کرور برس درکار ہیں۔

چاند اور مریخ کی بابت اب تک جو کچھ معلوم ہوا ہے اگر اس سے اندازہ کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ زمین روبہ فنا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پانی دنیا میں بسرعت کم ہوتا جارہا ہے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ شمالی اقطاع جو کبھی خوب آباد تھے اب ویران اور سنسان پڑے ہیں ایسا ہی شمالی امریکہ کے بعض مقامات اور اُن کے کھنڈر بتا رہے ہیں کہ کبھی یہاں آبادی تھی اور آفرینندہ روزگار کی پیداوار کو جہاں ہر طرح کی آسائش حاصل تھی زمانہ کی رفتار و حالات کی بنا پر یہ بھی یقین کیا جاتا ہے کہ سمندر کی سطح خود اپنے پانی میں ڈوب رہی ہے۔ پروفیسر میکین ایک مشہور سائنس دان ہیں انھوں نے بطریقِ ریاضی حساب کرکے ختمِ دنیا کے متعلق ایک عجیب خیال ظاہر کیا ہے۔ اس ماہرِ طبعیات کا بیان ہے کہ ستارے حجم میں بڑھتے جارہے ہیں جیسے جیسے وہ گزرتے ہیں ستاروں کی خاک (یعنی اس مادہ کی خاک جس سے ستارے بنتے ہیں) اور غیر متعلق مادّے اپنے گرد لپیٹتے جاتے ہیں ایک وہ وقت آئے گا کہ بڑے بڑے اجسام فلکی اُصولِ کشش کے مطابق چھوٹوں کو اپنے اندر جذب کرلیں گے اور انجام کار صرف دو سیارے رہ جائیں گے ایک سورج اور دوسرا مشتری۔ پروفیسر موصوف پیش گوئی کرتے ہیں کہ ہماری زمین اسی طرح مشتری میں مدغم ہو جائے گی۔ مشتری اس کی خاک اڑا اڑا کر اپنے گرد لپیٹ لے گا اور اگر صورتِ حال کی موجودہ رفتار

قائم رہی تو دنیا کے ختم ہونے اور روزِ قیامت کے قائم ہونے کو ابھی دس لاکھ کھرب برس چاہئے۔ زمین کا یہ انجام انقلابی ہے اور اس پر بہت کچھ نکتہ چینی ہی نہیں ہوئی بلکہ بہتوں نے اس خیال کی مخالفت بھی کی ہے۔ مگر واضح رہے کہ منجموں کے نزدیک زمین خاک کا ایک ایسا ہی داغ ہے جیسا کہ صحرائے اعظم میں ریت کا ایک ذرہ ہوتا ہے اور جب ہم اپنے نظام شمسی کا ستاروں کے بحرِ بے پایاں سے مقابلہ کریں تو اس کے سامنے ایک گرد ہے۔

نکولاٹسلا کی رائے ہے کہ ہماری زمین آخر کار جل کر تباہ ہوگی۔ اس کا دعویٰ ہے کہ چونکہ فضاء برق سے مسمو ہو چکی ہے لہٰذا اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اس میں کسی روز خود بخود آگ لگ جائے گی۔ ایک ہولناک دھماکہ ہوگا دنیا شعلوں میں گھر جائے گی اور چند ساعت میں تمام زندگی فنا ہو جائے گی۔ بخلاف اس کے گرانٹ ایلن کہتا ہے کہ زمین کا غلاف ایک روز اسی طرح پھٹ جائے گا جس طرح یخ ٹوٹ جاتی ہے اور تمام زندگی ختم ہو جائے گی۔ اور بعض دیگر سائنس دانوں کا خیال ہے کہ فضا میں خوفناک تبدیلی واقع ہونے کا امکان پیدا ہو گیا ہے کیونکہ فضا کا مرکب مرورِ زمانہ سے بہت بدل گیا ہے۔ لاکھوں برس پہلے فضا میں جو کاربن ڈائی آکسائیڈ تھا اب اس کی مقدار قلیل رہ گئی ہے۔ اور یہ ممکن ہے کہ اس کی کافی مقدار پیدا کرنے کے لئے آتش فشاں پہاڑوں کا وحشت ناک عمل تمام زندہ مخلوق کا گلا گھونٹ دے۔ ممکن ہے کہ کوئی دُمدار ستارہ زمین کے پاس سے گزرتا ہوا زہریلی گیاس (ہوا) چھوڑ جائے کہ زندگی ناممکن ہو جائے ممکن ہے کہ زمین میں سے ایسے بخارات برآمد ہوں جو تمام دنیا کو خشک کر کے اس کو بےجان کر دیں۔ غرض سائنس کو اختیار ہے کہ جو تجربے چاہے کرے اور جو چاہے پیش کرے اندازہ لگائے۔ لیکن قدرتِ کاملہ کی آسمانی شہادت تو یہ ہے کہ:۔

"ایک دن ایسا آنے والا ہے جب آسمان اور زمین چاند و سورج اور"

"تمام سیاروں میں تصادم ہوگا۔ پہاڑوں کے پرزے اُڑ جائیں گے۔"
"سمندروں میں نمی تک نہ رہے گی۔ برق اپنی خاصیت کھودیگی۔"
"قانون جذب وکشش باطل ہوجائے گا۔ یہی دن قیامت کا دن"
"ہوگا جب انسان سے اس کے اعمال خیر وشر کا حساب لیا جائیگا۔"

سورۃ تکویر

اے عقل وتجربے کے شیدائیو۔ اے سائنس کے فدائیو! قیامت کو دور سمجھ کر غافل نہ ہوجاؤ وہ آیا ہی چاہتی ہے۔ شاید

ہمیں نفس نفس واپسیں بود

فتبارک اللہ احسن الخالقین

"مصوّر نے اب اپنی آخری تصویر تیار کرلی تھی، یہاں تک کہ اس میں اپنی رُوح بھی پھونک چکا تھا۔"

"اس تصویر میں اُن ساری تصویروں کے نقش ونگار موجود تھے جو اب تک بن چکی تھیں۔"
"مصوّر کو درحقیقت اسی تصویر کا بنانا مقصود تھا۔" "تصویر بول اٹھی" بس اب کیا کروں؟"
"مصوّر نے، تصویر کے نازک ہاتھوں میں ایک نُورانی چیز رکھ دی" یہ قرآن تھا۔"

"مصلح"

ناسخ و منسوخ

(علامہ عبداللہ العمادی)

ہفتہ کا روز ہے، ذی الحجہ کی ۸ شبیں گزر چکی ہیں، حج میں چار ہی دن باقی ہیں، قافلۂ حجاج روانہ ہو چکا ہے اور جن کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی ان کی حسرتوں کی انتہا نہیں، ہجرتِ نبوی کا تین سو اڑتیسواں سال ہے، فسطاط کے قریب، دریائے نیل کے کنارے، ایک پیر مرد استغراق میں ہیں، اور اسی محویت کے عالم میں کچھ گنگنا بھی رہے ہیں، مصر کی شادابی کا دریائے نیل کی طغیانی پر انحصار ہے، جس کا یہی زمانہ ہے، ایک راہگیر کا ادھر سے گزر ہوتا ہے، اس کو برانگیختہ کرتی ہے کہ یہ پیر مرد کوئی جادوگر ہے کہ رودِ نیل میں سیلاب نہ آئے اور نرخ کے چڑھ جانے کے لئے جادو کر رہا ہے، پیچھے سے ٹھوکر دیتا ہے، اس کی خشک مغزی دیکھ کر نہریں اٹھتی ہیں اور اس بزرگ کو اپنے دامن میں چھپا لیتی ہیں۔

یہ ڈوبنے والے بزرگ ابو جعفر نحاس تھے، جن کی شہرۂ آفاق کتاب "الناسخ والمنسوخ فی القرآن الکریم" میرے مطالعہ میں ہے اس بلند پایہ کتاب پر تبصرہ سے قبل دو باتیں کہنے کی ہیں۔

(۱) اسلام میں ناسخ و منسوخ کی اہمیت کیا ہے؟

(۲) ناسخ و منسوخ کی حقیقت کیا ہے؟

پہلی تنقیح کی نسبت اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ایک دن ایک واعظ مسجد کوفہ میں وعظ کہہ رہا

تھا، جس میں کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہوئے عذابِ الٰہی پر زیادہ زور تھا، ہنوز مجلس گرم ہی تھی کہ امیر المؤمنین علی رضؓ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور پوچھا: کون؟ جواب ملا: ایک واعظ، فرمایا: یہ واعظ نہیں، یہ اپنے آپ کو مشہور کرنا چاہتا ہے، اس سے پوچھو ناسخ و منسوخ جانتا ہے؟ اُس نے عرض کی نہیں، فرمایا: فاخرج من مسجد ولا تذکر فیہ[1]۔ ناسخ و منسوخ کو نہیں جانتا تو ہماری مسجد سے نکل جا، یہاں وعظ نہ کہنا۔

دُوسری تنقیح کو سمجھنے کے لئے "نسخ" کی تعریف سُن لینی چاہیے:

نسخ یہ ہے کہ اصلاح کی غرض سے کسی حلال کو حرام، یا حرام کو حلال، یا مباح کو ممنوع، یا ممنوع کو مباح کیا جائے، یا ایک کھلی ہوئی راہ کو بند یا بند کو کھول دیا جائے[2]۔

یہاں محلِ بحث یہ ہے کہ اللہ کے علم میں تو نقص نہیں، یہ تو انسان کے ضعفِ علم و نقصان کا اقتضاء ہے کہ آج ایک حکم دیا، کل کو اُس کی مضرت محسوس ہوئی تو اس کو منسوخ کر دیا، اللہ کے سامنے تو ہر زمانے کی مصلحت ہے پھر وہ ایسا حکم کیوں دینے لگا جسے بعد کو خلافِ مصلحت سمجھکر منسوخ کرنا پڑے۔

یہی اعتراض ہے جس کی بنا پر بعض حضرات کلام اللہ میں ناسخ و منسوخ کے وجود سے ہی منکر ہو گئے، واقعہ یہ ہے کہ "نسخ" کا یہ مطلب ہی نہیں۔

یہ "بدا" ہے جس سے خود قدماؤں کو انکار ہے، نحاس کی توضیح ملاحظہ ہو:

---

[1] احمد بن علی عن ابی بکر بن ابی جعفر بن محمد بن جعفر الانباری عن یحیی بن معاویہ بن عمرو عن ابی اسحاق عن عطا، بن ابی ثابت عن ابی البختری

[2] النسخ تحویل العباد من شئ قد کان حلالاً فیحرم او کان حراماً فیحل او کان مطلقاً فیحظر او محظوراً فیطلق او مباحاً فیمنع او ممنوعاً فیباح، ارادۃ الاصلاح للعباد ص ۹

"اللہ نے رسول کو ایک حکم کیا تو بھیجا جو موقت تھا (دوامی نہ تھا) اس حکم کے نافذ رہنے کی ایک مدت مقرر کر دی جب وہ مدت پوری ہو گئی تو اس حکم کو بھی زائل کر دیا۔[1]

"نسخ" اور "بداء" کے فرق میں ایک مستقل بات جو سمجھنے کے قابل ہے: "اللہ کو انجام کا علم تھا جب اس نے ایک حکم دیا اسی وقت یہ بھی جانتا تھا کہ یہ حکم اتنی مدت کے لئے ہے اس مدت کے ختم ہونے پر باقی نہ رہیگا.... (۱) نماز کیلئے ایک مدت تک بیت المقدس قبلہ تھا جب یہ مدت ختم ہو گئی تو کعبہ ہو گیا (۲) رسول اللہ سے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ سرگوشی کرنیوالے کو صدقہ پیش کرنیکا حکم ہوا، یہ حکم بھی میعادی تھا، میعاد گزر گئی تو حکم بھی گزر گیا۔

"اللہ نے جو حکم جس وقت تک کیلئے دیا اس وقت کے آنے ہی وہ حکم منسوخ ہو گیا مثلاً ایک قوم کیلئے ہفتہ کے دن کام کاج حرام قرار دیا تھا یہ بھی ایک وقت کی بات تھی دوسری قوموں کیلئے کام کاج حلال ہو گیا۔

"پہلے جو حکم دیا تھا اس میں بھی حکمت تھی، بعد کو جو منسوخ ہو گیا اس میں بھی حکمت تھی ....."

اس توضیح کے بعد "بداء" کی حقیقت بھی دیکھ لیجئے:

"بداء" یہ ہے کہ ایک عزم کیا اور پھر اس کو ترک کر بیٹھے، مثلاً تم نے کسی سے کہا: فلاں کے پاس جاؤ پھر کہا نہ جاؤ تو یہ نقصان بشریت ہے۔ انسان کو یہ لاحق ہوتا ہے (اللہ اس سے منزہ ہے) اسی طرح حکم دیا کہ اس سال فلاں چیز کی کاشت کرو، پھر اس کی ممانعت کر دی، تو یہ بداء ہے۔[2]

ان اقتباسات سے اہل نظر اندازہ کر سکتے ہیں کہ ناسخ و منسوخ پر اعتراض کی گنجائش نہیں نسخ اسی حد تک ہے کہ بعض احکام میعادی و بعض موقت تھے گزرتے ہی منسوخ ہو گئے "اعتراض" "بداء" پر وارد ہوتا ہے مگر کلام اللہ کو "بداء" سے سروکار ہی نہیں۔ غلط فہمی نے جسکو "نسخ" سمجھ رکھا ہے وہ نسخ نہیں ہے "بداء" ہے

۱۔ صحیفہ اولیٰ

۲۔ صحیفہ تاسعہ و عاشرہ

حکومتِ الٰہی

مذہب اور حکومت

(ھُدیٰ)

مذہب کا دوسرا نام حکومتِ الٰہی کا قیام ہے اور شریعت اُن قوانین کو کہتے ہیں جو اس حکومت کے چلانے کے لوازمات سے ہوتے ہیں۔ دنیا کا ہر مذہب اپنے اندر یہی مقصد رکھتا ہے اور ہر مذہبی کتاب کی دراصل یہی غرض ہے

ہندو آج تک "رام راج" کا گن گاتے ہیں لیکن وہ اعلیٰ تخیل جو اس کے اندر کبھی پوشیدہ تھا اب بہت کچھ دلوں سے محو ہو چکا ہے اور "رام راج" کا مطلب "ہندو راج" سمجھا جانے لگا ہے۔

نصرانی تو گرجا کی نماز کے بعد دعا ہی یہ مانگتے ہیں کہ "اے آسمانی باپ جس طرح تیری حکومت آسمان پر ہے زمین پر بھی آئے" معلوم نہیں کہ اُن کا اس سے کیا مطلب ہے لیکن ظاہر الفاظ سے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ نیکی کا دور دورہ ہو اور انسان ظاہر و باطن طور پر جو کچھ کرے اللہ کی مرضی کے مطابق کرے

مسلمان جن کا مقصدِ حیات ہی یہ تھا کہ حکومتِ الٰہی کے اندر رس لیں اور ان کی زندگی اور موت سب کچھ اسی کیلئے ہو وہ بھی کچھ کم اپنی جگہ سے نہیں ہٹ گئے ہیں۔ یہ ہر اس شخص کو جو کسی طرح سے حکمران بن گیا ہو اپنے کو مسلمان کہتا ہو اس کی حکومت کو اسلامی حکومت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے "مذہب کا دوسرا نام حکومتِ الٰہی کا قیام ہے" اور اس سے یقیناً کسی مذہب والے کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن آج دنیا کے ہر مذہب والے کی سب سے بڑی غلطی

اور فروگذاشت بھی یہی ہے کہ وہ اس مقصدِ عظیم سے اتنا ہی دور ہیں جتنا کہ زمین سے آسمان۔

آج مذہب کا نام تو سبھی لیتے ہیں اور آپ نے سنا ہوگا کہ مذہب کیلئے کتنے ہیں کہ ہر روز خون پانی ایک کر رہے ہیں لیکن غور کیجئے تو معلوم ہو جائیگا کہ اس فرقہ پرور ی کی تہ میں یا تو ان کے ذاتی مفاد ہیں یا یہ اس طرح خوش اعتقادی اور جہالت کا شکار ہو رہے ہیں کہ ان کو خبر ہی نہیں ہے کہ کیا ہونا چاہیئے تھا اور کیا ہو رہا ہے۔ اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی گروہ یہ کہتے نہیں سنا جاتا کہ ہم حکومت الٰہی کے قیام کے لئے لڑ رہے ہیں اور ہمارا مقصد آسمانی قوانین کا نفاذ پذیر کرانا ہے۔ یقیناً سکھیت کے لئے لڑنا، ہندویت کے لئے لڑنا اور نام نہاد مسلمانیت کیلئے لڑنا سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن حکومت الٰہی کے لئے نہیں ہے اور اس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔

جملہ مذاہب عالم کے پیشواؤں سے بجا طور پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ آخر وہ چیز جو آپ کے مذہب کا آخری اور واحد مقصد قرار پا سکتی ہے۔ "آسمان والے کی زمین پر حکومت" ہے یا اور کچھ اور اگر یہی ہے تو کیا ایک ہی بادشاہ کی رعیت کا آپس میں لڑنا اور اپنے کو الگ الگ سمجھنا کوئی عقلمندی کی بات ہے۔ اور اگر غور و فکر کسی صحیح نتیجہ تک پہنچا دے تو سب سے پہلے "ہمارے مذہب" اور "ہمارے وطن" کے ذلیل اور گرے ہوئے الفاظ زبان پر نہ لاؤ اور دل میں بھی اس بات کا یقین کر لو کہ "خدا کا مذہب" اور "خدا کی خدائی" اور ساتھ ہی یہ بھی کہ ہندو ہوں یا مسلمان، سکھ ہوں یا پارسی یہودی ہوں یا نصرانی، بدھ مت والے ہوں یا جینی، اور اونچ ذات والے ہوں یا نیچ ذات والے سب اسی ایک حاکمِ اعلیٰ کے محکوم ہوں۔

مذہب سے حکومت کو جدا کرنا گویا گوشت سے ناخن کو جدا کرنا ہے لیکن مذہب وہی مذہب ہے جو خدا کیلئے ہو نہ کہ انسانوں کی نفس پرستی کیلئے اسلئے ہر مذہب والے کا فرض ہے کہ وہ مذہب کی غرض و غایت کو معلوم کرے اور اسی حکومت کا خواستگار ہو جو نہ صرف نوعِ انسان ہی کیلئے نہیں بلکہ چرند و پرند کے لئے بھی امن و سلامتی کی حکومت ہو۔

عبدیتِ الٰہی

حضرت یوسف علیہ السلام

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ط

اس قرآن کے ذریعہ جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ہم تم سے بہتر بہتر قصہ بیان کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو احسن القصص کے نام سے یاد فرمایا ہے یہ شروع سے اخیر تک عجیب و غریب بھی ہے اور اخلاق کی اعلیٰ باتوں سے مملو بھی حضرت یوسف علیہ السلام خدا کے برگزیدہ بندے تھے اس لئے سب سے بڑا سبق عبدیت کا ملتا ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ اللہ والے عبدیت کے دائرے سے کوئی قدم باہر نہیں رکھتے اور حقیقت بھی یہی ہے جب تک ایسا نہ کیا جائے روحانیت اور خدا پرستی کا دعویٰ ہیچ ہے

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب

اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِاَبِيهِ اِلٰى آخر رکوعہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا اور اپنے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا کہ اے والد بزرگوار میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ گیارہ تارے اور سورج اور چاند مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں

حضرت یعقوب علیہ السلام سمجھ گئے اور اس کا یہ مطلب معلوم کیا کہ گیارہ تاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں اور چاند اور سورج ان کے ماں باپ ہیں۔ چونکہ بھائیوں کی رشک و حسد کا خوف تھا اس لئے منع کر دیا کہ اے یوسف اللہ تعالیٰ تم کو برگزیدہ کرنے والا ہے اس خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوشش کریں گے

بھائیوں کی بدسلوکی

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَاِخْوَتِهٖ اِلٰى آخر رکوعہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن میں بھی بے نظیر کیا تھا اور باطنی حسن میں بھی اور اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ ہر شخص آپ کا گرویدہ ہوتا خصوصاً ماں باپ کی محبت کے کیا کہنے اُن کی آنکھوں میں تو اُن کا جو کچھ وقار ہوتا بجا تھا۔ مگر یہ بات بھائیوں کو کب پسند آسکتی تھی وہ بھی علاتی بھائی

محبت کا یہ خاصہ ہے کہ محبوب کے سوا وہ دوسروں سے آنکھ پھیر لینے پر محب کو مجبور کر دیتی ہے اگر حضرت یعقوب علیہ السلام دوسرے بیٹوں کی طرف کم متوجہ تھے تو اس میں ان کا کچھ قصور نہ تھا اور یہ آئینِ محبت کے عین مطابق تھا۔ مگر بیٹوں نے اُلٹی تدبیر سوچی کہ ان کے محبوب ہی کو اُن سے جدا کر دیا جائے تاکہ ان کے لئے جگہ خالی ہو جائے اور باپ کے دل میں بجائے یوسف کے ان کی محبت سما جائے حالانکہ وصل سے زیادہ ہجر میں محبت بڑھ جایا کرتی ہے اور ایسا ہی ہوا بھی

ہونے والی بات شاید یوسف علیہ السلام نے خود ہی اپنا خواب اپنے بھائیوں سے کہدیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے پیغمبری کی آنکھ سے جو کچھ دیکھ لیا تھا اور جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کے بیان کرنے سے منع کیا تھا وہ بات پوری نہ ہوئی اور بھائیوں نے آخرکار دشمنی پر کمر باندھ لی مشورہ یہ طے پایا کہ کسی کنویں میں ڈال دیئے جائیں تاکہ قافلے والے غلام بنا کر کسی دور دراز مقام پر بیچ ڈالیں۔ اس کے لئے ایک حیلہ تراشا اور باپ سے کہا کہ ہم جنگل کی سیر کو جاتے ہیں یوسفؑ کو بھی ہمارے ساتھ جانے دیجئے پہلے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکار کیا اور کہا کہ یوسفؑ کا تمہارے ساتھ جانا مناسب نہیں وہ چھوٹا ہے ممکن ہے کہ تم سیر و شکار میں مشغول ہو اور یوسفؑ کو کوئی بھیڑیا آ کر کھا جائے۔ بات کا یہ بھی ایک پہلو تھا ورنہ سارا خدشہ تو ان ہی بھیڑیوں سے تھا جو بھائی کی شکل میں نمودار ہوئے تھے

بیٹوں نے کہا اے باپ ہمارے لئے یہ بڑے شرم کی بات ہوگی کہ ہماری موجودگی میں ہمارے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے اور ہم باین قوت و توانائی منہ دیکھتے رہ جائیں۔

بہرحال حضرت یعقوب علیہ السلام مشیت ایزدی سے مجبور تھے اور ممکن ہے کہ بھائیوں نے پھر

حضرت یوسفؑ ہی سے یہ کام لیا ہو کہ باپ سے اصرار کرکے ہمارے ساتھ چلنے کی اجازت حاصل کریں چنانچہ باپ نے بیٹوں کا کہنا مان لیا اور اپنے لختِ جگر کو خود ہی اپنے سے جدا ہو جانے کی اجازت دیدی۔

بھائیوں نے جنگل میں لیجا کر پہلے تو حضرت یوسف علیہ السلام کا کپڑا اتار لیا پھر معلوم نہیں اور کیا کیا بدسلوکیاں کیں اور اخیر میں ایک گہرے کنویں کے اندر ڈالدیا اور کرتے پر کسی جانور کا خون ڈالکر روتے ہوئے باپ کے پاس آئے اور بولے کہ اے باپ ہم کھیل میں مشغول تھے کہ یوسف کو بھیڑیا آکر کھا گیا۔ باپ نے جس دل سے سنا ہو گا اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے، بیٹوں سے بولے کہ یہ تمہارے دل کی بنائی ہوئی بات ہے یہ کیونکر ممکن ہے کہ یوسف کو تو بھیڑیا کھا جائے لیکن اُن کے کپڑے کو کچھ نقصان نہ پہنچے۔ خیر ہم صبر کرتے ہیں، صبر کا پھل بہت میٹھا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر اُس اثناء میں کیا گزری اس کا علم اللہ ہی کو ہے اور معلوم نہیں کتنا وقت گزرنے پر یہاں ایک قافلہ وارد ہوا اور پانی نکالنے کے لئے آدمی نے کنویں میں ڈول ڈالا تو اس میں حضرت یوسف علیہ السلام بیٹھکر باہر نکل آئے۔ قافلہ والوں کو مفت کا مال ہاتھ آیا اور ابھی یہ اسی خوشی میں تھے کہ بھائی بھی آپہنچے اور اپنا بھاگا ہوا غلام بتا کر چند کھوٹے سکوں پر اپنے بھائی یوسفؑ جیسی جنس کو بیچ ڈالا۔ اس سے اُن کا یہ مطلب تھا کہ یوسف علیہ السلام ذلیل ہوں اور ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں سے پھر باپ کے پاس کبھی آہی نہ سکیں

حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ ۔الی آخر رکوع

قافلہ والے مصر میں پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بطور غلام کے بیچ ڈالا جن کو مملکتِ مصر کے وزیرِ اعظم عزیزِ مصر نے خرید ا اور اپنی بیوی کے پاس

لیجاکر کہاکہ ہم اس کو اپنا لڑکا بنائیں گے اس لئے اس کو اُسی عزت اور شان کے ساتھ رکھنا چاہیئے

حضرت یوسف علیہ السلام جب سنِ بلوغ کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری عنایت کی اور اب اُن کا حُسن وجمال بھی شباب پر تھا اور ضرور تھا کہ اُس وقت بھی آزمائش کی کسوٹی پر کسے جائیں۔ چنانچہ عزیز مصر کی بی بی جو خود بھی بہت حسین وجمیل تھی اُن پر عاشق ہوگئی ایک دن اپنے کمرے میں بند کرکے ناجائز کام پر آمادہ کرنا چاہا! آپ نے کہا! معاذ اللہ ایسا نہیں ہوسکتا، میرے مالک نے تجھ پر نوازشیں کیں اور میں اس کی امانت میں خیانت کروں یہ صریح ناانصافی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ ناانصافوں کو فلاح نہیں ہوتی۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ پیچھا چھڑا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور عزیز مصر کی بیوی زلیخا بھی اُن کے پیچھے دوڑی اور دامن پکڑ لیا، دامن پھٹ گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام دروازے سے باہر نکل گئے

عزیز مصر بھی اتفاق سے اُسی وقت دروازے پر پہنچا اور یوسف علیہ السلام کو پریشان دیکھکر سبب پوچھتا ہوا گھر میں لے آیا، حضرت یوسفؑ نے تو ابتک اس واقعہ کا اظہار نہیں کیا تھا مگر چور کی داڑھی میں تنکا، زلیخا نے سمجھ لیا کہ انہوں نے میری بات ضرور کہ دی ہوگی لہٰذا الٹے الزام دینے لگی کہ یوسفؑ نے میرے ساتھ برا ارادہ کیا تھا اس کو قید کی سزا ہونی چاہیے

اب حضرت یوسف علیہ السلام کا خاموش رہنا گناہ تھا اس لئے آپؑ نے سچ سچ بات کہ دی۔

عزیز مصر نے کہا، تمہارے قول کی تصدیق کیونکر ہو، اس الزام سے بری ہونے کے لئے تم کو گواہ پیش کرنا چاہیے، اس پر اُسی خاندان کے ایک شخص نے کہا کہ اگر یوسفؑ کا کرتا آگے کی طرف سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی ہے اور اگر پیچھے سے چاک ہے تو زلیخا جھوٹی ہے اور یوسفؑ سچا ہے۔

عزیز مصر نے دیکھا کہ کُرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو اس کو یقین ہوگیا کہ یہ ساری شرارت زلیخا کی ہے اس لئے حضرت یوسفؑ سے تو کہا کہ اے یوسف جانے دو معاف کرو، اس بات کو کسی سے نہ کہنا اور پھر زلیخا کی طرف مخاطب ہو کر بولا کہ بیشک تو ہی گنہگار ہے اپنی حرکت سے توبہ کر۔

حسنِ یوسفؑ اور زنانِ مصر

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ إلی آخر رکوع ۴

جس طرح مشک کی خوشبو اڑتی ہے اسی طرح عشق کی خبر بھی پھیلتی ہے' زلیخا کے عشق کا چرچا بھی ہر جگہ ہونے لگا' شہر کی کچھ معزز عورتوں نے خصوصیت کے ساتھ زلیخا کو اس بات کا طعنہ دیا کہ اپنے غلام سے محبت کرتی ہے۔

زلیخا نے ایک دن ان عورتوں کی دعوت کی اور پھلوں کے ساتھ ایک ایک چھری بھی رکھ دی اور عین وقت پر حضرت یوسفؑ کو کمرے سے برآمد کیا' عورتوں نے ان کی خوبصورتی کو دیکھا تو آپے میں نہ رہیں' ہوش جاتے رہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ پھلوں کے بدلے اپنے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا' اور بول اٹھیں' اللہ کی قسم یہ تو آدمی نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔" اس پر زلیخا نے کہا کہ یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم ہم کو ملامت کرتی تھیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے خواہش تو ضرور کی تھی مگر اس نے توجہ نہ کی اور اگر یہ اپنی ضد پر قائم رہا تو میں اس کو ضرور قید کرادوں گی' زنانِ مصر نے بھی ڈورے ڈالے لیکن آخر میں زلیخا کی رائے سے اتفاق کیا کہ قید خانہ ہی اس کا علاج ہے جب وہاں کی مصیبتیں دیکھے گا تو آپ ہی راہ پر آجائے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے کو اس مصیبت میں گھرا ہوا دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا کی کہ اے اللہ یہ عورتیں مجھ کو جس طرف بلا رہی ہیں اس پر میں قید خانے کو ترجیح دیتا ہوں" دعائے یوسفی" قبول ہوئی اور عزیز مصر نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ یوسفؑ کو قید کردیا جائے

قیدِ یوسفی

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ؕ إلی آخر رکوع ۵

حضرت یوسف علیہ السلام قید کردیئے گئے۔ عبادت کے بعد حق کی تعلیم و تبلیغ میں گزرنے لگی۔ ان کے ساتھ دو قیدی اور بھی داخل ہوئے تھے جو شاہی ملازم تھے اور

بادشاہ کی جان لینے کی سازش میں گرفتار ہوئے تھے۔ ایک روز ان دو نوں نے کہا کہ اے یوسفؑ میں نے خواب دیکھا ہے کہ شاہی جام میں انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا! میرا خواب یہ ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی کا ٹوکرا اٹھائے ہوا ہوں اور پرندے اس کو کھا رہے ہیں۔

شاید اسلئے کہ ایک کے خواب کی تعبیر اچھی نہیں تھی حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک دوسرا ذکر چھیڑ دیا کہو تو ہم اس بات کی پیش گوئی کریں کہ آج جو جیل کا کھانا تمہارے لیے آئے گا وہ کیا ہے کیسا ہے اور اس کا کیا نام ہے' انھوں نے جواب دیا کہ ایسی باتیں تو نجومی اور جادوگر بھی بتا دیتے ہیں اس پر آپ نے پہلے شرک و بت پرستی کی برائی بیان کی اور توحید پرستی کی تعلیم دی پھر پیغمبرانہ نصیحت کی اور اس کے بعد فرمایا!

اے قیدیو! اپنے خواب کی تعبیر سنو! ایک جو آبدار رہے وہ تو رہا ہو جائے گا اور پھر شاہی خدمت پر مامور ہوگا۔ لیکن دوسرا دار پر کھینچا جائے گا اور پرندے اس کے سر کا بھیجا کھائیں گے' پھر آبدار سے کہا کہ تو جب رہا ہو کر بادشاہ کے حضور میں پہنچنا تو میرے اس بے قصور قید ہونے کا ذکر بھی کرنا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو کب منظور تھا کہ اس کا خاص بندہ ... کا آسرا ڈھونڈے۔ اس لئے آبدار بادشاہ سے آپ کا ذکر کرنا بھول گیا اور آپ کئی برس تک قید ہی میں رہے۔

بادشاہ مصر کا خواب اور حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ اِلٰی آخر رکوع۔

مصر کے بادشاہ ریان نے بھی ایک عجیب و غریب اور خوفناک خواب دیکھا جس کی

اپنے لوگوں سے تعبیر چاہی مگر سب عاجز رہے۔ اب آبدار کو حضرت یوسف علیہ السلام یاد آئے
اُس نے بادشاہ سے ذکر کیا اور اس کی اجازت سے بادشاہ کے خواب کی تعبیر دریافت کرنے
کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانے میں آیا، خواب یہ تھا کہ سات موٹی
گایوں نے سات دبلی گایوں کو کھا لیا اور سات ہری بالیوں نے سات سوکھی بالیوں کو
لپٹ کر خشک کر دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر یہ بتلائی کہ سات موٹی گایوں سے مراد
سات پیداوار کے سال ہیں اور سات دبلی گایوں سے قحط سالی کے سات سال مراد ہیں
اسی طرح سات سبز بالیوں اور خشک بالیوں کا بھی یہی مطلب ہے ساتھ ہی علاج بھی بتا دیا کہ سات
برس تک مسلسل کھیتی کرو اور اُس کے اناج کو بھُس سے جُدا نہ کرو بالیوں ہی میں رہنے دو
تاکہ کیڑا اور گھن خراب نہ کرے۔ اور اس مدت میں ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کیا جائے کیونکہ
اس کے بعد ہی سات برس تک مسلسل خشک سالی رہیگی جس میں وہ جمع کیا ہوا غلہ صرف کیا جائے
اس کے بعد کال کے سمئے گزر جائیں گے اور خوشحالی کی گھڑی آئیگی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے سر پر تاج شاہی۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ إلى آخو یرکوع
شاہ دیان نے ساقی کی زبانی اپنے خواب کی
تشفی بخش تعبیر سنکر حضرت یوسف علیہ السلام
کو اپنے پاس طلب کرنے کے لئے آدمی روانہ
کیا۔ مگر آپ نے قید سے نکلنے سے اُس وقت تک کے لئے انکار کر دیا جب تک کہ آپ پر جو الزام
ہیں اُن سے بریت نہ ہو جائے۔ آپ نے شاہ دیان کے پاس کہلا بھیجا کہ ذرا ان عورتوں
سے ہمارے متعلق دریافت کرے جنہوں نے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ بادشاہ نے

ان عورتوں کو طلب کیا اور حالات دریافت کیئے تو سب نے ایک زبان ہو کر ان کی پاکی کا اقرار کیا۔ اور عزیز مصر کی بیوی نے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ یوسف ع سچے ہیں، اور سارا قصور ہمارا ہے۔

بادشاہ مصر نے دوبارہ کہلا بھیجا کہ اے یوسف ع سب عورتوں نے تمہاری پاکی کا اقرار کرلیا اب تم آجاؤ اور ان کو ان کے کرتوت کی سزا ملے گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا مقصد اس سے سزا دلوانا نہیں تھا بلکہ یہ منظور تھا کہ ایک تو عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ اس کے گھر میں رہ کر میں نے برا کام نہیں کیا اور اس کے پیچھے اس کے پرورش کرنے کا حق ادا کیا اور دوسرے یہ کہ ہر شخص یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ برے کام کرنے والوں کی ہدایت نہیں کرتا اور یہ بھی جو میں کہہ رہا ہوں تو اس لئے نہیں کہ خدانخواستہ اس پر مجھ کو غرور ہے نہیں بلکہ اپنے پروردگار کی شکر گزاری منظور ہے۔

شاہ مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے اوصاف سے پوری طرح آگاہ ہو چکا تھا آپ ع کی ذات کو اس نے غنیمت جانا اور اپنا مختار کل بنا کر قحط وغیرہ کے سارے انتظامات آپ ع کے سپرد کر دیئے۔

برادران یوسف ع

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ الیٰ آخر رکوع

قحط کا اثر عالمگیر تھا اور غلہ مصر کے سوا کہیں نہیں ملتا تھا چنانچہ کنعان سے بھی ایک قافلہ آیا جو برادران یوسف ع پر مشتمل تھا یہ لوگ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو یہ بھائیوں کو پہچان گئے مگر وہ ان کو نہ پہچان سکے۔ جب غلہ دیا گیا تو آدمی پیچھے ایک اونٹ بوجھ کے حساب سے اس پر ان لوگوں نے کہا کہ ہمارا ایک علاتی بھائی بھی گھر پر ہے جس کا اونٹ ہم لے کر آئے تھے کہ اس کے حصہ کا بھی غلہ لیجائیں گے حضرت یوسف علیہ السلام

نے کہا کہ ہم آدمی کے حساب سے غلہ دیتے ہیں اونٹ کے حساب سے نہیں اگر تم کو اپنے بھائی کا حصّہ بھی لینا ہے تو اب کے آنا تو اُس کو بھی ساتھ لیتے آنا، اور اگر ایسا نہیں کیا تو ہم تم کو جھوٹا سمجھ کر پھیر اور سرے سے غلہ ہی نہ دینگے اور خبردار پھر تم ہمارے پاس آنا بھی نہیں۔ ادہر یہ کہا اور ادہر اُن کے تھیلیوں میں اُن کے وہ مال بھی رکھوا دیئے جو غلہ کی قیمت دینے کی غرض سے لائے تھے۔

برادرانِ یوسفؑ جب وطن پہنچے تو سارا واقعہ باپ سے بیان کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بہت تعریف کی پھر تھیلیے کھولے تو اپنی پونجی کو دیکھکر اور بھی خوش ہوئے، اور باپ سے اصرار کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے چھوٹے بھائی بنیامین کو بھی اب کے اُن کے ساتھ مصر کو جانے کی اجازت دیں ورنہ غلہ نہیں ملیگا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے تو راضی نہ ہوتے تھے مگر آخرکار اجازت دیدی اور چند نصیحتیں کیں اور حفظ ماتقدم کی تدبیریں بتا کر اللہ پر بھروسہ کرکے روانہ کیا۔

دو بچھڑے ہوئے بھائیوں کا آپس میں ملنا وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ الی آخر رکوع

کنعانی دوسری مرتبہ جب حضرت یوسفؑ کے دربار میں آئے تو اور بھی زیادہ اُن کی خاطر و مدارات کی گئی، ایک خاص دعوت کے موقع پر یہ انتظام کیا گیا کہ ایک ایک میز پر دو دو سگے بھائی بیٹھ جائیں۔ سب نے ایسا ہی کیا اخیر میں ایک بنیامین بچ گئے اُنھوں نے اپنے کو تنہا دیکھا تو اپنے سگے بھائی حضرت یوسفؑ علیہ السلام کو یاد کرکے رونے لگے، حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ اس کا ایک بھائی یوسف نامی تھا جو اس وقت اس کو یاد آگیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو ہم ان کو اپنے ساتھ لیجا کر کھانا کھلائیں۔ بھائیوں نے کہا کہ آپ کی طرف سے یہ بھی ہماری عزت افزائی ہے۔

الغرض حضرت یوسف علیہ السلام اپنے سگے بھائی بنیامین کو اپنے خاص کمرے میں لے گئے اور اپنے کو ظاہر کر دیا پھر تسلی تشفی دے کر کہا کہ تم ہمارے پاس رہو ہم تم کو کسی طرح سے روک لینگے اور بھائیوں کو ابھی کسی بات کی خبر نہ ہونے پائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے چند روز کے بعد غلّہ وغیرہ دیکر سب بھائیوں کو رخصت کیا تو "شاہی جام" بنیامین کے شلیتے میں اُن لوگوں کی آنکھ بچاکر رکھوا دیا اور پھر اسی الزام میں اُن کو روک لیا، بھائیوں نے رہا کرانے کی بہت کوشش کی مگر آخر کار بے نیلِ مرام کنعان کو لوٹ گئے۔

بدی کا بدلہ نیکی

فَلَمَّا اسْتَايْئَسُوا مِنْهُ الی آخر رکوع

حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب اس نئے حادثہ کی خبر ملی تو حضرت یوسف کا غم تازہ ہو گیا اور بے اختیار ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد کرنے لگے۔ ثابت ہو چکا تھا کہ باوجود حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت کے اللہ تعالیٰ کی محبت کا درجہ بلند اور غالب ہے اور اب وقت تھا کہ رحمتِ الٰہی جوشش زن ہو، اس لئے اس مرتبہ پھر بیٹوں کو بڑی امیدوں کے ساتھ مصر کی طرف روانہ کیا۔

برادرانِ یوسف پھر حضرت یوسف کے پاس حاضر ہوئے اور اپنے باپ کی طرف سے جو کہنا تھا وہ کہا اور بتایا کہ ہم چور نہیں ہیں۔ بنیامین بوڑھے باپ کا سہارا تھے اُن کو آپ نے روک لیا ہے اس سے ہمارے باپ اور بھی محزون ہو گئے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے باپ کا پیام سنا تو ضبط نہ کر سکے اور بے اختیاری کے عالم میں بھائیوں سے بولے کہ وہ وقت بھی یاد کرو کہ یوسف کے ساتھ تم نے کیا کیا تھا، بھائی پہلے سے بھی کچھ کچھ بھانپ رہے تھے کہ ہو نہ ہو یہ یوسف ہے اب جو اُن کی زبان سے اس کلمہ کو سنا تو بے ساختہ بول اُٹھے کہ "کیا تم یوسف ہو" حضرت یوسف نے کہا "ہاں! ہم یوسف ہیں" اور بنیامین

ہمارا بھائی ہے ہم پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل فرمایا اور وہ واقعی گناہ سے بچنے والوں اور ایذا دہی پر صبر کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔

بھائیوں نے بھی اعتراف کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم سب پر فضیلت دی اور در اصل ہم سب قصور وار ہیں جو چاہے سزا دو، کریم ابن الکریم نے ہنس کر کہا! لاتثریب علیکم الیوم، آج تم پر کوئی الزام نہیں، ہم تمہارا قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی تم کو معاف فرمائے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

کچھ دنوں تک بھائیوں کو شاہی مہمان رکھا پھر اہلِ کنعان اور اہل خاندان کے لئے بیش قیمت تحائف دیکر باپ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ آپ سب لوگ کچھ دنوں کے لئے ہمارے پاس تشریف لے آئیں یہ حال بھی معلوم ہو چکا تھا کہ فراق میں روتے روتے باپ کی آنکھیں جاتی رہی ہیں اس لئے اپنا قمیص بھی دیا اور کہا کہ اس کو والد بزرگوار کے چہرۂ مبارک پر ڈالنا گئی ہوئی روشنی پھر آجائے گی۔

انجام

فَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ الی آخر رکوع

مصر سے جب کنعان کی طرف قافلہ روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچ گئی اور جب پیراہن یوسفی یعقوب علیہ السلام کے چہرۂ مبارک پر ڈالا گیا تو آنکھیں روشن ہو گئیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اب تک جو صدمے اٹھائے وہ ضرب المثل ہیں لیکن اس وقت جو خوشی حاصل ہوئی اس کا اندازہ بھی کون کر سکتا ہے بیٹوں نے بھی اپنی خطا کا اقرار کیا اور کہا کہ اے والد بزرگوار اللہ تعالیٰ سے بھی ہمارے گناہ بخشے جانے کی دعا فرمائیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے پورے خاندان کو مصر میں اپنے پاس آنے کی دعوت دی

تھی اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام سب کو لے کر مصر میں آئے، اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام نے انکی رہائش اور استقبال کو جو کچھ شاہانہ انتظام نہ کیا ہو وہ کم ہے تخت شاہی پر اپنے باپ اور اپنی خالہ کو جو بمنزلہ ماں کے تھیں اور جنہوں نے ان کی پرورش کی تھی اپنے ساتھ بٹھایا اور سب بھائی سجدۂ تعظیمی بجالائے اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا خواب یاد آگیا اور کہا کہ اے باپ یہ ہمارے خواب کی تعبیر ہے۔

یہ بھی روایت ہے کہ زلیخا نے اسلام قبول کیا، وہ بوڑھی ہو چکی تھیں پھر حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا سے دوبارہ جوان ہوئیں اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی شادی ہوئی اور دو لڑکے بھی ہوئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو عمر کا حصہ بھی بہت بڑا تھا، ان بیش بہا بخششوں پر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دعا کی کہ دنیا اور آخرت میں تو ہمارا کارساز ہو اور اے میرے خدا مجھے اپنی فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا اور اپنے خاص بندوں میں شامل کرے۔

خوشنودیٔ محبوب

جب کسی ایک چیز کی محبت کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے تو دوسری چیز کی محبت مغلوب ہو جاتی ہے یہاں تک کہ محب بھی محبوب ہی کا تابع فرمان بن جاتا ہے اور اب صرف اس بات میں اس کی مسرت پنہاں ہوتی ہے کہ کاش اس کا محبوب اس کو کوئی حکم دے اور اس کے بجالانے کا وہ فخر حاصل کر سکے۔

پس یہ ناممکن ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور وہ سراپا محکوم سراپا عبد بنکر کائنات کی ہر شے کو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نثار نہ کر دے!

"مصلح"

مُحبّتِ الٰہی

محبت کا مقام

(مولانا صوفی سید شاہ عبدالقادر صاحب حیدرآبادی)

بندے سے اُس وقت تک کوئی نیک کام صادر نہیں ہو سکتا جب تک اللہ پاک کی جانب سے اُس کے دل میں توفیق کے نور کا شعلہ مشتعل نہ ہو۔

توفیق باب تفعیل سے ہے اس کے معنے کسی کو اپنے موافق کر لینے کے ہیں اور توفیق الٰہی سے مراد یہ ہے کہ خدا جب تک بندے کو اپنے افاضۂ لطف و کرم کے لئے موافق نہ بنائے گا اُس پر کسی صفتِ الٰہیہ کا افاضہ نہ ہو گا۔ تو معلوم ہوا کہ تخلقوا باخلاق اللہ کی تحصیل اس وقت تک محال ہے جب تک خود خدائے پاک محل کو درست نہ فرمائے۔ اور اسی درستگیٔ محل کا نام تسویہ ہے اور ہر تسویۂ قالب کے بعد اُس قالب میں رُوح کا پھونکا جانا حسبِ قرار دادِ سنتِ الٰہیہ لازم ہے۔

رُوح سے مراد مقوم شئے ہے یعنی جس امر کی وجہ سے کسی شئے کا قیام وابستہ ہوتا ہے اسی امر کو رُوح کہتے ہیں۔ "دل بھی ایک قالب ہے اور اس کی روح محبت" دل میں اگر محبت نہ ہو تو اس کی مثال تن بے جان کی ہے بلکہ بے جان قالب درحقیقت وہ قالب ہے جس کی تعبیر ہم مردہ پن سے بھی نہیں کر سکتے۔

انسان بھی اُس وقت انسان ہو سکتا ہے جب کہ اس کے قالب میں اُس کی رُوح جلوہ گر اور کارفرما ہو۔ کیونکہ قالب اور روح کے باہمی امتزاج کا ہی نام انسان ہے محض قالب کا شمار حیوانیت میں ہے اور محض روح کی گنتی ملکوت میں اس لئے "قالب حیوان" اور "روح

ملک" کا نام ہے اگر انسان نے اپنے کو محض رُوحِ مطلق بنا لیا تو فرشتہ ہو جائے گا اور اسی طرح محض قالب کی طرف متوجہ ہوا تو حیوان بن کر رہ جائے گا

اوپر کی تقریر سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ محض قالب کا شمار تو جمادات میں ہے اس کو حیوانیت میں کیونکر شامل کیا جا سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میری مراد قالب سے قالبِ جمادی نہیں ہے۔ بلکہ قالبِ حیوانی ہے یعنے وہ قالب جس نے رتبہ جماد سے ترقی کرکے حیوانیت کے مرتبہ تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کو مرتبۂ ناسوت کی انتہائی ترقی کہنا چاہیئے۔ یہ مسئلہ بھی یہاں سے سمجھ میں آ جانا چاہیئے کہ جب جماد حیوانیت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو انسانی رُوح کے قالب کا تسویہ ہو جاتا ہے اور اب اس میں رُوحِ انسانی پھونکی جاتی ہے۔

انسان کی تخلیق سے مقصود محض گرم بازاریِ عشق و محبت ہے جس کی نہ حیوانیت میں قوت تھی نہ ملکوت میں مگر یہی دونوں جب آپس میں ملا دیئے گئے تو ایک قالب تیار ہوا جس میں رُوحِ عشق و محبت کے پھونکے جانے کی استعداد ہو گئی۔ اس وقت جنابِ باری نے عشق و محبت کی مقدس رُوح کو پھونک دیا۔

یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ جسطرح حیوانیت انسانیت کا قالب ہے اسی طرح انسانیت بھی قالبِ رُوحِ عشق و محبت ہے۔ اور انسانیت جب درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو گویا عشق و محبت کی رُوح کے لئے قالب کا تسویہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ طے شدہ امر ہے کہ قالب کے تسویے کے بعد رُوح کا پھونکا جانا لازمی ہے لہٰذا خدائے پاک جب چاہتا ہے کہ کسی قالب میں عشق و محبت کی رُوح کو پھونکے تو پہلے اُس قالب کو انسانیت کے درجۂ کمال کو پہنچا دیتا ہے اور اسی پہنچا دینے کا نام توفیق ہے۔

روحِ عشق ومحبت کا محل انسان کے قالب میں دل ہے، آپ کہہ سکتے ہیں کہ دل تو قالب ہے اور عشق ومحبت اس کی روح۔ قالب و روح کے اجتماع کے ساتھ ہی شئے کی شئیت قائم ہو جاتی ہے۔ تو گویا جس دل میں عشق ومحبت نہ ہو وہ دل ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر دل ہوتا تو روحِ عشق کا قالب مسوّے ہوتا اور یہ معلوم ہے کہ تسوے کے بعد روح ضرور پھونکی جاتی ہے۔ پس جب روح نہیں ہے تو قالب و مسوّے بھی نہیں ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جس دل میں عشق ومحبت کی روح نہیں ہے وہ درحقیقت دل ہی نہیں ہے۔

دل کا تسلّط حواس خمسۂ ظاہری و باطنی پر مسلّم ہے جو محتاج بیان نہیں دل میں جو شئے بیٹھ جاتی ہے وہی حواس میں آتی ہے جس کے متعلق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے حُبُّكَ الشَّيْئَ يُعْمِي وَيُصِمُّ۔ دل میں بیٹھی ہوئی شئے آنکھ، کان اور جملہ حواس میں اُتر جاتی ہے۔ اور محبت اسی کو کہتے ہیں کہ دل کسی شئے کی طرف مائل ہو جائے اور جو شئے اس میلان قلبی کے بعد دل میں بیٹھ جائے اس کو محبوب اور صاحب دل کو مُحِب کہتے ہیں۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قولِ مبارک کی تصدیق باریتعالیٰ کے کلام اِنَّمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ سے بھی ہو رہی ہے تو اگر حضرت جلیل الشان جلیت عظمتہ کسی کے دل میں بیٹھا ہوا ہے تو جس طرف نظر اٹھے گی وہی نظر آئے گا جو آواز کان تک پہنچے گی اسی کی ہوگی۔

اگر کوئی شخص کسی شئے کی محبت کا دعوےٰ کرے تو اس کے سامنے غیر محبوب کی تصویر پیش کر کے دریافت کرو کہ یہ کس کی تصویر ہے اگر اس نے کہہ دیا کہ میرے محبوب کی تصویر ہے یہاں تک کہ ہماری استفساری آواز کو بھی وہ اپنے محبوب دلنشین کی آواز کہے تو تم اس کی ضرور تصدیق کرو اور اس کو محب اور اس شئے کو محبوب تسلیم کرو اور اگر اس کے خلاف

ہے تو فوراً تکذیب کر دو۔

ایمان و محبت ایمان نام ہے محبت کا اَلا لَاایمان لمن لامحبت لہ۔ اسلئے مدعیان محبت خدا و رسول کو لازم ہے کہ آنکھ اور کان کے دو گواہ اس بات کے لئے پیش کریں کہ ان کی آنکھ اور ان کے کان کا کیا حال ہے اور نہیں تو ہم یقیناً ان کو مومن حقیقی ماننے میں تامل کریں گے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی بعثت مبارک کی حقیقی غرض یہی ہے کہ دلوں کو خدا کی ذات و صفات سے معمور فرما دیں۔ ایسے جلیل القدر نبیؐ اور اُن کا یہ کام درحقیقت عند اللہ محبت کی جلالت و عظمت اور گرانقدری کی بیّن شہادت ہے پس حقیقی ایماندار اور سچا مسلمان وہی ہے جس کو خدا اور رسول کی محبت ہو۔

لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ مسلمان کے یہ معنیٰ ہیں کہ اس کے اعضاء و جوارح ظاہری سے بھی اپنے محبوب دلنشین کی محبت کے انوار برستے ہوں "محبت کی قدر و قیمت" مشک سے بھی زیادہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ مشک جہاں ہوگا اُس کی خوشبو ضرور پھیلے گی یہ وہ مشک کی بو ہے جو نبوت کا کام کرتی ہے تو تمہارے اعضاء اور جوارح کے انوار جب مثل بوئے مشک حضرت دلنشین کی نبوت کا فرض ادا کر رہے ہیں تو گویا تمہارے یہ اعضاء و جوارح نور نبوت سے معمور ہیں اور تمہارا دل منزل گاہ لا الٰہ الا اللہ اور اعضاء و جوارح مظہر محمد الرسول اللہ ہوئے۔

حقیقی کلمہ کا ذکر یہی ہے صرف زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہہ دینا حقیقی مومن نہیں بنا سکتا بلکہ حقیقی مومن تو وہ ہے جس کے دل میں خدا کی محبت اور اس کا نور جو درحقیقت صورت محمدیؐ ہے اُس کے اعضا اور جوارح سے ہر آن ظاہر ہوتے رہیں۔

اِنْ تَنْصُرُ اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا" وہ ایمان

اور اس کے آثار و برکات جس کا اوپر بیان ہوا اس کا حصول بھی توفیقِ الٰہی پر موقوف ہے اور اب ضرورت اس بات کی تلاش کی ہے کہ توفیقِ الٰہی کو کس طرح حاصل کیا جائے تو اُس کے لئے بھی خود ذات باری تعالیٰ نے فرما دیا ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ۔ معلوم ہوا کہ نورِ توفیق کے حاصل کرنے کے لئے ہم کو بھی کچھ کرنا چاہیئے اور وہ استعداد و قابلیت پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا جیسے چراغ، تیل اور بتی اور اللہ کا کام اس کا روشن کر دینا ہے تو گویا ہمارا مستعد اور قابل بنجانا ہماری طرف سے مدد کرنا ہے اور اللہ کا مشتعل فرما دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت ہے۔

اہل الذکر و القرآن

نصرت جانبین کا جو کچھ اوپر بیان ہوا اس سلسلے میں ہمارا فرض قابلیت اور استعداد کا پیدا کرنا ہے اس کے لئے اہل الذکر کی صحبت اور حقائق قرآنیہ پر غور و تامل کرنا اور اسکی ذریعہ سے اپنے ظاہر و باطن کو سنوارنا ہے۔ اسکی پہچان اوامر کا بجالانا اور نواہی سے پرہیز کرنا۔ صاحبِ صلاح و فلاح اور اخلاقِ حسنہ کے زیور سے آراستہ ہونا ہے یہی حصولِ استعداد و قابلیت ہے جو درحقیقت توفیقِ الٰہیہ کا مسوّے قالب ہے، پھر اس کی رُوح یعنی نورِ توفیق کا اس میں پھونکا جانا لازمی ہے اور نورِ توفیق خود ایک قالب ہے اور اس کی رُوح "محبتِ الٰہی"۔

شانِ عبدیت

مطلوب ہمارا تُو ہی مقصود ہمارا تُو ہے
سجدہ ہیں کیا یا ہم مسجود ہمارا تُو ہے

جس حال میں تُو رکھی راضی برضا ہیں ہم
ہم عبد ہیں اے مالک معبود ہمارا تُو ہے

"مُصلح"

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ ۔

پہلے قطاع الطریق اور ڈاکوؤں کے سردار تھے، اور علاقہ سرخس میں دن دہاڑے ڈاکے ڈالا کرتے تھے چنانچہ اُن کا یہ بھی دستور تھا کہ جس قافلہ کو لوٹتے، اس کا نام و پتہ مع تاریخ وغیرہ کے لکھ لیتے اور یہ بھی عادت تھی کہ جس قافلہ میں عورت یا لڑکا ہوتا اُس کو نہیں لوٹتے تھے۔

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ بڑے پایہ کے بزرگ ہوئے ہیں اُن کے تائب ہونے کا یہ واقعہ ہے کہ ایک رات اپنے گھر کو جا رہے تھے کہ ایک گلی سے گزر ہوا، کانوں میں آواز آئی کہ کوئی شخص اپنے بالاخانے پر یہ آیت شریف پڑھ رہا ہے۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ! کیا ایمان والوں کے لئے اب بھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف جھک پڑیں۔ انہوں نے سُن کر کہا "ہاں البتہ وہ وقت آگیا ہے" اور وہیں سے اُن پر ایک حال طاری ہوا اور ڈاکہ زنی کے پیشہ سے سچے دل سے توبہ کی۔

تائب ہونے کے بعد وہ فہرست نکال کر دیکھی جس کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ لوٹ کا سامان جو کچھ موجود تھا اُن کو اُن کے مالکوں کے گھر لیجا کر دیا، قصور کی معافی چاہی اور جو مال صرف ہو چکا تھا اُس کے بارے میں عذر کر کے بخشوایا اور یہ کہکر راضی کیا کہ

میں فضیل ہوں وہ مال میرے پاس سے صرف ہو گیا ہے۔ اب میں نے لوٹ مار سے توبہ کی ہے، آئندہ ایسا کام نہ کروں گا تم اپنے حقوق پر راضی ہو کر بخشدو تاکہ بارگاہ ایزدی میں ہماری دُعا قبول ہو۔

خواجہ کے اس صدق دل سے عذر و معذرت پر بعضے تو اپنا مال طلب کرتے اور بعضے کہتے کہ ہم نے بخشدیا۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ ایک یہودی تک پہنچا۔ جس کی کچھ اشرفیاں لوٹ میں جاتی رہی تھیں۔ یہ اُس کے پاس بھی آئے اور کہا:

خواجہ فضیلؒ! مجھے تو جانتا ہے کہ کون ہوں؟

یہودی! نہیں! میں تم کو نہیں جانتا

خواجہ فضیلؒ! میرا نام فضیل ہے جو ڈاکہ زنی کے سبب سے مشہور ہے۔ اب میں اپنے کام سے شرمندہ ہوں اور توبہ کی ہے۔ ہمارے دین میں یہ بات ہے کہ توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کہ مدعی راضی نہ ہو۔ میں نے تیری کچھ اشرفیاں لوٹ میں لی تھیں وہ خرچ ہو گئی ہیں۔ پیدا کر کے تجھکو دونگا۔ یہ بجائے قرض میرے ذمہ ہونگی۔ مگر اس وقت راضی ہو تاکہ توبہ قبول ہو۔

یہ سنکر یہودی گھر میں گیا اور پھر جلد ہی واپس آکر بولا

یہودی! اے فضیل میں نے قسم کھائی ہے کہ جبتک اپنا مال تجھ سے وصول نہ کرونگا ہرگز راضی نہ ہوں گا۔

خواجہ فضیلؒ! مجھ سے قبالہ لکھوا لے کہ میں تیرا مال ضرور دونگا مگر فی الحال مجھ کو معاف کر دے تاکہ توبہ قبول ہو۔

یہودی! میں کیا کروں، قسم کھا چکا ہوں، اس لئے اس کے خلاف نہیں کر سکتا

خواجہ فضیلؒ ! یہ سنکر حیران رہ گئے اور پھر بولے خدا کیلئے مجھکو معاف کردیں میں تیرا عمل ضرور دیکھ لونگا
یہودی ! یہ مشکل ہے، خیر تمہاری خاطر سے ایک حیلہ کرتا ہوں تاکہ میری قسم پوری ہو جائے
وہ اسطرح پر کہ میرے پاس اور بھی سونا ہے وہ تم کو دیتا ہوں، تم اس کو اپنے ہاتھ میں لیکر
مجھ کو واپس کردو تاکہ قسم پوری ہو جائے اور میں حانث نہ ہوں۔
خواجہ فضیلؒ ! اچھی بات ہے ایسا ہی کر
یہودی خواجہ فضیلؒ کو اپنے ساتھ لیکر گھر میں گیا اور ایک ہمیانی کی طرف اشارہ
یہودی ! اس رکھی ہوئی ہمیانی میں زرِ نقد ہے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھکو دیدو
حضرت خواجہ نے ایسا ہی کیا۔ یہودی نے اس کو کھول کر دیکھا اور کہا ! مجھ کو جلد کلمہ
توحید پڑھاؤ کہ میں اسلام لاؤں۔ آپ نے اس کو مشرف باسلام کیا، پھر پوچھا
خواجہ فضیل ! کیا بات دیکھکر تو ایسا جلد مسلمان ہوا اور اس سے پہلے اسلام سے راضی نہ تھا۔
یہودی ! میں نے توراۃ میں پڑھا ہے کہ تائب کی توبہ قبول ہونے کی یہ دلیل
ہے کہ وہ خاک اور سنگریزے کو ہاتھ لگائے تو سونا ہو جائے۔ جب آپؒ نے باتیں
شروع کیں تو میں نے پہلے گھر میں آکر کچھ خاک و سنگریزے تھیلی میں بھر کر رکھدیا اور سوچا
تھا کہ اگر تم سچے ہو اور تمہاری توبہ قبول ہے تو یہ خاک اور سنگریزے تمہارے ہاتھ میں سونا
بنجائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لہٰذا میں تمہارے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا۔
یہودی کے مسلمان ہونے کے بعد یہودی کا سارا خاندان بھی مسلمان ہوگیا
یہاں تک کہ اس واقعہ کو جس نے جس نے سنا وہ بھی اسلام لے آیا۔
قرآن مجید کی جس آیت نے حضرت خواجہ فضیلؒ کو اس رتبہ پہنچایا وہ اب بھی قرآن میں موجود ہے
پھر کون ہے جو حضرت خواجہ کی سنت کو ادا کرے۔

معنی دار قرآن مجید

مع

بچوں کی تفسیر

آٹھ روپے

معنی دار پارۂ عم

مع

بچوں کی تفسیر

ایک روپیہ

ملنے کا پتہ تحریک قرآن اکیڈمی حیدرآباد دکن

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس



الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبهم لذکر اللہ
کیا ایمان والوں کے لیے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر قرآن کی طرف جھک پڑیں
القرآن
ترجمان
مرتبہ
ابو محمد مصلح کان اللہ لہ
حیدرآباد دکن
سالانہ پانچ روپے

عالمگیر تحریکِ قرآن

جلد (۱) | فہرست مضامین ترجمان القرآن ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۱ ہجری | نمبر (۲)

دنیائے قرآن

ہرہائنس والیہ سروک اور قرآن

مس گلیڈیز پامر جو سر والٹر پامر آنجہانی رکن پارلیمنٹ کی اکلوتی، دولتمند بیٹی ہیں لندن کی گندہ سوسائٹی میں بکران کو روحانی اذیت حاصل ہوئی اور یہی ان کو اپنے آبائی مذہب نصرانیت سے بیزار کردیا۔ ان کی ان کران کے ایک دوست نے قرآن کریم کا ایک انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ یہ کہتی ہیں کہ "میں نے قرآن کو شروع سے آخر تک بار بار پڑھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر میرے دل میں اسلام کی سادگی اور محاسن پیر گئے" اور آخر کار ۸ فروری ۱۹۳۲ء کی صبح کو ڈاکٹر خالد شیلڈرک کے ساتھ ہوائی جہاز میں بیٹھکر پیرس روانہ ہوئیں۔ سردی کے باوجود موسم نہایت خوشگوار تھا، آفتاب کی تیز اور چمکیلی کرنیں دل کو گرما رہی تھیں جس کو نیک فال پر محمول کیا گیا۔

طیارہ رودبار انگلستان سے گزر رہا تھا، پانچہزار فٹ بلندی سے نیچے سمندر کا نیلا پانی نظر آرہا تھا، آفتاب کی کرنیں پانی میں عجیب کیفیتیں پیدا کر رہی تھیں یہ وقت اسلام لانے کے لئے موزوں خیال کرکے ہر ہائنس اٹھ کھڑی ہوئیں اور اپنا داہنا ہاتھ ڈاکٹر خالد شیلڈرک کے ہاتھ میں دے کر کلمۂ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ کا اعادہ کیا جس کے بعد ہی خود کو زندگی کی دوسری منزل میں پایا۔

ہر ہائنس کہتی ہیں کہ پیرس پہنچکر جو سب سے پہلے کانوں کو تڑپا دینے والی آواز آئی یہ موذن کی آواز تھی جو کعبہ کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑا ہوا اذان کہہ رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے سب سے پہلی نماز پیرس کی خوشنما مسجد میں ادا کی۔

جرمنی اور قرآن

جرمنی کو قرآن سے نسبتہً ایک لگاؤ ہے اور وہ جس انداز میں ہے یقیناً برطانیہ کیلئے رشک کے قابل ہے کیونکہ اودھر گوئٹے ہے اور ادھر ہمارے گوئیتھا اور سیل صاحب ہیں ایک قرآن کا شیدائی ہے تو دوسرا دو شوخ نگاہ نقاد اور بے ڈھرک معترض۔

ابھی حال میں مکہ شریف کے مشہور نسخہ کلام شریف شیخ علی القاری جس کی نقل عرب کے نامی کاتب حافظ عثمان نے خلیفۃ المسلمین سلطان ترکی کی تلاوت کیلئے لی تھی اس کو فوٹو بلاک کے ذریعہ سے جرمنی کے ایک فرم نے طبع کرایا ہے۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ ہر حیثیت سے قرآن مجید بہت اچھا اور بہت خوبصورت چھپا ہے۔

امتناع مسکرات اور حکومت نظام

انجمن ترک مسکرات سکندرآباد کی ایک تفریح گاہ کے افتتاح کے موقع پر جس کا نام کینز ریکریئیشن ٹمپرنس روم ہے صاحب ریذیڈنٹ بہادر بریگیڈیر جنرل کینز نے فرمایا:

"سکندرآباد میں جب کبھی سوشل کاموں کیلئے روپیہ طلب کیا جاتا ہے تو آبکاری فنڈ سے ہی اس کی سبیل ہوتی ہے اس سے ثابت ہے کہ آبکاری فنڈ ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی خرچ نہیں ہوتا۔"

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "ہماری زندگی کا بیشتر حصہ اسلامی ریاستوں میں گزرا ہے جہاں منشی اشیا کا استعمال مذہباً ممنوع ہے۔"

حکومت نظام کو عام طور پر اسلامی حکومت کہا جاتا ہے اسلئے مندرجہ بالا اقتباسات کو خاص طور پر پیش کرتے ہوئے اس قسم کے جملہ ممنوعات شرعیہ مثلاً سینما، تھیٹر، جوا کھانے وغیرہ سب کے متعلق قرآن مقدس کی ایک آیت کی تلاوت کافی ہے انما الخمر والمیسر والازلام رجس من عمل الشیطان ۔

کیا عوام اب بھی اس سے عبرت حاصل نہیں کریں گے اور علمائے کرام اور صوفیائے عظام اب بھی اس کے دور کرنے کی طرف صحیح قدم نہیں اٹھائیں گے اور کیا حکومت نظام کے ارباب حل وعقد حکومت کی نام آوری کے لئے اس تہمت کے مٹانے کی طرف خاص طور پر توجہ نہ فرمائیں گے۔ اخبارات کا فرض ہے کہ مسلسل اور پیہم مقالات سپرد قلم کریں تاکہ اس طرح کی انگشت نمائی کا موقع باقی نہ رہے۔

بمبئی گورنمنٹ اور بچوں کی تفسیر

الحمد للہ "بچوں کی تفسیر" کو عام طور پر پسند کیا جا رہا ہے، حال میں اردو اسکول بک کمیٹی پونا نے اردو پرائمری اسکولوں میں لڑکوں کو انعام دینے اور لائبریریوں کے لئے سرکاری طور پر منظور کیا ہے جس کے لئے ممبران ہر طرح شکریے کے مستحق ہیں۔

ترجمان القرآن کا ٹائٹل

"ترجمان القرآن" کا ٹائٹل حیدرآباد دکن کے مایۂ ناز آرٹسٹ جناب عبد القیوم ایم۔ اے صاحب کے غور فکر اور موئے قلم کا نتیجہ ہے، فن سے متعلق جو اس میں خوبیاں ہیں وہ سرسری طور پر دیکھنے سے ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً مثلث، دائرہ، اور خط ان ہی چیزوں پر دنیا کا نظام اور انسان کی زندگی کا دارومدار ہی اور یہ سب چیزیں نہایت خوبی کے ساتھ موجود ہیں۔

ملاحظہ ہو "ترجمان" کا "الف" اور "القرآن" کا الف ہر دو عمود بناتے ہیں اور پہلا مثلث جس کے اندر القرآن لکھا ہوا ہے اصل مثلث ہی لیکن اسکے علاوہ ایک دوسرا مثلث بھی ہے جو پہلے مثلث کا رہنما ہے یعنی "ترجمان" "القرآن" کی طرف توجہ منعطف کرا رہا ہے۔

القرآن کی روشنی کرۂ ارض پر پڑ رہی ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن ساری دنیا کے لئے نور اور ہدایت ہے اور یہ گویا ان ھو الا ذکر للعالمین کی خاموش تفسیر ہے۔ اس عنایت سے ممکن تھا کہ آرٹسٹ کی خوشنما چشانی پر اسی آیت شریف کا مونوگرام قائم کیا جاتا لیکن برعکس اس کے ایسی آیت کا انتخاب کیا گیا ہے جس کا تخاطب براہ راست خاص کر مسلمانوں سے ہے، اس میں یہ درد پنہاں ہے کہ جو چیز جملہ اقوام عالم کے لئے ہدایت نامہ تھی حیف ہے کہ آج خود مسلمان اس کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اب اس کے بعد ایک مرتبہ پھر ٹائٹل کے سرناصیہ کی آیت شریف کی تلاوت فرمائیے:۔ (ہلدی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْـحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْـحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ قرآن حکیم

کہو۔ خدایا شاہی و جہانداری تجھی کو سزاوار ہے۔ تو جسے چاہے ملک بخشے اور جس سے چاہے چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ اس طرح کی بھلائی تیرے ہی اختیار میں ہے۔ بیشک تیری قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ تو ہی رات کو دن میں لے آتا ہے اور دن کو رات میں۔ جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے۔ اور تو جسے چاہتا ہے اپنے خزانہ کرم سے بے حساب بخش دیتا ہے۔

دنیا خدا کی ہے اور خدا ہی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اس کو جس طرح چاہے چلائے یا چلانے کا حکم دے۔ اس میں کسی قوم اور کسی ملک کا استثنا نہیں۔ احمر ہو یا اسود، مشرقی ہو یا مغربی، امریکی ہو یا افریقی۔ غرض اس آسمان کے نیچے جو کوئی بھی بستا ہے اور اپنے کو انسان کہتا ہے اس کے لئے قدرت کا قانون ایک ہے اور اس کی پیدائش کا صرف ایک ہی منشا ہے۔ اس قانون اور اس منشا کے سامنے جو کوئی سر تسلیم خم کرے گا وہ انسان ہے، وہ کامیاب ہے اور خدا کا پیارا ہے۔ برعکس اس کے جو کوئی سرتابی کرے گا وہ خاطی ہے، طاغی ہے، باغی ہے اور اس کو ضرور سزا ملنی چاہئے۔ یہ سنت اللہ ہے اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا

ہر حاکم اور ہر بادشاہ اپنی اپنی رعیت کے لیے یہی کر رہا ہے اور اپنے اپنے محدود اور عارضی دائرے میں
اسی امر کو حق بجانب سمجھ رہا ہے پس اس میں شک و ریب و عذر و معذرت کی کوئی گنجائش نہیں ہوسکتی کہ سب
حاکموں کا حاکم، سب بادشاہوں کا بادشاہ اور سب مالکوں کا مالک خدا بھی اپنی زمین پر بسنے والے اپنے
آسمان کے نیچے رہنے والے اپنی ہوا میں سانس لینے والے اور اپنی پیدا کی ہوئی اشرف مخلوق کو جو چاہے حکم
دے اور اس کی زندگی کا منشا جو چاہے مقرر کرے اور اس کی خلاف ورزی کی شکل میں جس طرح کی چاہے سزا دے

اگر ایک باپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی اولاد سے اپنی فرمانبرداری اور اطاعت کا خواستگار ہو اگر
ایک آقا اس بات کا مجاز ہے کہ وہ اپنے ملازم پر چند سکوں کے عوض اپنی خوشنودی کے موافق فرض عائد کرے
اور اگر ایک بادشاہ کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنی محکومی کیلئے ہر اس چیز کو اپنی رعایا کیلئے جائز سمجھے
جو اس کے حیطۂ امکان میں ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ جس نے اولاد اور والدین، آقا اور ملازم، بادشاہ
اور رعیت سب کو پیدا کیا اور سب کا آقا اور سب کا بادشاہ ہے وہ اپنی محکومیت اور اپنی اطاعت اور اپنی
فرمانبرداری کا ان سے کیوں نہ مطالبہ کرے ۔

اگر والدین اولاد کی عارضی پرورش کر کے، آقا تنخواہ دیکر، بادشاہ چند انتظامی امور انجام دیکر انسانوں
سے اپنی اپنی خواہش کے مطابق خدمات حاصل کر سکتا ہے تو تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا کہ وہ خدا جس نے
اپنی ربوبیت، رحمانی اور رحیمی کے لاانتہا ہی انعامات سے نواز انواز رہا ہے نواز تا رہے گا، ہوا، پانی،
زمین، آسمان، چاند، سورج، دریا، پہاڑ اور خود انسان کے جسم کے اندر اور جسم کے باہر جو کچھ بھر دیا ہے
کیا اس کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے ۔

اور پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کا منشا اور اس کا مطالبہ الگ الگ اور جدا جدا ہو، جس طرح کائنات
کے اندر قدرت کا ایک ہی ہاتھ کام کر رہا ہے اور ہر شخص ایک ہی قانون میں جکڑا ہوا ہے ٹھیک اسی
طرح اس کا منشا انسانوں کی تخلیق سے بھی صرف ایک ہی ہو سکتا ہے، یہودی ہو، یا نصرانی، سکھ

ہوں یا پارسی، ہندو ہوں یا مسلمان اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہو سکتی اس لیے ہر قوم اور ہر ملک ہر قریہ کے لئے خدا کا پیغام آیا اور خدا کے رسول مبعوث ہوئے، ولکل قوم ھاد

ہر مذہب نے ایک ہی چیز کی تعلیم دی اور ہر آسمانی پیغام اور اس کے پہنچانے والے نے ایک ہی چیز کی دعوت و تبلیغ کی، اور یہی ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ یہ پکار ایک کی طرف سے تھی یہ آنے والے ایک کی طرف سے آئے تھے، وہ پکار اور وہ دعوت و تبلیغ کیا تھی غور کرو تو معلوم ہو جائیگا کہ زمین والوں کو آسمانی قوانین میں جکڑنا اصل مقصود تھا جس کو اصلاح کے نام سے پکارا گیا اور اس کی خلاف ورزی فساد کہا گیا اور پھر تاکیداً کہا گیا ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا۔

جو کچھ کہا گیا یہ حقیقۃ الامر تھا لیکن آج کیا حال ہے جس طرف دیکھو خود سری اور خود پرستی ہے۔ اب منشائے خداوندی کے پورا کرنے کی تڑپ کسی کے دل میں نہیں، افراد اسی دھن میں ہیں اور قومیں اسی ادھیڑبن میں۔ رعایا اسی کی شکار ہے اور حکمران اسی کے طلبگار، والدین اسی طرف بلا رہے ہیں اور اولاد اسی طرف جا رہی ہے اور اساتذہ اسی کی تعلیم دے رہے ہیں، مذہب کے نام پر بھی یہی کیا جا رہا ہے اور سلطنت کے نام پر بھی اسی کی طلب ہے۔

منشائے خداوندی کے مطابق نہ تو ہم محکوم رہنا چاہتے ہیں اور نہ حاکم ہم پر حکومت کرنا چاہتا ہے، خوشنودی مولا کے لئے نہ تو آج ہم زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں نہ کل کیلئے کوئی امید ہے، جدھر دیکھو فرعونیت ہے اور جس طرف نظر اٹھاؤ ایک قسم کی نمرودیت ہے۔ الا ماشاء اللہ

ہمیشہ افراد کی فطرت میں اسی کو ڈالا گیا اور قوموں کو اسی کی تعلیم دی گئی تھی۔ اسی کا نام مذہب تھا اور اسی کو اسلام کہتے تھے لیکن آج مغائرت کی انتہا نظر آتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص اور ہر قوم کا ایک الگ مذہب ہے اور ایک الگ اسلام ہے وکل حزب بما لدیھم فرحون۔

یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا اور اس کے لئے کوئی بھی جدوجہد نہیں کرتا کہ خدا کی یہ اشرف مخلوق یکجہتی کے ساتھ پھر خدا کے منشا کو پورا کرنے میں لگ جائے جو ایک ہی ہو سکتا ہے دو[۲] اور تین[۳] نہیں۔

مذہب کی تعلیم ہمیشہ سے ایک ہی رہی کیونکہ خدا کا منشا ایک ہی تھا۔ قوموں نے بار بار اسکو بھلایا اور پیغمبرانِ وقت نے بار بار اگر اس کو یاد دلایا۔ آخیر میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے قرآن کی تعلیم دی گئی جس کو قیامت تک کے لئے آخری پیغام اور آخری دعوت قرار دیا گیا اور ایک قوم یعنی مسلمانوں کو اس کے لئے منتخب کیا گیا کہ وہ اب اسی فرض کو ادا کرتے رہیں گے جس کو انبیا و رسل ہمیشہ سے انجام دیتے آ رہے تھے لیکن اس انتہائی مصیبت کا کیا ٹھکانا ہے کہ رہبر خود رستہ بھول گیا اور روشنی دکھانے والا خود ہی تاریکی میں ہے کیونکہ اسنے چراغ کو گل کر کے علٰحدہ رکھ دیا ہے اور کیا قرآن اور مسلمانوں کے بارے میں آج اس کے سوا کوئی دوسری بات کہی جا سکتی ہے۔ اگر دنیا شاگرد ہو سکتی تھی تو مسلمانوں کی اور قرآن کو لیکر اگر دنیا کا کوئی استاد ہو سکتا تھا تو وہ مسلمان تھے لیکن جو حال آج شاگرد کا ہے وہی استاد کا کیونکہ استاد بنانے والی چیز بے معنے ہو کر رہ گئی ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ اگر یورپ لا مذہبیت کی خود سرانہ زندگی بسر کرنے کے لئے ہر جا و بے جا چیز کو اختیار کئے ہوئے ہے تو ایشیا بھی صحیح معنوں میں خدا پرست باقی نہیں رہا ہے اور اگر نصرانی عیسوی تعلیم کو اور یہودی موسوی تعلیم کو مسخ کر چکے ہیں تو مسلمان بھی قرآنی تعلیم سے کورے ہو رہے ہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقی تعلیم کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔

اگر مسولینی، ہنڈنبرگ اور میکڈانلڈ وغیرہ کوئی مذہبی آدمی نہیں ہیں تو نادر شاہ، رضا شاہ پہلوی اور مصطفےٰ کمال پاشا بھی روئے زمین پر حکومت الٰہی کے قیام کے لئے جہاد نہیں کر رہے ہیں اور اسی طرح اگر دنیا کی دوسری قومیں اپنے اپنے پیشواؤں کے دیئے ہوئے سبق کو فراموش کر چکی ہیں تو مسلمان کب مسلمان باقی رہے ہیں۔

اگر بالشویزم مذہب کا دشمن ہے تو یورپ زدہ مسلمان کون سی مذہب پرستی کا ثبوت دے رہے ہیں اور اگر روس کے مسلمان مذہبی قیود سے آزاد کئے جا رہے ہیں تو چین کے مسلمان کب مذہبی قیود

میں جکڑے ہوئے ہیں اور اگر شام و فلسطین، عراق و مصر کے مسلمان قومیت اور وطنیت کے رنگ میں رود نیل اور دجلہ کے پانی سے رنگین ہوتے جا رہے ہیں تو ہندوستان کے مسلمان کب گنگا اور جمنا کے پانی میں غوطے نہیں کھا رہے ہیں کیونکہ نہ تو انڈین نیشنل کانگریس کا مطلب حکومتِ الٰہی کا قیام ہے اور نہ آل مسلم پارٹیز کانفرس، مسلم لیگ، خلافت کانفرس اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس وغیرہ وغیرہ کی غرض خدا کے بندوں کو خدا سے وابستہ کرنا اور آسمانی قوانین کا پابند بنانا ہے۔

مسلمانوں کے اسلامی مدارس ہوں یا مغربی تعلیم کے لیے تعلیم گاہیں عملی رنگ میں حکومتِ الٰہی کی کہاں تعلیم ہے اور قوانین الٰہی کا پابند کہاں بنایا جاتا ہے۔ اس بات کو سوچو اور غور کرو ؟؟؟

مسجد کے ممبر ہوں یا قومی مجالس کے مواعظ اخبارات و رسائل کے صفحات ہوں یا مستقل تالیف و تصنیف کے اوراق، خانگی گفتگو ہو یا انجمن کے اندر تجاویز کے دستاویز۔ الغرض ان میں سے کسی ایک جگہ سے بھی قوانین الٰہی کے نفاذ اور حکومت الٰہی کے قیام کی مستقل طور پر صدا نہیں بلند ہوتی اور انسانوں سے یہ نہیں کہا جاتا کہ جس طرح تم اپنی مرضی سے آپ پیدا نہیں ہو گئے اسی طرح تم اپنی زندگی کا مقصد بھی آپ متعین نہیں کر سکتے بلکہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے وہی اس کا دستور العمل پیش کر سکتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ دنیا کے سر گوشہ میں اور انسانی زندگی کے ہر شعبے میں یہی نظر آتا ہے کہ یا تو کھلم کھلا اپنے پیدا کرنے والے سے لوگوں نے بغاوت کر رکھی ہے یا مذہب کے بھیس میں اور مذہب کے نام پر غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی مبتلا کر رہے ہیں اور کچھ ایسے بھی ملیں گے جن کو خلوص ہے اور کچھ کرنا چاہتے لیکن اس میں بھی اپنی رائے، اپنی خواہش یا غیر کی رائے اور غیر کی خواہش کی آمیزش کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عمل غلط ہے اس لیے نتیجہ بھی غلط ہی برآمد ہو گا جیسا کہ ہو رہا ہے۔

میں نے جو کچھ کہا اس کو قرآن کی روشنی میں دیکھنا چاہیے اور اس خدائی عینک کو آنکھوں پر چڑھا کر اپنا اور غیر کا تماشہ کرنا چاہیے پھر حرف بحرف اس بات کی تصدیق ہو جائیگی اور جو کچھ کہا گیا وہ بالکل صحیح ثابت ہوگا۔

جب حال یہ ہو تو اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے کہ دنیا کے ہر گوشے میں ایک انقلاب عظیم کی ضرورت ہے زندگی کے ہر شعبے میں انقلاب عظیم کی ضرورت ہے اور یہ ایسا مذہبی انقلاب ہو جو عالمگیر ہو، ہمہ گیر ہو اور نہایت زبردست اور حد درجہ موثر ہو۔

ضرورت کا احساس اس راہ کی پہلی منزل ہے اس کے بعد اس حربے کی ضرورت ہے جس کے ذریعے یہ انقلاب کیا جائے پھر تیسرے درجہ میں امر ہے کہ اس حربہ کا استعمال کیونکر ہو ان ہر سہ سوال کا جواب ہماری طرف سے نہیں آسمان و زمین کے مالک خدا انسانوں کے پیدا کرنے اور پالنے والے رب العالمین کی طرف سے قیامت تک کے لئے ایک اور صرف ایک ہے یعنی "قرآن"۔

قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ اسی کے بتلائے ہوئے طریقے پر عام ہو اور لازمی ہو تو احساس صحیح بھی پیدا ہو جائیگا اُس کا طریق استعمال درصرف بھی معلوم ہو جائیگا اور انشاءاللہ نتیجہ بھی سامنے آجائیگا۔ قرآن کی تعلیم سے خود رائی، خود غرضی، خود سری مٹ جائیگی، فساد فی الارض دور ہو جائیگا، امن عام قائم ہو جائیگا، انسانوں کے اندر انسانیت آجائیگی، مسلمان مسلمان بن جائیں گے، خالق اور مخلوق، عبد اور معبود کی حدیں سمجھ میں آجائینگی۔ اور ایسا معیار ہاتھ آجائیگا کہ حق و باطل کی پرکھ آسان ہو جائیگی اور دل کی آنکھوں پر حق کی عینک اس طرح چڑھ جائیگی کہ ہر قطرہ اور ہر ذرہ اپنے اپنے اصلی رنگ میں ہر گھڑی اور ہر آن پیش نظر ہوگا۔

آج جو دنیا باغی اور غاصب بنی ہوئی اپنی اپنی من مانی زندگی بسر کر رہی ہے وہ حکومت الٰہی کی شکل میں تبدیل ہو جائیگی انسانوں میں عبدیت کی شان پیدا ہو جائیگی اور لوگوں کے دل محبت الٰہی سے معمور ہوں گے ہم جس کا نام "قرآن کی قائم کی ہوئی ارضی جنت" رکھتے ہیں۔

ہماری دُعا کا ایک شعر

نقشہ کوئی پھر بدل دے دنیا کا پھر جائے سماں قرونِ اولیٰ کا

دُوسری دُنیا

(ابو محمد مصلح)

الٰہی میری دُعا مستجاب ہو جائے
جہاں میں قوم مری لاجواب ہو جائے

زمین پہ تیری حکومت ہو آسماں والے
ہمارے سامنے یہ انقلاب ہو جائے

جہاں میں تیری نیابت ہو اور ترا قانون
خلاف اس کے کوئی جو خراب ہو جائے

رہے نہ نام بھی فرعونِ وقت کا باقی
سفینہ ایسوں کا پھر غرقِ آب ہو جائے

ہر ایک قوم کا ہر فرد ہو ترا محکوم
ہر ایک حاملِ اُمّ الکتاب ہو جائے

ہو ایشیا کہ وہ یورپ ہو اے خدا جہاں
وہ آفتاب تو یہ ماہتاب ہو جائے

قیام پھر ہو ہر اک سمت امنِ عالم کا
تیری کلام سے ہر ایک فیضیاب ہو جائے

ہر اک کے دل میں محبت ہو جوشِ زن تیری
تیرا غلام ہر اک شیخ و شاب ہو جائے

کچھ اور چاہتا تجھ سے نہیں تیرا مصلح
تری جناب میں یہ باریاب ہو جائے

نزولِ قرآن کی اصلی غرض

قرآن خدا کا کلام ہے

(مولانا مناظر احسن گیلانی)

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

اور اگر ہو تم لوگ دبدہے میں اس بات کی طرف سے جسے ٹپکایا ہم نے اپنے پجاری اور بندہ پر تو لاؤ کوئی سورۃ مانند اس کے

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

اور پکارو اپنے نگرانوں کو جو اللہ کے سوا ہیں، اگر ہو تم لوگ سچے۔

"پہلا رُخ"

بحر و بر خشکی و تری میں پکار دیا گیا کہ انسانوں کا سارا علمی سرمایہ خواہ آسمانی ہو، یا زمینی، بیرونی ہو، یا اندرونی، شک کی چنگاریوں و رَیب کے شراروں سے بھرا ہوا ہے، ان سے لپٹ کر جو چین حاصل کرنا چاہیگا، صرف بے چین ہوگا، یقین کی خنکی صرف ذالک الکتاب (اس کتاب) میں بند کر دی گئی ہے جو لاریب فیہ ہے۔

مگر ان میں کچھ لوگ ہیں جو ہچکچا رہے ہیں، آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے ہیں، دبدہوں میں بلبلا رہے ہیں، رہ رہ کر ان کے دلوں میں ہوک اٹھتی ہے، وسوسے کھولتے ہیں۔

"کیا واقعی یہ انسان کا کلام نہیں ہے؟ حرا کا پجاری بیشک اپنے مالک" "کا بڑا سچا اور مخلص پجاری، اور اس کا بڑا بندہ ہے، لیکن جس کلام" "ا جا رہا ہے کہ بندے کا نہیں بلکہ خدا کا ہے کیا وہ بندے ہی کی زبان"

"سے ادا نہیں ہوا۔"

"انسان کے دماغ سے دل سے جان سے جو باتیں اس"
کی زبان پر ٹپکتی ہیں ان میں اور ان باتوں میں کیا فرق ہے"
جو نبی کے دل پر، دماغ پر، زبان پر کائنات کی مخفی روح"
اور جانوں کی جان، کل یوم ہو فی شان کے یہاں سے ٹپک"
ٹپک کر سارے عالم میں پھیلتی رہی ہیں۔"

لیکن تم کیوں کہتے ہو کہ آسمانوں کے چمکتے ہوئے اجرام، اور زمین کے جمادی، نباتاتی، حیوانی اجسام تمہارے اور تمہارے باپ دادوں کے پیدا کئے ہوئے نہیں ہیں یا نہ تمہارے دل میں اس کا کبھی کھٹکا ہوا، اور نہ تم میں جو مالیخولیائی معزز رکھتے ہیں، ان کے اندر اس احتمال نے ہلچل پیدا کی کہ فلسفہ کے بھی کسی اسکول میں یہ دعوے نہیں پایا جاتا، ہمالیہ کو ہمارے خاندان کے بزرگوں نے وجود بخشا ہے، گنگا ہمارے اسلاف کی ایجادی قوت کا ایک نمونہ ہے، دل اس دعوے کی جرأت سے کیوں کانپتا ہے، فطرت اس خیال کو کیوں جھٹلاتی ہے۔ آخر جنون اور ہذیان کے پتھروں سے اس کی عقل کیوں گھائل کی جائے گی۔ جو آم کے درختوں کو اپنے والدِ مرحوم کا مخلوق اور سنتروں کو اپنے اجدادِ مغفور کی تخلیقی اولوالعزمیوں کی یادگار قرار دینے پر اصرار کرے۔

مصریوں نے زمین پیدا کی، ہندیوں نے سمندر بنایا، بابل والوں نے آفتاب نکالا، ماہتاب یونانیوں کی ایجاد ہے، اور ہوا رومیوں کی،

کیا ان نظریوں کی کسی میں جسارت ہے؟ ہاں! انسان مکھی کی کسی ٹانگ کا کروڑواں حصہ بھی پیدا نہیں کر سکتا، مچھر کی سونڈھ کے ریشہ میں کسی اضافہ کی اس کے اندر سکت نہیں۔ نہ یہ کسی ایک کے قابو میں ہے۔ اور نہ سب کے بس کی بات ہے، اور یہی دلیل ہے کہ کائنات کی کوئی چیز بڑی ہو، یا چھوٹی، ذرّہ ہو یا آفتاب، یہ انسانی کام نہیں ہے۔

پھر جب قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ پورا قرآن، اس کی دس سورتیں اس کی ایک سورہ کے برابر بھی تم میں کوئی ایسا کلام نہیں لا سکتا، نہ جدا جدا ہو کر اس کی سعی میں کامیابی ہو سکتی ہے اور نہ سمٹ کر بلکہ انسانوں کے ساتھ اگر جنوں کو بھی شریک کر لیا جائے اور ان میں ہر ایک دوسرے کی پیٹھ میں زور پہنچائے، حتیٰ کہ خالقِ کائنات کے سوا تمام مخلوقات اور کائنات کو اس کام کی نگرانی اور شہادت کے لئے مدد کر لیا جائے جب بھی یہ ممکن نہیں، تو کیا یہ روشن برہان نہیں ہے کہ جس طرح کائنات اور اس کے اجزاء انسانی کام نہیں ہیں، اسی طرح پورا قرآن اور اس کی ہر سورہ بھی انسانی کلام نہیں ہے۔

یارب

یوں تو ہے ہر ایک کام تیرا بے مثل
لیکن ہے یہ لطفِ عام تیرا بے مثل
کس منہ سے ادا کروں میں وصفِ قرآن
بے مثل ہے تو کلام تیرا بے مثل

"مصلح"

عُلومُ القرآن

نبوت عین حکمت ہے

(مولانا صوفی سید شاہ عبدالقادر صاحب حیدرآبادی)

ہر نبی کی تعلیم درحقیقت سراپا حکمت ہے اور ہمارے نبی پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی تعلیم کے لئے مبعوث فرمائے گئے۔ آپ کی تشریف آوری سے بہت پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قرآن کی زبان میں جو دعا مانگی تھی اس میں بھی اسی مقصد کی تکمیل کا اظہار کیا گیا تھا۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتك ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ

اے میرے رب انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتوں کو پیش کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔

حضرت ابراہیم نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے منشائے خداوندی کے مطابق دعا فرمائی تھی بس لئے حرف بحرف پوری ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ صفت موصوف مبعوث ہوئے اور قرآن حکیم کے ذریعہ دنیا کو قیامت تک کے لئے دینی و دنیاوی حکمت کا سبق دیا بلکہ ظاہری اور باطنی طور پر ہر آن آج بھی اسکا فیضان جاری ہے۔

کمالات علوی و سفلی

قرآن مجید نے انسان کو جمیع کمالات الٰہیہ کا جامع قرار دیا ہے عام اس سے کہ وہ کمالات علوی ہوں یا سفلی۔ علوی کمالات میں اسرار و حقائق، انوار و لطائف، ذات و صفات اسمائے الٰہیہ کے کرشموں کا معائنہ اور ہر ہر اسم جو محل ظہور کی یافت اور ہر صفت اور ہر اسم کی تلاش اسی محل خاص میں ہے اور کمالات سفلی جیسے طب، زراعت، تجارت، صنعت و حرفت، علم البرق، طیارے، جہاز، ریل، موٹر وغیرہ اور سائنس

کی ایجادات و ترقی جو اب تک ہو چکی ہیں یا آئندہ ہو سکتی ہیں وہ سب اسی کمالات سفلیہ کا نتیجہ ہیں
جیسا کہ کہا گیا انسان اپنے اصل فطرت کی رو سے ان جملہ کمالات کے اظہار کا قابل اور مستعد ہے
لیکن حکمت الہٰیہ ازلی اسی اس بات کی مقتضی ہے کہ انسان اپنے کمال کو جو خود اسی کی فطرت میں
موجود ہے بغیر خارجی تعلیم کے حاصل نہیں کر سکتا۔ حیوان کے بچے بغیر کسی تعلیم کے اڑنے اور تیرنے لگتے
ہیں لیکن انسان کے لئے اس کی تعلیم لازمی ہے اور بغیر کسب کے یہ علم اس کو حاصل نہیں ہو سکتا۔
پس اسی اقتضائے حکمت الہٰیہ کی بنا پر معلم کمالات انسانی کی ضرورت ہوئی جس کا دوسرا
نام نبی کی ضرورت ہوئی۔

نبی کا کام

نبی کا کام یہی ہے کہ جتنے کمالات انسان کی فطرت میں بالقوہ موجود ہیں ان کو بالفعل کرا دے اور ہر کمال کا مظہر اور مصرف
اور اس کے استعمال کی تہذیب کی تعلیم دے۔ اور انبیاء علیہم السلام میں باہم جو تفاضل ہے وہ بھی
اسی معیار پر ہے کہ جو نبی جس قدر زیادہ کمالات انسانیہ کو فطرت کی قوت سے عالم شہادت
میں لایا ہے وہ اسی قدر دوسرے نبی سے اس خاص عمل میں زیادہ ہے۔

خاتم النبیین

اوپر کے بیان سے خاتم النبیین کا مسئلہ بھی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ سکتا
ہے کہ سب سے زیادہ افضل وہی نبی ہو گا جس نے جمیع کمالات انسانیہ
خواہ وہ علوی ہوں سفلی ان سب کو اپنی تعلیم سے انسان کے لئے قوت سے فعل میں لا دیا ہو گا اور
اس کی تعلیم سے باہر کوئی کمال اپنے بالفعل ہونے کا منتظر باقی نہ رہا ہو گا۔ تو یہی نبی خاتم النبیین ہے
کیونکہ جب ہر طرح کے کمالات ظہور میں آ گئے اور ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہا تو پھر دوسرے
نبی کی ضرورت کے کیا معنی؟ اور جب ہم مذاہب عالم اور ان کے ہادیوں کی تعلیم پر نگاہ ڈالتے ہیں
تو صاف نظر آتا ہے کہ کسی کے کمالات علوی کا پلہ جھکتا نظر آتا ہے تو کسی کے کمالات سفلی کا اور یہ بالکل صحیح

بات ہے کہ انسان ان میں سے کسی ایک کمال میں بھی ادھورا رہا تو وہ اپنے لئے مفید ہو سکتا ہے نہ دوسرے ابنائے جنس کے لئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو لیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی ضرورت تھی اور پھر بھی اس علوی کمال میں وہاں سے مایوس ہی پھرنا پڑا۔ دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کے یہاں سرے سے وہ چیز ہی نہیں جس کی تمدن و تہذیب کو ضرورت ہے اور یہی حال ہندوستان کے سب سے بڑے رہنما مہاتما گوتم بودھ کی تعلیم کا بھی ہے۔

ظاہر ہے کہ انسان اپنے کمالات کی تحصیل میں جوڑ و بچے کا بھی محتاج ہے۔ مجرد انسان رحم کے علاوہ علم کے کمال سے بھی بے بہرہ رہ جائیگا۔ صبر و استقامت، سطوت و حکمرانی سے بھی محروم ہوگا اور محلِ نفاذ حکم سے ناواقف اور استعداد و قابلیت مامور و محکوم سے لاعلم۔

الغرض اس قسم کے اور بھی بہت سے کمالات ہیں جن سے کمالات سفلیہ کے حصول کے بغیر انسان انسانی کمالات کے اعتبار سے محروم رہ جائیگا لہٰذا اسم نظرِ انصاف اور بغیر کسی تعصب کے دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک ہی ذات ایسی نظر آتی ہے جس کے اندر یہ ہر دو کمالات علوی و سفلی بدرجہ اتم موجود ہیں اور ایک ہی کتاب ہمارے سامنے آتی ہے جس کے اندر دعوٰی کے ساتھ ان ہر دو نعیم کی تعلیم ہے، وہ ذات محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہے اور وہ کتاب قرآن مقدس ہے۔

الحکمۃ ضالۃ المومن

یہ سمجھ لینے کے بعد کہ جمیع کمالات فطریہ انسانیہ کو قوت سے خارج میں لانا اور ان کے محل و مصرف اور تہذیب استعمال کا تعین کرنا ہی نبی کا اصلی کام ہے اور یہ جان لینے کے بعد ان ہر دو کمالات کی مرج البحرین تعلیم اسی نبی اور اسی کتاب کے ذریعہ نصیب ہو سکتی ہے جس کے بارے میں انسانوں کے پیدا کرنے والے خدا نے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا فرمایا اور تاکید فرمائی کہ دین کیا تھا

دنیا کی بھلائی کے لیئے بھی دعا مانگا کریں، ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الآخرۃ حسنۃ۔ اب اس بات کے سمجھنے اور جاننے کی ضرورت ہے کہ اس حکمت کا جائز اور اصلی وارث کونسی قوم اور اس کا کون سا فرد ہو سکتا ہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہی الحکمۃ ضالۃ المومن حیث وجدہا اخذہا" حکمت مومن کا گم شدہ مال ہی۔ یہ جہاں ملے اس کو لے لینا چاہیئے۔ اس سی یہ بھی معلوم ہوا کہ محل سی بے محل کوئی شئے ہے تو وہ چوری ہی۔ لہذا آج یورپ کی ترقی ایجاد و اختراعات وغیرہ دراصل مال مغصوبہ ہیں اور دراصل ان کا مالک و مختار اسی کو ہونا چاہیی جس کو مومن ہونے کا دعویٰ ہو۔

العلماء ورثۃ الانبیا

مالی تملیک دو قسم کی ہوتی ہی ایک اکتسابی دوسری میراثی، حکمت کے حقیقی مالک جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور میراثی مالک مومن کو سمجھنا چاہیئے جن کے تعلیم دینے والے انکے استاد علماء ہیں جن کی شان میں ارشاد ہوا العلماء ورثۃ الانبیاء۔

مومن کو اپنے گم شدہ اور مسروقہ مال کی تلاش کرنی چاہئے کیوں کہ جب اس کے قبضہ سے نکل کر دوسرے قبضہ میں اس کا مال گیا تو یقیناً وہ مال مسروقہ ہی اور قابض غاصب اور جب یہ مال کسی کے ہاتھ میں مل جائے تو اس سے ہر ممکن کوشش سی واپس لینے کی فکر کرنی چاہیئے کیونکہ وہ اسی کا حق ہی اور علماء کو بھی لازم ہی کہ وہ اس بات کو ثابت کر دکھائیں کہ حقیقت میں حکمت کے صحیح وارث یہی ہیں۔

جب حکمت حقیقی تملیک محمدی ہی تو جہاں کہیں بھی یہ چیز ہوگی وہ یا تو خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم کی ہوگی یا مال مسروقہ۔ پس ازل ہی سے کر ابد تک جہاں کہیں اور جس ذرے اور جس قطرے میں حکمت کا جمال نمایاں ہوگا یا حکمت کا نور مشتعل ہوگا وہ صدر سینۂ مخزن محمدی ہی کا

پرتو ہوگا جیسے برقی شعلے ایک ہی معدن کے افاضہ ہیں اسی طرح جس کسی کا دل، دماغ، سینۂ محمدی سے مقابل ہوگا اس کے اندر اس کے حسبِ استعداد حکمت کا شعلہ مشتعل ہو جائیگا جس طرح آفتاب کا عکس اس کے مقابل پانی کے حوض کے اندر اور پھر اس کا پرتو دیوار پر۔ اب دیوار جو روشن ہے تو وہ پرتو ہی آفتاب کے عکس کا جو حوض میں نمایاں ہے۔

اوپر کی مثال ہی ایک اور دقیق مسئلہ سمجھ لینے کے لائق ہے کہ یہ دیوار کی روشنی کیا آفتاب کی ذات سے خارج ہوکر دیوار پر پڑ رہی ہے نہیں بلکہ دیوار کے اس حصہ میں جو آفتاب کے عکس کے مقابل میں ہے ایکا ایک تو بعض ذرات یہ قابلیت رکھتے ہیں کہ تقابل آفتاب کے ساتھ ہی خود بخود روشن ہو جائیں۔ اور ان میں جس قدر استعداد قوی اور تقابل صحیح ہوتا ہے اسی قدر قوت اور شدت سے روشنی ہوتی ہے۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خدائے حکیم سے حکمت کا فیض ایسا حاصل کیا جیسے حوض نے آفتاب سے اور دوسروں نے جو تنویری فیض پایا ہے وہ آفتاب سینۂ محمدی صلعم سے ٹھیک اسی طرح جیسا کہ دیوار نے حوض کے آفتاب سے تنویری فیض پایا تھا۔

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جس دل میں جس قدر قوت اور استعدادِ تنویر قوی ہوگی اسی قدر وہ دل تقابلِ آفتابِ سینۂ محمدی سے فیض حاصل کریگا اور پھر یہ بھی کہ جس کمال کے ساتھ آئینۂ ذہن مقابل ہوگا وہی کمال اس آئینہ میں ظاہر ہوگا یعنی اگر کمالاتِ علویہ کا مقابل ہے تو کمالات علویہ کا ظہور ہوگا اور اگر کمالات سفلیہ کا تقابل ہے تو کمالات سفلیہ ہی نمایاں ہونگے۔ انبیاء و رسل، اقطاب و اغواث اور اولیاء اللہ کے قلوب نے کمالات علویۂ محمدیہ صلعم سے تقابل حاصل کیا اس لئے کمالات علویہ سے متصف ہو گئے اسی طرح اور حکماء، اطبا اور جملہ علوم و فنون اور ایجادات و اختراع والے کمالات سفلیہ کے تقابل سے کمالات سفلیہ کے علمبردار ہو گئے۔

آج یورپ والوں کی ساری ترقی کو اسی کا پرتو سمجھنا چاہیے جس کا ذکر ہوا۔ ان کے دماغوں

نے کمالات سفلیہ محمدیہ کا تقابل حاصل کیا ہے اسلئے وہ ہوا پر اڑنے لگے اور سمندر کو اِس سرے سے اُس سرے تک پاٹ کر رکھدیا ہے اور وائرلس اور بجلی کی قوتوں سے دنیا کے اِس سرے کو اُس سرے سے ملادیا ہے۔ یہ فنون حکمیہ بھی مومن کا ہی مال ہے پس مومنین کو چاہیئے کہ ان کی تحصیل میں بھی پوری کوشش کریں ورنہ جسطرح دنیا بغیر دین کے ہیچ ہے اسی طرح دین بھی بغیر دنیا کے تکمیل نہیں پا سکتا اور کمالات علوی سے ہمارا مقصود جسطرح کمالات دینیہ ہیں اسیطرح کمالات سفلیہ سے کمالات دینویہ مراد ہے۔

الحمد للّٰہ ہم نے اس مضمون میں اس بات کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ خاتم النبین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس جمیع کمالات الہیہ کی جامع ہے جس سے کوئی دینوی کمال خارج ہے نہ کمال دینی اور جملہ انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے اپنے ختم زمانہ تک اپنی اپنی استعداد کے مطابق آپ ہی کی آفتاب صفت ذات سے انطباعی توسل حاصل کرتے رہے آدم نے صفوت، نوح نے نجات، شیث نے علم نجوم، ابراہیم نے خلت موسیٰ نے کلیم اللّٰہی اور عیسیٰ نے احیائے موتی، ابرائے اکمہ وابرص۔ الغرض ان سب مقدس ہستیوں نے جو کچھ حاصل کیا وہ سینۂ محمدیہ صلعم سے ہی حاصل کیا اور جب نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا تو دوسرا دور اولیائے امت کا ہو گیا ہے اور اولیائے امت انبیائے سابق کی طرح اپنی اپنی استعداد کے مطابق انطباعی فیوض آفتاب سینۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حاصل کرتے رہے اور قیامت تک کرتے رہیں گے اور اسی طرح کمالات دنیویہ ازل سے ابد تک جہاں کہیں ہے حکمت کی صورت میں خاتم النبین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا افاضہ ہے اور ہوگا جس کے لئے علوم قرآنیہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ؟؟؟

حاکم ہے جو سارے حاکموں کا — حکموں پہ اُسی کے سر جھکاؤ
قانون ہے بس اُسی کا قانون — اس نام کے سکہ کو چلاؤ

متقیوں کی ہدایت کرنیوالی کتاب

(مولوی عبدالقادر صاحب صدیقی۔ نائب منتظم محکمۂ نظامت شررشتۂ حیوانات حیدرآباد)

علمی دنیا جو اللہ تعالیٰ کی صفت علیم کی مظہر ہے اپنے اندر لاتعداد و ان گنت علوم و فنون کے سرچشمے و خزانے رکھتی ہے۔ پھر ان علوم کے مختلف شعبے و شاخیں اسقدر کثیر ہیں کہ ان کو حد و حصے میں لانا ایک نہایت دشوار امر اور کارے دارد کا مضمون معلوم ہوتا ہے۔ منجملہ ان علوم کے ایک علم الٰہیات بھی ہے۔ محض اس علم کے کتب حاضرہ پر ہی محوی ہونیکی اگر کوشش کیجائے تو یقیناً یقیناً عمر نوحؑ و صبر ایوبؑ درکار ہو۔

اس دنیا کی بڑھی ہوئی اور بڑھتی ترقی کو دیکھکر بے شک و شبہ انسان کا دل مارے حسرت کے خون خون ہوجاتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ عمر مختصر ہے۔ حوائج کثیر ہیں بہت سا وقت اُن کے نذر ہوجاتا ہے۔ اگر انسان کی عمر اوسطاً ساٹھ سال قرار دیجائے تو پہلے بیس سال رفع طفولیت کیلئے اور آخر کے دس سال اضمحلال قویٰ کی وجہ سے آرام و آسائش کی نظر علٰحدہ ہوجاتے ہیں۔ باقی تیس سال میں سے نیند و علالت کا زمانہ قریباً نصف کے ہوتا ہے جسے وضع کرنے کے بعد پندرہ ۱۵ سال رہ جاتے ہیں۔ اسمیں سے کسب معاش و دیگر احتیاجات کی تکمیل میں جن میں کھانا پینا۔ بیوی بچوں و دوستوں سے باتیں کرنا تربیت کرنا وغیرہ و اشغال میں آدھے سے زیادہ زمانہ صرف ہوجاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ حقیقی طور پر (۷) یا (۸) سال بمشکل رہ جاتے ہیں جنمیں تحصیل اکتساب علم کرتا ہے۔ خود فائدہ اٹھاتا ہے دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے انسانی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ اعلیٰ ترقیاں حاصل ہوں۔ جو کچھ بھلائی خیر و برکت حاصل کرنا ممکن ہے اُسے لے لیا جائے بمعزز و مکرم ہوں۔ کام کا زمانہ اسقدر مختصر ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے؟ اور کیا نہ کیا جائے؟ گویا دنیا ایک عجائب خانہ ہے جس میں طرح طرح کے محیر العقول سامان و اسباب ہوں جنہیں دیکھکر نگاہیں حیران و ششدر رہ جائیں اور کسی ایک کی طرف بھی جی بھر کر نہ دیکھ سکیں اور بے تابانہ پکار اٹھیں۔

داماں نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار گلچیںِ بہار تو ز داماں گلہ دارد

ان مشکلات و مجبوریات کے مدنظر دانایانِ زمن و عقلاءِ فرنگ نے قرار دے لیا ہے کہ اکتسابِ علم کے پہلے ہر شخص اپنا نصب العین آپ تجویز کرلے اور اس نصب العین کے متعلق متعلقہ علم کی کتب سے مستفید ہو۔ مثلاً انجینئرنگ۔ طبابت، وکالت۔ انشاپردازی شاعری، صنعت و حرفت وغیرہ وغیرہ۔ اس سے یہ ہوگا کہ ہر فن کا آدمی اپنے فن کی حد تک ماہر ہوگا اور اسی پر قناعت کریگا۔ انجینئر کو ضرورت نہ ہوگی کہ وہ طبابت کی کتب دیکھے نہ طبیب کو حاجت ہوگی کہ وہ انجینئرنگ سے سروکار رکھے اسی طرح وکیل کو صنعت و حرفت کی جانب رجوع ہونیکی احتیاج نہ ہوگی اور کسی صناع کو وکالت کا شوق ہوگا وقس علیٰ ہذا

اقسامِ علوم کے متعلق ذرا غور سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مختلف نقطہ ہائے نگاہ سے ایک علم دوسرے علم کی نسبت ضروری ہے یا ایک دوسرے کی نسبت زیادہ وسیع ہے حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ العلم علمان علم الابدان و علم الادیان۔ علم لائق ذکر دو ہیں ایک علم الابدان یعنی طبابت دوسرا علم الادیان۔ یعنی دین کا علم۔ اور اسمیں کیا شک ہے کہ صحت جسمانی ایک بہت ہی مقدم شئے ہے یہ نہ ہو تو دولتِ ہفت اقلیم سارے علوم و فنون ہیچ ہیں۔ علم دین اس سے بھی اہم ہے یہ نہ ہو تو ہمارے امورِ معاد کو جو ابد الآباد تک متاثر ہونگے لامتناہی نقصان پہنچیگا۔ لہٰذا سرِ دست علمِ دین کے متعلق قدرے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

اس موقع پر یہ نکتہ نظروں سے اوجھل نہ ہونا چاہیے کہ جسمانیات کا عالم عارضی اور فانی ہوتا ہے اور روحانیات کا عالم مستقل اور دائمی ہوتا ہے۔ عالم عارضی اور فانی کے لئے یہ قانون قدرت ہے کہ رہبری کیلئے عقل اور مشاہدہ کو ساتھ لگا دیا گیا ہے جسکی وجہ سے جو اعمال و افعال سرزد ہوتے ہیں اُن میں اکثر صحت اور درستی ہوتی ہے لیکن اتنا ہے کہ بعض دفعہ عقل بھی غلطی کرتی ہے اور مشاہدہ بھی ٹھوکر کھا جاتا ہے اور اس سے بوجہ اس کے کہ عارضی فوائد و لذات سے بے نصیبی ہوتی ہے۔ چنداں ہرج نہیں ہے لیکن مستقل اور دائمی عالم کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں عقل کو انسان کے ساتھ بطور مشیر لگایا ہے وہاں غیر خطا پذیر الہام کا سلسلہ بھی اُسے دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے مقصد کیلئے غلطاں و پیچاں حیران و سرگرداں ہو کر کمالات حاصل شدنی سے محروم نہ ہو جائے یہ الہام

قرآن کریم ہی جو صداقتوں کی صحت و درستی کے لئے بطور معیار دنیا میں قائم کیا گیا ہی اور اس کی غرض یہ ہے کہ کم سی کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔

اب سوال یہ ہی کہ قرآن شریف نے اپنا مقصد کیا بیان فرمایا ہی؟ اس کے جواب کیلئے کہیں دور جانیکی ضرورت نہیں۔ کتاب پاک کے کھولتے ہی ابتدائی آیات یہ نظر آتی ہیں الٓمٓ ذٰلك الكتٰب لا ریب فیه هدی للمتقین یعنی میں اللہ ہوں بڑا جاننے والا۔ یہ ایک کتاب ہے جس میں کوئی شک و شبہ و تردد یا ہلاکت نہیں متقیوں کو ہدایت کرنے والی ہی۔

یہاں چند باتیں قابل غور ہیں:۔

الٓمٓ۔ یہ مخفف ہی انا اللہ اعلم کا جسکے معنی ہیں میں اللہ ہوں بڑا جاننے والا۔ انا میں سی ابتدائی ا۔ اللہ میں سی درمیانی ل اور علم میں سی آخری م لیا گیا ہی۔ یہ معنی حضرت علیؓ حضرت ابن عباس حضرت ابی ابن کعب و حضرت ابن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کئے ہیں۔

الٓمٓ کے الفاظ کی تہ میں یوں تو حقائق و معارف کی کثرت ہی لیکن اس جگہ اتنا ایما ضروری ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اپنے بہت بڑے علم کا واسطہ دیکر شروع فرمایا ہی جس سی پڑھنے والے کے دل میں شوق و کشش پیدا ہوتی ہی اور جان و دل سی اُسے مطالعہ کرکے سوچنے و سمجھنے و عمل کرنیکی جانب توجہ ہوتی ہی۔ اگر کسی کو واقف کرایا جائے کہ فلاں مقام پر خزانہ ہے تو بجز و اس بیان سی ہی سامع ہمہ تن منہمک و متوجہ ہو کر مزید تفصیلات کیجانب کان دہرتا ہی کہ اُسے فایدے کی باتیں حاصل ہوں پھر فرمایا ذٰلك الكتٰب لا ریب فیه۔ یہ کتاب ایسی ہے جس میں کسی شک و شبہ و تردد و ہلاکت رنج قلق تہمت کا گزر نہیں یقینیات پختہ و سنجیدہ باتوں سی لبریز ہے۔ یہ بھی بہت اُمید افزا جملہ ہے جو ناظر کے دل پر اثر کرنے والا اور اس کی توجہ کو جذب کرنیوالا اور خفتہ و پژمردہ جذبات کو اُبھارتے اور سنوارنیوالا

پھر ارشاد ہوا۔ هدی للمتقین۔ یہ کتاب متقیوں کے لئے رہتا ہے متقی خدا سے ڈرنیوالا

حق اللہ وحق العباد بجالانیوالا۔ اگرچہ اس کی تعریف تفصیلاً قرآنِ کریم نے پارہ ۲ رکوع ۵ میں بیان فرمائی ہے لیکن خلاصہ وہی ہے جو عرض ہوا۔

بعض لوگ ناسمجھی کی راہ سے یہ کہتے ہیں کہ چونکہ سدھار وہاں ہوا کرتی ہے جہاں بگاڑ ہو۔ اصلاح کی ضرورت وہاں ہے جہاں فساد ہو۔ اس لئے خدا کا یہ فرمانا کہ یہ کتاب متقیوں کی رہبری کرتی ہے تحصیل حاصل ہے کیونکہ وہ تو پہلے ہی اصلاح یافتہ ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں۔ چاہیئے یہ تھا کہ یہ کتاب بدمعاشوں، اٹھائی گیروں، چوروں، ڈاکوؤں، بدکرداروں کی اصلاح کرتی اور کہتی کہ میں اُن کے لئے ہوں۔ جواب یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ معترضین آن فہنیت کا شکار ہیں کہ گناہوں سے بچ جانا بہت بڑا کمال ہے۔ حالانکہ گناہوں سے بچنا بالذات کوئی مستقل کمال نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ ترکِ شر سے انسان ایصالِ خیر پر قابو نہیں پا سکتا۔ گناہوں سے بچنے کے بعد اُسے نیکیوں کی دولت کا جمع کرنا ضروری ہے جیسے بیمار کو ازالۂ مرض کے بعد طاقت و قوت حاصل کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے اپنا مقصد بہت بلند رکھا ہے وہ فرماتا ہے کہ میں اپنے علم و حکمت میں اتنا بڑھا ہوا ہوں کہ متقی بھی جو گناہوں سے نجات حاصل کئے ہوئے ہوں اپنی ترقی کے لئے مجھ سے رہبری پا سکتے ہیں اس اندازِ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اعلیٰ قسم کے لوگ اس کتاب سے فیض پا سکتے ہیں تو ادنیٰ قسم کے لوگ بدرجۂ اولیٰ اس سے مستفید ہو سکیں گے۔ جیسے کسی قابل شخص کو جو ایم۔ اے کامیاب ہو اس کے نام کے ساتھ ایم۔ اے کہیں گے یہ نہیں کہیں گے کہ وہ انٹرنس کلاس کامیاب ہے حالانکہ یہ قول غلط نہیں ہے۔ گاماں پہلوان کی نسبت جب کہا جائے کہ وہ زبسکو پہلوان کو پچھاڑ سکتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بچوں کو زیر نہیں کر سکتا یہ بات خود بخود ذہن میں آتی ہے کہ جو شخص پہلوان کو زیر کرتا ہے ضرور ہے کہ بچوں پر نہایت آسانی کے ساتھ غالب آسکے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم نے دیگر آیات میں بارہا یا بنی آدم سے لوگوں کو مخاطب کیا ہے۔ اس لئے ہدی للمتقین سے یہ کہنا کہ عام لوگ مراد

نہیں ہیں غلط ہے۔ اس کا مقصد اپنے بلند آورش کا بیان کرنا ہے۔

آیات مذکورہ بالا پر بہ حیثیت مجموعی نظر ڈالی جائے تو اُن کا ایک اور حُسنِ لطیف ظاہر ہوتا ہے عام قاعدہ ہے کہ ہر شئے کے لئے علل اربعہ ہوتے ہیں یعنی علت فاعلی، علتِ صوری، علت مادی علتِ غائی۔ کوئی شئے بھی پیش نظر ہو جائے تو ہمارا ذہن اس جانب کام کرتا ہے کہ اُس کا بنانے والا کوئی ہے اس کی کوئی نہ کوئی صورت و شکل ہے۔ اسے بنانے کی کوئی نہ کوئی غرض و غایت ہے مثلاً کرسی سامنے ہو تو سمجھا جائے گا کہ نجار نے اُسے بنایا ہو گا۔ لکڑی یا لوہے کو استعمال کیا ہو گا ایک خاص صورت پر جسے کرسی کہتے ہیں ڈھالا ہو گا اس تمام عمل سے اُن کی غرض و غایت یہ ہو گی کہ لوگ اس پر بیٹھیں اسی طرح کلام مجید کو دیکھا جائے تو ظاہر ہو گا کہ اس کی علت فاعلی اللہ تعالیٰ ہے۔ ذالک الکتب اس کی علت صوری ہے لاریب فیہ اس کی علت مادی ہے۔ ان تمام کی علت غائی یہ ہے کہ ہدی للمتقین یعنے متقیوں کو ہدایت ہو۔

قرآن کریم کے مذکورہ مختصر فقرات کیا بہ لحاظ معانی و مطالب و کیا بلحاظ ربط و ضبط و ترتیب اور کیا بہ لحاظ علل اربعہ مکمل صورت میں موجود ہیں اُس کا انداز کلام ہی ایسی عجیب و غریب شان پر واقع ہے کہ دوسری کتابیں اس کی نظیر لانے سے عاجز ہیں۔ مثلاً تشریح بالا کو ہی بطور نمونہ سمجھ لیا جائے تو ایک بے تعصب آنکھ اس کی حد اعجاز کی قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ کیوں نہ ہو وہ کتاب خود اس امر کی مدعی ہے کہ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتو بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداکم من دون اللہ ان کنتم صدقین۔ اسی کمال سے متاثر ہو کر ایک عارف باللہ فرماتے ہیں۔ ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

حکومتِ الٰہی

مسلمانوں کی دعائیں

آپ نے نام شکایت کا دعا رکھا ہے

(علامہ عبداللہ العمادی)

دنیا ایک معرکہ دار و گیر ہے اس میں فیروز مندی اسی کیلئے ہے جو سائل فیروز مندی سے کام لے۔ مسلمان خستہ و خوار ہیں زبون و زیاں کار ہیں تاہم بہتیرے ایسے بھی ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں دعائیں کرتے ہیں وظائف و اوراد میں سرگرم رہتے ہیں بایں ہمہ صلاح و فلاح میں کچھ ترقی نہیں کرتے۔ تم اس کا کیا سبب ہے؟

تنزل اگر ترکِ شعائر اسلام سے تھا تو التزام کا یہ الٹا اثر کیا؟

واقعہ یہ ہے کہ پہلے ہمیں دعا کا طریقہ جان لینا چاہیئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں خود اس کو بتایا ہے ربنا افرغ علینا صبراً وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکٰفرین ○ اے ہمارے پالنے والے ہمارے دل کو تذبذب تنزل سے خالی کرکے اس میں صبر و ثبات بھر دے، ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کی جماعت پر ہم کو نصرت عطا فرما۔

اس میں پہلی چیز "افراغ صبر" ہے "صبر" اور "ثبات" ملتے جلتے اوصاف ہیں اتنی بات ہے کہ صبر قلب سے متعلق ہے، افراغ کا مدعا یہ ہے جس قلب کو تو صبر کی نعمت بخشنے والا ہے اس کو بے صبری کی کیفیت سے خالی کردے اور پھر اس میں نعمت بھر دے۔

دوسری چیز "ثبات قدمی" اور انجام کار نصرت ہے۔

اس آیۂ شریفہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دی ہے کہ نصرت مطلوب ہے تو اللہ سے التجا کرو کہ (۱) ثبات قلب حاصل ہو (۲) پھر ثبات قدم پیدا ہو (۳) جب یہ فعل قلب اور فعل جوارح مکمل ہو تو پھر نصرت کے طلبگار ہو جو حاصل ہو کر رہیگی اور جو تمہارا قدرتی حق ہے وکان حقاً علینا نصر المومنین ○

اللہ سے التجا کرنیکی پہلی شرط یہ ہے کہ وسائل و ذرائع سے کام لو واتوا البیوت من ابوابھا اپنے آپ کو طاقتور بناؤ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ دل کو مضبوط کرو جب یہ خصائص حاصل ہو جائیں تو پھر ان کے قائم رکھنے کیلئے دست بدعا ہو کہ نتیجہ میں کامیابی لازمی ہے موجودہ حالتیں تو ہم جس طرح دعائیں کرتے ہیں اور جس طرح وہ دعائیں بے نتیجہ رہتی ہیں اس کا مصداق یہ ہے نہیں کہ شکوہ ہجر سے ای داغ اثر کی امید

آپ نے نام شکایت کا دعا رکھا ہے

آفتابِ قرآن کی چند شعاعیں

(مولانا شاہ محمد عبدالحامد قادری بدایونی)

قرآن مجید کی شکل میں ایک عالمگیر اور آخری پیغام تمام دنیا کے لئے نازل ہوا اس کا مخاطبہ صرف عرب سے نہیں، ایران سے نہیں، ایشیاء سے نہیں، یورپ سے نہیں بلکہ تمام کرۂ ارض سے ہے۔ تمام دنیا کے قوانین و کتب الہامی کو ایک طرف اور صرف قرآن حکیم کو دوسری جانب رکھکر سنجیدگی سے موازنہ کیجئے کہ دنیا کا کوئی قانون بھی ہر زمانہ میں ہر ملک و قوم کی ضرورت و حاجت کے مطابق رہنمائی کرتا ہے آپ کو ہر طرف سے مایوسی ہوگی البتہ فخر و عزت فقط قرآن مجید کو حاصل ہے کہ وہ وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس کا اعلان کرتا ہے، بلاشبہ قرآن حکیم میں ہر قوم و ملت کی ضرورت و حالت کے مطابق تعلیمات موجود ہیں اور یقیناً وہی کتاب عالمگیر قانون کہلانے کی مستحق ہوسکتی ہے جس میں فطرت انسانی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہو تمدنی، معاشرتی، علمی، فنی، مسائل اور ہر قسم کی ضروریات پر بحث و ہدایت موجود ہو اور جس میں ایسی راہیں بتائی گئی ہوں جن کے ذریعہ سے انسان عالیشان منزل پر پہنچ جائے۔ قرآن حکیم نے یہیں یہ بھی بتادیا ہے کہ دوسرے ادیان کی مانند اسلام میں رہبانیت نہیں ہے، قرآنی قانون کے مطابق انسان ہر شئے سے مستفید ہوسکتا ہے۔

اقتصادیات | قرآن مجید نے اگر ایک طرف تزکیۂ نفس کیلئے نماز روزہ وغیرہ کی تلقین فرمائی تو دوسری جانب زکواۃ و خیرات کا زوردار اعلان فرما دیا۔ آج دیکھا جاتا ہے کہ مہذب دنیا میں باوجود قوانین ملکی کی ترتیب و تدوین کے قوموں کی اقتصادی و معاشی حالت دگرگوں ہے اگر ایک سمت سرمایہ داری کے رعونت خیز مظاہرے ہیں تو دوسری طرف فاقہ مستی اور مفلسی کے بدترین شواہد بے بسی پیدا کر رہے ہیں۔ اگر قرآن حکیم کی ہدایت کے مطابق زکواۃ و خیرات یا خدائی انکم ٹیکس کے اصول پر عمل کیا جائے تو نہ سرمایہ داری کی موجودہ صورت باقی رہتی ہے اور نہ دنیا میں فلاکت و فاقہ کی کیفیت۔

طبقۂ اناث | قرآن پاک ہی نے غلامی کو دنیا سے مٹایا، عورتوں کو اُن کے جائز حقوق پر فائز کیا

یورپ میں صنفِ اناث و ذکور رقابت کے کوشش میں باہم دست و گریبان نظر آتے ہیں۔ اس کا سبب بھی قرآنی احکام سے دوری ہے بعض نادان جاہل مسلمان مغربی تہذیب کے عشق میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو ذلیل کیا حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ صرف قرآن پاک ہی ہے جس نے طبقۂ اناث کو انتہائی ذلت سے نکال کر اس کی صیانت و مفاحت فرمائی وہ عورت جسے کسی مذہب میں کوئی حقِ امتیازی حاصل نہ ہو سکتا تھا قرآنی تعلیم نے اس بیکس و بے بس طبقہ کو گویا زندگی جاوید عطا کی۔

آج یورپین ممالک کے اعداد و شمار ظاہر کر رہے ہیں کہ وہاں عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت بہت زیادہ ہو گئی ہے جس کی وجہ سے عیاشی و بےحیائی بڑھ گئی ہے انکی عصمت و عزت قائم رکھنے کیلئے کیا سوائے قرآن حکیم کے اس قانون کے جسے تعدد ازدواج کہتے ہیں دوسرا حل نکل سکتا ہے ہرگز نہیں؛

گزشتہ جنگِ عظیم جس میں مردوں کے خون سے یورپ کے میدان لالہ زار بنے ہوئے تھے سوائے تعدد ازدواج کے اور کوئی شکل ہو سکتی تھی جس سے عیاشی و بدکاری دفع ہو!

علوم و فنون اب علوم و فنون کے متعلق قرآن حکیم کی جامعیت دیکھیے کہ اس نے کس خوبصورتی سے اپنے الفاظ میں تمام علوم موجودہ اور تحقیقات کا احاطہ فرما لیا ہے صحیفۂ فطرت کا مطالعہ اور مناظر قدرت کا مشاہدہ علمی ترقی کی بنیاد ہیں اس موضوع پر قرآن حکیم نے جس طرز طریقہ سے اپنی ہدایات پیش فرمائیں دوسری جگہ اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔

قرآن کریم نے صدہا مقامات پر کائنات و مخلوقات سے خدا کی ہستی اور قدرت پر استدلال کیا ہے اور جابجا انسان کو اسکی ہدایت کیگئی ہے کہ وہ مناظرِ قدرت کا بغور مطالعہ کر کے خدا کی عظمت و جلالت پر یقین کرے۔

قرآن کریم تاکید کے ساتھ علوم کو دینی و روحانی علوم کا وسیلہ اور معرفتِ الٰہی کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔

الغرض قرآن کے برکات لامحدود ہیں اس سمندر میں غوطہ لگانیوالے کو سب کچھ ملتا ہے یہ دین کے ساتھ دنیا کو بھی لے چلتا ہے اور ایسی حکومت قائم کراتا ہے جو انسانی طاقت سے بلند تر ہے کاش مسلمان پھر ایک مرتبہ اس طرف متوجہ ہو جائیں تو دنیا کی کایا پلٹ ہو جائے۔

عبدیتِ الٰہی

مسلمانوں کی زندگی کا مقصد

مصلحت دیدِ من آنست کہ یاران ہمہ کار
بگزارند و سرِ طرہ یارے گیرند

مخلوقات کے خالق نے ہر اُس چیز کو جس کو اس نے پیدا فرمایا خود ہی اس کی زندگی کا مقصد بھی متعین فرمادیا ہے پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہ انسان کی زندگی کا مقصد متعین نہ فرمادیا ہو اور اُس کے لئے انسان کو آزاد چھوڑ دیا ہو کہ اس کا جب جو جی چاہے کیا کرے۔

انسانوں کی زندگی کے مقصد کے متعلق ارشاد ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور یہی وہ انسانی زندگی کا مقصد ہے کہ جس زمانے میں جس قوم نے جس ملک میں اس کو فراموش کیا یا بدل ہی دیا تو وحیِ آسمانی کا نزول ہوا اور اللہ کے کسی خاص بندے نے اس بھولے ہوئے سبق کو یاد دلایا۔ انہیں خاص بندوں میں نوحؑ و ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بھی تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور یہی وحیِ آسمانی ہیں توریت انجیل بھی ہیں اور قرآن مقدس بھی، اور قرآن اس بات پر بھی شاہد ہے کہ کوئی قریہ اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کے اندر رسول نہ بھیجے گئے ہوں اور اللہ کا پیام نازل نہ کیا گیا ہو۔

جس طرح دنیا کے اندر آقا اور ملازم ہوتے ہیں اسی طرح عبد کا تعلق بھی معبود برحق سے ہے اور اسی عبدیت کے قانون اور قواعد ضوابط کو وحیِ آسمانی کے اندر بیان کیا جاتا ہے اور حقیقت میں انسان کی زندگی کا اصلی مقصد اسی کو ہونا بھی چاہیے تھا۔

دنیا کے اندر ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی زندگی کا سرے سے کوئی مقصد ہی نہیں ہوتا اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ابن الوقت ہوتے ہیں جب جیسا موقع آیا اپنی زندگی کو بھی اسی سانچے میں ڈھال لیا اور اکثر ایسے بھی ہیں جو اپنے کو مذہبی آدمی ظاہر کرنے کے باوجود نفس کو ذلیل کرتے ہوئے ضمیر کو دھوکا دیتے ہوئے پوشیدہ اور ظاہر طور پر اپنی زندگی کا آپ ہی مقصد متعین کرتے اور اس پر دم تک اسی پر قائم رہتے ہیں حالانکہ اُن کا اپنا متعین کیا ہوا زندگی کا مقصد ادنیٰ اور ذلیل ہوتا ہی جو انسانیت کے ماتھے پر سیاہ داغ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان صورتوں میں یہی ہو بھی سکتا تھا کیونکہ خدا کا متعین کردہ زندگی کا اعلیٰ مقصد چھوڑنے کے بعد ادنیٰ ہی ہاتھ آئیگا اور قاعدہ ہے کہ جو جتنا زیادہ بلندی سے گریگا اتنا ہی زیادہ چوٹ کھائیگا

شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ مے بندی
چرا بگردنِ حافظ نمی کنی رسنے

یہ تو جو کچھ کہا گیا یہ عام انسانوں کی زندگی کے مقصد کے لئے تھا لیکن مسلمانوں کی زندگی کا مقصد اس سے بھی زیادہ اعلیٰ ہے، ارشاد ہے

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(اے امت محمدیہ صلعم) تجھے بہترین امت اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ تو لوگوں کو نیک باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے روکے۔

گویا مسلمان قوم اس لئے نہیں ہے کہ فقط اپنی ہی سلامتی کے لئے زندگی بسر کرے بلکہ اس کا ایک اور فرض ہے کہ دوسری قوموں کی کشتی کو بھی منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لئے دنیا میں زندگی بسر کرے۔ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ قرآن کا سپاہی ہو اور اسلام کا سپاہی۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص مسلمان بھی ہو اور اس کی زندگی کا مقصد کالج اور مدرسہ کی پروفیسری اور معلمی بھی ہو اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص مسلمان بھی ہو اور اس کی زندگی کا مقصد بی۔ اے ایم۔ اے

کی ڈگریاں حاصل کرنا اور دفتروں کی ملازمت کرنا ہو اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کی زندگی کا مقصد کاشتکاری و تجارت اور دنیا کی ترقی تک محدود ہو اور پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص اپنے کو مسلمان بھی کہتا ہو اور اسلام کی ساری باتوں سے انحراف بھی کرتا ہو اور اگر ایسا ہے تو یہ اس کا حسن ماننا اسلام ہے اپنا متعین کردہ زندگی کا مقصد ہو اور یہی باتیں جب آگے کو بڑھ جاتی ہیں تو فرعونیت اور نمرودیت کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں علمائے کرام و واعظین عظام اور اہل قلم حضرات کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے کہ آج مسلمانوں کے لئے جو بہتری کی کوئی تدبیر راس نہیں آتی ہے اس کا ایک بڑا سبب یہی ہے کہ انھوں نے انفرادی طور پر اپنا اپنی زندگی کا آپ مقصد متعین کر لیا ہے اور یہ جب تک باقی رہے گا کوئی علاج شفابخش ثابت نہ ہوگا۔

ایسی انجمنیں، ایسے اخبارات و رسائل اور ایسے واعظین اور مقررین کو ہی سب سے پہلے ٹوکنا چاہیئے اور ان ہی کی سب سے پہلے اصلاح کرنی چاہیئے جن کی زندگی کا مقصد مسلمانوں کے لئے خود ہی دھوکا بنا ہوا ہے۔

ہر کسے ناصح برائے دیگران
ناصح خود کم بود اندر جہان

مسلمانوں کے ان ہمدردوں کو اور ان بزرگوں کو جن کو واقعی اسلام اور مسلمانوں کا خیال ہے اپنے مشوروں اور اپنے مواعظ سے سب سے پہلے مسلمانوں کی زندگی کے مقصد کو ہی یاد دلانا چاہیئے اور جب ایک کام ہو جائے گا تو ان کے اندر صلاحیت پیدا ہو جائیگی اور پھر جو کچھ ان سے کہا جائیگا قبول کرینگے اور کر سکیں گے۔

قرآن مجید مسلمانوں کی زندگی کے مقصد کو بتاتا ہے اور پھر اس کو پورا کرنے کیلئے ابھارتا اور آمادہ کر دیتا ہے اس لئے سو تدبیروں کی ایک تدبیر یہ ہے کہ ان کو اس طرف متوجہ کر دیا جائے۔

جیسا کہ میں نے اس سے پہلے بھی کہا ہے آج بھی کہتا ہوں کہ کم سے کم واعظین کرام صرف ایک سال تک جب وعظ و تلقین کا موقع آجائے تو مسلمانوں کو قرآن کے علم و عمل کی طرف توجہ دلائیں اور یہ متفقہ آواز ہو اور مسلسل، پھر میرا دعویٰ ہے کہ آج کی طرح سے بے نتیجہ، بے ثمر اور انتشار و پریشان خیالی کا منظر سامنے

نہ ہوگا جیسا کہ ہر سال ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ اس ایک ہی برس میں قوم ایک چیز بنے گی ایک بات سیکھے گی اور یہ ایک چیز ایسی ہے کہ اگر اس کو ایک مرتبہ اختیار کر لیا گیا تو ساری بگڑی بیک وقت بن جائے گی۔

بہر حال مسلمانوں کی زندگی کا مقصد متعین ہونا چاہیے اور یہ وہی ہو جس کو ان کے پیدا کرنے والے نے متعین کیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ سوائے قرآن کے اور کہیں نہیں مل سکتا۔ پس قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ عام اور لازمی کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

اپنے آقا سے

اے میرے آقا تو کہاں ہے؟ میں تیرا بندہ ہوں تو مجھے مل جا! اور بتا دے کہ میں تیری بندگی کیوں کر ادا کروں!

آقا! اے میرے آقا! ذرے صحرا سے جدا ہو کر کھو جاتے ہیں، قطرے دریا سے الگ ہو کر فنا ہو جاتے ہیں، پھول شاخوں سے ٹوٹ کر کملا جاتے ہیں اور خوشبو پھولوں سے نکل کر آوارہ ہو جاتی ہے اسلئے میں تیری مسلسل بندگی اور تیرا متصل وصل چاہتا ہوں!!

میرے پیارے آقا میری ساری تمنائیں اور میری ساری آرزوئیں اس میں پوشیدہ ہیں کہ تو ایک بار اپنے آقا کہنے کی اجازت دیکر میری عبدیت کی تکمیل فرما دیگا!!!

"مصلح"

حقیقی بندہ

جسنے اپنے آقا کی صحبت پر صبر نہ کیا اللہ اس کو غلاموں کی صحبت میں مبتلا کریگا اور جسکی امیدیں اپنے مالک کے سوا سب سے منقطع ہو گئیں وہی حقیقت میں بندہ ہے۔

"حضرت شیخ ابو عمرو عثمانؒ"

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس پُرحکمت اور مقدس قصے سے جہاں اور بہت سے فائدے کی باتیں معلوم ہوتی ہیں حکومتِ الٰہی کا بھی عملی سبق ملتا ہے اس لئے پڑھنے والوں کو چاہئے کہ وہ بھی اسی نیت سے اسی رنگ میں اس کو غور کے ساتھ پڑھیں اور عمل کریں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا۔ الیٰ آخر رکوع سورت النمل رکوع (۲)

حضرت سُلیمان اپنے باپ داوُد علیہ السلام کے بعد ان کے جانشین ہوئے ابھی آپ کمسن ہی تھے کہ ایک عجیب و غریب طرح پر ایک مُقدمہ کا فیصلہ کیا جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ یہ وہ جلیل الشان پیغمبروں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بادشاہی کے علاوہ دنیا کی عظیم الشان بادشاہت بھی دی تھی۔ آپ کی دُعا تھی کہ اے اللہ مجھکو ایسی بادشاہت عطا فرما، جو ہمارے بعد کسی کو نہ ملے۔ اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خدائی حکومت کے خزانہ سے آپ کو کیا کچھ نہ ملا ہوگا۔

حیوانات اور ہوا پر قبضہ

علم کی یہ انتہا تھی کہ حیوانوں کی بات سمجھتے تھے اور ان سے ہم کلام ہوتے تھے اور اختیارات اتنے وسیع کہ اجنّہ اور ہوا پر قبضہ تھا جب سلیمان علیہ السلام کا تخت نکلتا تھا تو ہوا پر چلتا تھا اور خوبصورت پرندے اُن پر اپنے پروں کا سایہ کئے ہوتے تھے۔

اگرچہ آج بھی ہوائی جہاز کے بنانے والے ہوا کو مسخر کئے ہوئے ہیں لیکن قرآن مجید جس تسخیر کی طرف اشارے کر رہا ہے وہ اس سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے، یہاں کل پرزے کی محتاجی ہے وہاں اس سے

بے نیازی تھی، یہاں یہ ہے کہ اگر ذرا سی غفلت ہو جائے یا کل پرزے میں خرابی آجائے تو قصہ پاک ہے اور وہاں ہوا ہی زیر فرمان بھی تھی اور نگہبان بھی۔ خواہش مشنری تھی، جب جی چاہا کہ ہوا تیز ہو تیز ہوئی اور جب مرضی ہوئی کہ نرم ہو، نرم ہوئی پھر مسافت اس سرعت کے ساتھ طے ہوتی تھی کہ صبح کی سیر کو نکلے تو یمن میں پہنچ گئے، اور شام کی سیر کو نکلے تو شام میں موجود ہے اور بعض وقت تو ایسا بھی ہوا ہے کہ آنکھ جھپکنے میں ایک ملک کی چیز دوسرے ملک میں آگئی ہے۔ مزید برآں آپ کا تخت بھی کوئی چھوٹا موٹا تخت نہ تھا بلکہ اتنا لانبا چوڑا کہ فوج کی فوج اس پر سوار ہوتی تھی۔

معدنیات

معدنیات کے چشمے اُبل پڑے تھے اور آسانی کے ساتھ جو چیز چاہتے تھے اس سے بنا لیتے تھے۔ جس جگہ زمین میں دفینہ ہوتا تھا وہ زمین خود آواز دیتی تھی کہ مجھ میں یہ مال ہے بچاؤ۔ دریا کے موتی نکالنے اور عالیشان عمارتیں اور قلعہ جات بنانے کے لئے خاص خاص طاقتیں تھیں جو آن واحد میں حسب خواہش اس کو انجام دیتی تھیں الغرض حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں اشیاء کے علوم اور ان کا مصرف جس قدر عام اور ترقی یافتہ تھا وہ آپ اپنی نظیر ہے۔

وَادِی النمل

الغرض ایک بار آپ کا گزر چیونٹیوں کی بستی میں ہوا۔ چیونٹیوں کے سردار نے اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہا! اے چیونٹیو اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، سلیمانؑ کا لشکر آرہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں وہ تم کو پیس ڈالیں، سلیمان علیہ السلام اس کی یہ بات سنکر ہنس پڑے اور شاہ مور کو پکڑ کر پوچھا کہ تو نے مجھ سے اور میرے لشکر سے کونسا ظلم دیکھا جو ایسی باتیں کیں۔ شاہ مور نے کہا! یا نبی اللہ میں نے اپنی رعیت پر شفقت اور مہربانی کے خیال سے اور احتیاطاً ایسا کہا ورنہ آپؑ یا آپؑ کے لشکر نے کسی پر کبھی ظلم نہیں کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا تم لوگوں کا یہی دستور ہے اور ہمیشہ اس طرح کی شفقت کیا

کرتے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ یا نبی اللہ ہمارا یہی دستور ہے ایک کی خوشی سب دوسرے کو خوشی اور ایک کے غم سے دوسرے کو غم ہوتا ہے۔ اپنی خوشی میں اُن کو شریک کرنا اور دوسرے کے غم میں اُن کی غمخواری کرنا ہم پر لازم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان کا بادشاہ اسی لئے کیا ہے یہاں تک کہ جب ایک چیونٹی کہیں مر جاتی ہے تو اس کو وہاں سے اٹھوا کر اس کے گھر پہنچوانے کا بھی انتظام ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اے نملہ تو مجھے بہت عقلمند معلوم ہوتی ہے کچھ نصیحت کر اس نے کہا! یا حضرت آپ کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری بھی دی ہے اور بادشاہی بھی لازم ہے کہ آپ اپنی رعیت کی نگہبانی کریں اور عدل و انصاف سے سب کو خوش رکھیں ظالم سے مظلوم کو داد دلوائیں میں ضعیف و مسکین ہوں مگر ہماری رعیت میں سے کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دعا کی کہ اے میرے رب میرے دل میں ڈال دے اور مجھے توفیق دے کہ میں تیرا شکر گزار بندہ بنا رہوں نیک کام کروں جس سے تو راضی رہے اور تیری رحمت کا مستحق ہو کر تیرے خاص بندوں میں شریک رہوں۔

ملکۂ سبا اور ہُدہُد کی جاسوسی

حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم اور انتظام اس قدر وسیع اور مستحکم تھا کہ ایک دن ہُدہُد کو غائب پایا تو فوراً دریافت کیا کہ ہُدہُد نظر نہیں آتا اور اس بغیر اجازت غیر حاضری کا اگر معقول سبب وہ نہ بتائیگا تو سزا کا مستحق ہوگا۔ ہُدہُد آیا تو آپ نے اس غیر حاضری کا سبب دریافت فرمایا۔ ہُدہُد نے جواب دیا کہ یا نبی اللہ میں ایسے شہر سے آ رہا ہوں کہ اس کی آپ کو بھی خبر نہیں ہے۔ اس ملک پر ایک عورت حکمران ہے وہ کنواری ہے اور اس کا نام بلقیس ہے۔ اس کی حکومت میں سب کچھ ہے اور اس کا ایک تخت ہے جس کی خوبی اور بڑائی کیا عرض کروں یہ سب کچھ ہے لیکن وہاں کے باشندے آفتاب کی پرستش کرتے ہیں۔ شیطان نے اُن کی بدعملیوں کو زینت دے رکھا ہے اس لئے وہ راہ راست سے بے خبر ہیں حالانکہ پرستش کا مستحق صرف وہ اللہ ہے جو آسمان و

زمین کی پوشیدہ چیزوں کو باہر لاتا ہے ظاہر ہو یا پوشیدہ سب کو جانتا ہے۔ وہ اللہ جس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں جو عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا! ہم تیری صداقت کا امتحان کرتے ہیں، ہمارا خط لے کر جاؤ اور ملکہ کے پاس ڈال کر پوشیدہ ہو جاؤ اور دیکھنا رہ کہ وہاں کے لوگ اس کے متعلق کیا کرتے ہیں۔ ہُدہُد نے ایسا ہی کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملکۂ سبا کے نام

حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملکۂ سبا کے نام یہ تھا:۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝

یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے جو اللہ کا رسول ہے اور بیشک اس کا آغاز اس اللہ کے نام سے ہے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اس کے بعد تم کو معلوم ہو کہ تم میرے مقابلہ میں تکبر نہ کرو اور ہم سے اس حال میں ملو کہ مسلمان ہو۔

ملکۂ سبا کا جواب

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ الی آخر رکوع

ملکۂ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کو اپنے اعیانِ سلطنت کے سامنے پیش کیا اور اس اہم معاملہ میں ان سے رائے طلب کی۔ پہلے تو ان لوگوں نے اپنی قوت کا اظہار کر کے یہ جتایا کہ اگر ہماری توانائی کی ضرورت ہے تو یہ بھی ممکن ہے۔ اور آخر بات یہ ہے کہ باوجود اس کے آپ کو اختیار ہے جو مناسب سمجھیں کریں ہم سب اس کو بسر و چشم بجا لائیں گے۔

ملکہ نے اعیانِ سلطنت سے کہا! والیانِ ملک جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا

کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کر ڈالتے ہیں اور ممکن ہے کہ سلیمان علیہ السلام بھی ایسا ہی کریں۔ تاہم فی الحال میں اس بات کی ایک دوسری طرح پر آزمائش کرتی ہوں اور اس پر اپنے آخری فیصلہ کو اُٹھا رکھتی ہوں۔

ملکہ سبا نے کچھ بیش قیمت ہدیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس روانہ کئے جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر سلیمان علیہ السلام نے ان تحفے تحائف کو قبول کر لیا اور خاموش رہ گئے تو سمجھ لیا جائیگا کہ یہ ایک دنیوی بادشاہ ہیں جن کو مال کا لالچ ہے۔ پھر ان سے لڑائی کرنے میں مضائقہ نہیں اور اگر نہیں قبول کیا تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ خدا کے سچے رسول ہیں پھر ان سے جدال و قتال میں غالب آنا ممکن نہیں اور سچائی کو قبول کر لیا جائے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جب یہ تحفے پہنچے جو بمنزلہ ایک رشوت کے تھے تو آپ نے اُلٹے پاؤں اس کو واپس کرایا اور کہلا بھیجا کہ جو کچھ میرے خدا نے مجھکو دے رکھا ہے اس کے مقابلہ میں یہ حقیر چیزیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں میتے جو کفر و شرک سے روک کر اسلام پیش کیا ہے اصل مقصد میرا یہی ہے اگر اس کو قبول نہیں کیا تو ہم ایسی فوجیں روانہ کرتے ہیں جس کا مقابلہ ناممکن ہوگا اور تمہارے لوگ ذلت کیساتھ گھروں سے نکال دیئے جائیں گے پھر غلامی کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔

ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں

ملکہ سبا کے ایلچی نامراد واپس آئے اور اپنی آنکھوں سے جو دبدبہ اور شان دیکھکر آئے تھے اس کے علاوہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تہدیدی الفاظ دہرائے جس کو سنکر ملکہ سبا کو یقین ہو گیا کہ یہ خدا کے سچے پیغمبر ہیں ان سے خود ملنا چاہیئے اور اس سعادت کو حاصل کر لینا چاہیئے چنانچہ معہ خدم و حشم کے ساتھ کوچ ہوا۔ ابھی یہ لوگ راستے ہی میں تھے کہ ہوائی ڈاک پہنچ گئی اور ہوا نے خود ہی اس پیام کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیا کہ ملکہ سبا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا چاہتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ وہ عالیشان شاہی تخت جس کو ملکہ سبا اپنے وطن میں چھوڑ کر آ رہی تھی ملکہ کے آنے سے پیشتر اس کا تخت یہاں موجود ہو جائے ایک قوی ہیکل جن نے کہا! کہ میں لادوں گا' اس سے پیشتر کہ آپؑ اپنے اجلاس سے اٹھیں میں اس کام کو پورا کر دونگا اور میں امانت دار بھی ہوں اور بہت قوی بھی۔ اتنے میں ایک دوسرا اللہ والے شخص نے کہا! میں اس سے بھی پہلے اس کام کو انجام دیدونگا یعنی آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے آپؑ کے سامنے اس تخت کو منگوا دونگا چنانچہ ایسا ہی کر دکھایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلے تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی شکر گزار بندوں کی طرح حمد و ثنا کی پھر تخت میں چند تبدیلیاں کر دیں تاکہ ملکہ سبا کی دانشمندی کو آزمائیں جب ملکہ کی سواری بھی آپہنچی تو آپؑ نے تخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا! کیا تمہارا تخت بھی ایسا ہی ہے۔ ملکہ نے جواب دیا کہ گویا اسی طرح کا ہے اور پھر یہ کہا! آپؑ کے اس معجزے کے دیکھنے سے پہلے ہم لوگ آپؑ پر ایمان لا چکے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام شیش محل میں رونق افروز تھے اس کے سامنے کا فرش صاف شفاف آئینہ کا تھا ملکہ سبا نے وہاں پہنچکر اپنی پنڈلیوں سے یہ سمجھکر ذرا کپڑا اوپر اٹھایا کہ پانی ہے۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پکار کر کہا! چلی آؤ! پانی نہیں یہ تو شیشوں ہی سے بنایا ہوا مکان ہے۔ اب ملکہ سبا بلقیس کو حضرت سلیمانؑ کی صداقت پر اور بھی ایمان ہو گیا اور اب تک اپنے مسلمان نہ ہونے پر استغفار کیا' اور سمجھ لیا کہ جس طرح ہماری عقل دنیا کے معاملہ میں قصور کرتی ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں تو یہ ہیں اسی طرح دین کے معاملے میں بھی جو یہ سمجھتے ہیں وہی صحیح ہے۔ تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ ملکہ سبا یعنی بلقیس سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے شادی کر لی تھی۔

بیت المقدس کی تعمیر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کرائی اور اس کو

بڑے پیمانہ پر نہایت تزک و احتشام کے ساتھ زینت دی ایک دن ایک گنبد میں جو شیشہ کا بنا ہوا تھا اپنی عصا پر ٹیکا دیئے ہوئے کھڑے تھے کہ عزرائیل علیہ السلام نے دنیا سے کوچ کا پیام دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات

فلما قضینا علیه الموت ما دلهم علی موته الا دابة الارض تاکل منساته فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المهین

جنّوں کا عقیدہ تھا کہ غیب کا علم بندوں کو بھی ہوتا ہے اس لیے سلیمان علیہ السلام کا وصال ایسی حالت میں ہوا کہ جنوں کو اپنے عقیدے کی غلطی معلوم ہوگئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی عصا کا ٹیکہ لگائے اسی طرح کھڑے تھے کہ ملک الموت نے روح قبض کرلی اور کامل ایک سال تک لاش اسی شکل میں باقی رہی جب دیمک نے عصا کو کھالیا تو آپ کی لاش زمین پر آرہی۔ اس اثنا میں بیت المقدس کی تعمیر جاری رہی کیونکہ کام کرنیوالے سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں اور ہر روز ہمارے کام کو دیکھتے رہتے ہیں اس کے بعد معلوم ہوگیا کہ یہ ان کی غلطی تھی اور اگر وہ غیب کی خبر کو جانتے تو ان کی موت سے بھی آگاہ ہوجاتے اور اس کام کے زحمت مصیبت میں مبتلا نہ رہتے۔

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ

جامۂ عبدیت ہی چاک بولہبی کا دور ہے
شیوۂ بندگی کہاں پیشۂ آذری کہاں
امتِ خبیر کا یہی نعرۂ امتیاز ہے؟؟؟

شانِ بلالؓ کہیں ڈھنگ سی اور نہ طور ہے
بولہبی کچھ اور ہے شانِ بلالؓ اور ہے
بات کلامِ پاک کی لائقِ فکر و غور ہے

"مصلح"

محبتِ الٰہی

سب سے پیارا

(مولانا عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ حیدرآبادی)

سب سے پیارا اللہ ہو — وِردِ ہمارا اللہ ہو
خیر و شر کا مالک ہے — سب کا سہارا اللہ ہو
اس کو کمی کس شئی کی ہے — جس نے پکارا اللہ ہو
مونسِ کنجِ تنہائی — انجمن آرا اللہ ہو
راحتِ جانِ محزوں ہے — آنکھوں کا تارا اللہ ہو
باطل کا اُڑ جائے رنگ — گر ہو اشارا اللہ ہو
دردِ جدائی وہی تو ہے — وہی ہے چارا اللہ ہو
ہستی و ہمی کو کر دے — پارا پارا اللہ ہو
خرمنِ ہستی پھونک ہی دے — بن کے شرارا اللہ ہو
کیوں نہ چیخے صبح و مسا — ہجر کا مارا اللہ ہو

راحتِ جانِ حسرتؔ ہے
سب سے پیارا اللہ ہو

محبت کس سے کرنی چاہیئے

(مولانا صوفی سید شاہ عبدالقادر صاحب۔ حیدرآبادی)

محبت کے دو سبب ہیں حسن اور احسان، جو کوئی کسی کا گرفتار ہوتا ہے انہی دو زنجیروں میں سے کسی ایک زنجیر کا۔ اگرچہ یہ دونوں زنجیریں کشش میں باہم دگر یکساں ہیں مگر بعض حسن کو اور بعض احسان کو ترجیح دیتے ہیں لیکن اہل تحقیق کی نظر میں دونوں کے جلوے یکساں نظر آتے ہیں۔

صاحب حسن کو حسین اور صاحب احسان کو محسن کہتے ہیں اور ان دونوں کو محبوب، مطلوب اور معشوق کے معزز اور پیارے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے اسیطرح ان کے مبتلا اور گرفتاروں کو طالب، محب اور عاشق کے نام سے پکارتے ہیں۔

حسین کامل وہ ہے جسکے جلوے اور مشاہدے سے عاشق کے جملہ حواس ظاہری و باطنی اپنی اپنی جنت میں داخل ہوجاتے ہیں کیونکہ یہ مشہود و محسوس عالم درحقیقت دس عالموں سے مرکب ہے اور رب العالمین کے بھی یہی معنی ہیں دس عوالم جنکا اوپر ذکر ہوا ان میں سے پانچ ظاہری ہیں اور پانچ باطنی۔ مبصرات، مسموعات، مذوقات مشمومات اور ملموسات کو ظاہری اور ماکولات تخیلات، تصورات، توہمات اور تفکرات کو باطنی سے موسوم کرتے ہیں۔ خداوند تبارک و تعالیٰ نے ان میں سے ہر عالم کے مقابلے میں ایک حس پیدا کی ہے اور ہر عالم کو اس حس کی جنت قرار دیا ہے اور کوئی حس کسی دوسرے حس کو اپنی جنت میں داخل نہیں ہونے دیتا۔

کامل محسن حسین کی جو تعریف بیان کیگئی وہی کامل الاحسان محسن کی بھی ہے اسکے احسان سے عوالم زیر بار منت بن جاتے ہیں چونکہ یہ ہر دو صفات کی جامع صرف خدائے پاک کی مقدس ذات ہی ہے اس لئے وہی حقیقی محبوب اور حقیقی معشوق ہے۔

اب اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے دل لگاتا ہے تو وہ ایک دوسرے قسم کا دیوانہ، نادان ہے اور سراسر نقصان

ہیں ہی کیونکہ کسی محبوب میں ہر دو صفات مذکورہ بالا ناممکن ہی کہ پائے جائیں اور جب نہیں ہیں تو جس خوبی کی جس محبوب میں کمی ہی اور محب کا جو حس اس کے مقابل کا ہی اس کیلئے وہ کمی دوزخ کی مصداق ہی۔

اسکو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہی کہ قوی الحس انسان کے کسی حصۂ جسم میں اگر ایک سوئی کی نوک بھی چبھ جاتی ہے تو اسکا سارا جسم اذیت کو محسوس کرتا اور اپنی اپنی جگہ پر بیقرار ہو جاتا ہی پس اسیطرح اگر کسی حسین کے شاہد میں ایک حس بھی کراہت کی دوزخ میں ہو تو جملہ حواس عشرہ کو درد و الم میں شریک و سہیم ہونا پڑیگا اور اگر شریک نہ ہوں تو فالج زدہ یا ناکارہ ہیں جن پر حس کا اطلاق نہیں کرنا چاہی اسلئے ہم اس حس کے انسان کو مردہ تو نہیں کہ سکتے لیکن زندہ بھی نہیں کہیں گے۔

فرض کیجیئے کہ آپ کا ایک محبوب ہے جو رنگ و روپ شکل و وضع وغیرہ میں نہایت ہی بہتر ہے اور جسکا حسن عالم مبصرات کا بہترین نمونہ ہے اور جسکے مشاہدہ میں آپ کی حس بصر مستغرق اور اپنی جنت میں داخل ہے لیکن اس کی آواز میں خشونت اور کراہت ہی تو آپ کے بقیہ حواس اسکے مشاہدہ میں بیقرار ہونگے کیونکہ ان کیلئے یہ چیز دوزخ کا کام کریگی اور اگر آپ کو ان چاروں حسوں کے اذیت کی خبر نہیں ہی تو آپ حواس باختہ اور مفلوج ہیں بھی مثالاً اور بقیہ عوالم اور احساسات کی بھی سمجھ لینی چاہئے ایسا شخص اگرچہ اس نعمت کو کچھ سمجھ، ہمیشگی کی دعا مانگے لیکن یہ دعا خواب کے اندر اس قیدی کی دعا ہو گی جو اپنے کو آزاد سمجھکر اس کے دوام کی دعا مانگ رہا ہو اور جب آنکھ کھلے تو اپنے کئے پر پچھتائے یہی حال غیر اللہ سے محبت کرنیوالوں کا ہو گا۔ مرنیکے بعد جب ان کی آنکھ کھلے گی تو حرص و ہوا کے قید و بند میں جکڑا ہوا اپنے کو پائیں گے اور کہیں گے۔ یلیتنی کنت ترابا۔

پس خوش قسمت عاشق وہ ہیں جن کو اپنے پیدا کرنے والے سے محبت ہو جو کامل الحسن بھی ہے اور کامل الاحسان بھی اور یہ سب قرآن مجید کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے۔

محبت اس سے کرنی چاہئے جس کو سب سے زیادہ ہم سے محبت ہے، اور جو ہمارا سب سے بڑا محسن ہی۔

مصلح

امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا جو مرتبہ ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، العلماء ورثۃ الانبیا اور علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل کے آپ حرف بحرف مصداق تھے۔ حق کے معاملہ میں تنہا ایک طرف آپ کا ہونا اور دوسری طرف وہ عظیم الشان بادشاہوں کی پوری طاقت کا صرف ہونا اور پھر فتح کا سہرا آپ کے سرِ مبارک پر باندھا جانا قرآن مقدس کی اُن آیتوں کی پوری پوری تصدیق ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدے ہیں۔

آج جب کہ حکومتِ الٰہی کا ذکر تک نہیں، دینِ حق کے غلبہ کا خیال تک نہیں اور قرآن مجید کی سچی عظمت وشان اور اُس کے مصرفِ صحیح کے لئے عموماً علمائے زمانہ کے اندر کوئی تڑپ نہیں امام موصوف کی زندگی کے اس حصّہ کا اعادہ نہایت مناسب ہے جو قرآن مجید کے صرف ایک عقیدے کی حفاظت کیلئے آپ نے آہنی قلعہ بنکر صرف کی۔

مسئلہ خلق قرآن

مسئلہ خلق قرآن کی ابتدا مامون نے ۲۱۲ھ ہجری میں کی اور ۲۱۸ھ ہجری میں اس پر زور دیا اور ۲۳۴ھ ہجری کے اخیر تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔ اگرچہ اس کا زور واثق باللہ کے زمانہ میں ٹوٹا مگر جعفر متوکل نے احکام جاری کرکے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس فتنہ کو فرو کیا۔ اس مدت میں معلوم نہیں کتنے محدثین نے حق کی حفاظت میں اپنی جانیں دیدیں۔

معتزلہ نے اس مسئلہ کو مذہبی رنگ میں پیش کیا کہ اگر قرآن غیر مخلوق ہو تو خالق کے ساتھ شرک لازم آتا ہے۔ پس یہ مذکورہ بالا سلاطین نے اس کے انسداد کو اپنا مذہبی فرض سمجھا، اور اتنی بڑی غلطی کے مرتکب ہوئے کہ شاید اُن کے نامۂ اعمال میں سب سے زیادہ نمایاں جگہ اسی معصیت کو ملی ہوگی۔

قاضی احمد بن دواد نے جو علم کلام میں متبحر اور معتزلہ کا سرگروہ تھا، مامون کو سمجھایا کہ کلام اللہ مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا اور جعل کے معنی پیدا کرنے کے ہیں جیسا جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ سے ظاہر ہے۔ مامون نے بھی اپنے عقیدے میں اُس کو داخل کر لیا اور مستعد ہو گیا کہ وہ یا تو فقہا اور محدثین سے اس مسئلہ کو منوا کر رہیگا یا ان سب کا خاتمہ کر دیگا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ یقیناً ایسا کر سکیگا کیونکہ حکومت کا زعم باطل یہی کا متقاضی تھا مگر اس کے جانشینوں نے اور اُن کے ساتھ ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ ایسا نہیں کر سکا بلکہ وہ اور اُس کی سلطنت مٹ گئی لیکن صرف ایک حق پرست کی بدولت حق باقی رہ گیا۔

مامون نے شاہی حکم کے ذریعہ سے فقہا اور محدثین کو طلب کیا اور اُن کا مسئلہ خلق قرآن کے متعلق عقیدہ دریافت کیا۔

فقہا اور محدثین

ایسے موقع پر بے چارے حکومت کے علما، تو کس شمار میں ہوتے ہیں وہ جن کو باستثناء بہت سے دور کا علاقہ بھی نہ تھا ان میں سے بھی بعضوں نے بالکل سکوت اختیار کیا اور بعضوں نے کہا کہ قرآن مجعول ہے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مخلوق نہیں کہا، اس لئے ہم بھی نہیں کہہ سکتے۔ لیکن جب سختی کے ساتھ حاکم کو دوسرا حکم ملا کہ جو لوگ صاف صاف قرآن کو مخلوق نہ کہیں اُن کو قتل کر دیا جائے تو پھر اُن کے پاؤں میں بھی لغزش آگئی اور اپنی جان بچانے کے لئے کہہ دیا کہ قرآن مخلوق ہے

حضرت امام کا عزم و استقلال

ایسے وقت میں جبکہ وہ فقہا اور محدثین بھی جن کا شمار اُمت کی پہلی صف میں تھا ایک ایک کر کے ملحد ہو گئے، کوئی

بھی راہِ حق پر ثابت قدم نہ رہ سکا۔ سب نے اپنی اپنی پناہ کے لئے کوئی نہ کوئی حیلہ تلاش کر لیا۔ شاہی عقوبت کے خوف نے ہر ایک کے قدم ڈگمگا دیئے۔ اخیر دم تک کے لئے صرف امام احمد بن حنبلؒ تھے جنہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور محمدؐ کے دین کو مسلم تنہا اپنی اس پشت پر جس پر کوڑے پڑنے والے تھے اٹھا کر بچا لینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ذالک من عزم الامور۔

امام احمد بن حنبلؒ کو اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل سے ہی اس مقصد کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ آپ کو حق پرستوں کی امامت کرنی تھی۔ آپ قرآن کے شیدائی تھے اور آپ کی صحیح نگاہ ہر وقت قرآن پر تھی۔ تخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ کو آپ خوب سمجھتے تھے اور یدعون ربھم خوفاً و طمعاً کو اچھی طرح جانتے تھے اس لئے آپ سے یونہی ہی چاہیئے تھا جس کا آپ نے اپنے کو وقار عزم و استقلال سے اظہار فرمایا۔ رضی اللہ عنہ

قدرت کے کرشمے بھی عجیب ہیں ان فقہا اور محدثین نے جس چیز کا سہارا لیا تھا وہی ان کی رسوائی کا باعث بنی۔ بادشاہ کو خبر ملی کہ جن فقہا اور محدثین نے مسئلہ خلق قرآن کا اقرار کیا ہے انہوں نے یا تو تقیہ کیا ہے یا آیت الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان کی آڑ لی ہے۔ ان لوگوں نے سچے دل سے اس کو قبول نہیں کیا ہے۔ یہ سن کر بیحد غضبناک ہو کر فرمان نافذ کیا کہ ان سب کو گرفتار کر کے دربار شاہی میں بھیجا جائے حکم کی تعمیل کی گئی مگر ابھی یہ لوگ راستے ہی میں تھے کہ حسنِ اتفاق سے خبر پہنچی کہ مامون کا انتقال ہو گیا جس سے سب کی رہائی ہوئی۔

حضرت امام قید و بند میں

مامون کو اس مسئلہ میں جس درجہ کا غلو تھا اس کا ثبوت صرف اس ایک واقعہ سے ملتا ہے کہ مرتے وقت وصیت کر گیا کہ ہمارے بعد جو کوئی ہمارا جانشین ہو اس کا فرض ہے کہ فقہا اور محدثین سے مسئلہ خلق قرآن کا اقرار کرائے۔

معتصم مامون کے بعد اس کا جانشین ہوا جس نے وصیت نامہ کی تکمیل میں کوئی کسر اپنی طرف سے باقی نہیں رکھی جب یہ اس طرف متوجہ ہوا تو اس کے سامنے ایک ذات ایسی تھی جو اپنے اندر مرکزیت کی ساری شان

رکھتی تھی اور وہ ذات حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی اسلئے معتصم کی ساری شاہی قوت بھی نہیں کی تعذیب کیلئے سمٹ کر آگئی اس نے جس قدر مبالغہ آپ سے اس مسئلے کے منوانے میں کیا آپ نے اسی قدر سختی سے اس کا انکار کر دیا نتیجہ صاف ظاہر تھا پہلے تو آپ قید کر دیئے گئے، چار چار بوجھل بیڑیاں پاؤں میں ڈال دی گئیں جس سے ہلنا دشوار تھا اس پر یہ ظلم کہ اسی حالت میں خود ہی اونٹ پر سوار ہوں اور آپ ہی اتریں بھی۔

بادشاہ کا ان سب سختیوں سے ایک ہی مقصد تھا کہ آپ حق سے دست بردار ہو جائیں اور آپ کا بھی ان سختیوں کو خوشی خوشی برداشت کر لینے سے ایک ہی مدعا تھا کہ چاہے جو کچھ بھی ہو جائے مگر حق ہاتھ سے نہ جانے پائے اور امام موصوف پر خدا کی بیشمار رحمتیں ہوں کہ ایک مرتبہ جس چیز کو آپ نے طے کر لیا تھا سلطنت کی کوئی طاقت بھی اس میں سر مو فرق نہ کر سکی

مناظروں کا حال

آپ اسی حالت میں طرطوس تک پہنچائے گئے اور متعدد قید خانوں میں قید کئے جاتے رہے کبھی اصطبل میں رکھے جاتے اور کبھی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں بند کر دیئے جاتے اور یہ بھی ہوتا رہا کہ بار بار مناظر ہوتے رہے جس میں ہمیشہ فریق مخالف کو ہی خاموش ہونا پڑا۔ بادشاہ نے خاص طور پر دو آدمیوں کو مناظرہ کرنے کی غرض سے بھیجا ان کا آپ نے اور بھی برا حال کیا۔ آپ نے ان سے کہا! خدا تعالیٰ کے علم کو مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق انہوں نے کہا غیر مخلوق آپ نے فرمایا کہ تو اسی قول سے تم کافر ہو گئے، کسی نے کہا یہ کیا کہتے ہو یہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ فرمایا ہاں! یہی بادشاہ کے بھیجے ہوئے کافر ہو گئے ہیں!

جب اس طرح کے مناظروں سے کام نہ چلا تو معتصم نے حکم دیا کہ ہمارے سامنے لائے جائیں۔ حاکم بغداد نے ایک مرتبہ سمجھایا کہ اب اگر اقرار نہ کرو گے تو بادشاہ نے قسم کھائی ہے کہ ہر روز آپ کو کوڑے لگوائے جائیں گے یہاں تک کہ آپ مسئلہ خلق قرآن کا اقرار کر لیں یا اسی عذاب میں مبتلا رہکر مر جائیں حاکم نے

یہ بھی کہا اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ قرآن مجعول ہو اور مخلوق نہ ہو۔ حضرت امامؒ نے جواب میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ بھی ہے۔ کیا یہاں جعل کے معنے تخلیق کے صادق آتے ہیں جعل اور خلق ہرگز مترادف نہیں ہو سکتے بے چارے حاکم کی اس سے آگے کیا رسائی ہو سکتی تھی اس لئے آپ معتصم کے پاس بھیج دیئے گئے۔

رات بھر آپ قید میں رہے صبح کو بادشاہ نے اپنے سامنے بلایا۔ چار بیڑیوں کو سنبھال کر چلنا مشکل تھا اور کوئی چیز نہ تھی جس سے ان کو باندھا جاتا۔ آپ نے پائجامہ سے ازار بند نکال کر ان کو اکٹھے کیا اور پائجامے کو گرہ دے لی اس حال میں کسی طرح افتاں خیزاں بادشاہ کے روبرو پہنچے، خلق کا ہجوم تھا جس میں معتزلہ کے علماء اور سردار بھی کثرت سے تھے۔ بادشاہ نے اپنے پاس آپ کو جگہ دی۔ بیڑیوں ہی کی مشقت سے تھوڑی دیر دم لے کر آپ نے خود ہی بادشاہ سے پوچھا۔

امام احمد بن حنبلؒ ! مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟

معتصم باللہ ! ہاں جو کچھ کہنا ہو کہو۔

امام احمد بن حنبلؒ ! خدا تعالیٰ بندوں کو کس چیز کی طرف بلاتا ہے!

معتصم باللہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کی طرف۔

امام احمد بن حنبلؒ ! میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کی شہادت دیتا ہوں!

معتصم باللہ ! اگر میں انہیں اپنے سے پہلے بادشاہ کے قید میں نہ پاتا تو ہرگز تعرض نہ کرتا اس کے بعد عبدالرحمٰن بن اسحاق کی طرف دیکھ کر کہا کیوں میں نے نہیں کہا تھا کہ ان پر سختی نہ کی جائے اس نے کہا یا امیر المومنین درحقیقت ان کی تعذیب مسلمانوں کی آسانی کا سبب ہے۔ معتصم باللہ نے کہا اچھا مناظرہ کرو۔

عبدالرحمٰن بن اسحاق ! قرآن کو تم مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق۔

امام احمد بن حنبلؒ ! اللہ تعالیٰ کے علم کو تم مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق اس جواب سے عبدالرحمٰن بن اسحاق

لاجواب ہو چکا تو ہر طرف سے دلائل و اعتراضات ہونے لگے اور آپ سب کو جواب دیتے گئے یہاں تک کہ سب ساکت ہو گئے۔ مگر اس سے کیا ہو سکتا تھا۔ کوشش تو اس امر کی تھی کہ آپ خواہ مخواہ بھی اُن کے ہمنوا بن جائیں یہ چاہتے تھے کہ قطب اپنی جگہ سے ہل جائے اور مرکزِ عالم اپنے مقام سے ٹل جائے مگر ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔

تیسرے روز ایک نہایت عظیم الشان دربار منعقد کیا گیا جس میں مسلح فوج ایک طرف اور دوسری طرف جلاد کوڑے لئے ہوئے کھڑے تھے، اس وقت آپ قید خانے سے لائے گئے، معتصم کے کہنے سے خاص خاص لوگوں نے آپ سے پھر مناظرہ شروع کیا مگر اُن کا بھی وہی انجام ہوا جو اُن کے پیشروؤں کا ہو چکا تھا۔ بادشاہ معاملے کے اس قدر طول کھینچنے سے گھبرا گیا تھا ادھر ابن دؤاد سرگروہِ معتزلہ یہ کہہ کہہ کر اُکسا رہا تھا کہ یہ شخص گمراہ اور گمراہ کرنے والا بدعتی ہے یا امیر المومنین آپ اس کو قتل کر دیجئے اس کا خون ہماری گردن پر۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ کوئی معمولی عظمت کے آدمی نہ تھے، بادشاہ بھی اس کو خوب سمجھ رہا تھا، مگر سلطنت کے رعب و وقار کا خیال دامنگیر تھا اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے آپ کو ہٹا دیا اور خاص خاص لوگوں سے تخلیہ میں گفتگو کی پھر سب کو الگ کر کے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے کہا اے احمد تم اقرار کر لو تو میں ابھی تمہیں رہا کر دیتا ہوں امام آپ نے بار بار جس کلمہ کو دہرایا تھا پھر اسی کو زبان پر لائے کہ میں بغیر قرآن و حدیث کے کوئی بات نہیں مان سکتا۔

حق کی پشت پناہ پیٹھ پر کوڑے

اب معتصم باللہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا غصہ ہو کر آواز دی کہ اس کو کھینچو اور لباس اتار کر کوڑے لگاؤ۔ پھر حالتِ غیظ میں اپنے مقام سے اُٹھ کر کرسی پر آ بیٹھا اور کوڑے والوں کے کوڑے دیکھ کر دوسرے کوڑے لانے کو کہا جب دوسرے کوڑے پسند آ گئے تو جلادوں کو حکم دیا کہ خوب زور سے اس کو مارو ایک شخص آگے بڑھا اور پوری قوت سے دو کوڑے مار کر ہٹ گیا۔ پھر دوسرا جلاد آیا اور اس نے بھی دو کوڑے اسی طرح مارے۔ اسی طرح نوبت بنوبت کوڑے مارنے والوں نے اپنی پوری طاقت سے دو دو کوڑے مارے۔ جب

انتیس کوڑے مارے جاچکے تو معتصم باللہ کو شاید کچھ رحم آگیا اور آپ کے پاس آکر کہنے لگا! یا احمد واللہ

انی علیک لشفیق وانی لاشفق علیک کشفقتی علی ابنی، واللہ لئن اجبتنی لاطلقن عنک بیدی، ما تقول؟

اے احمد خدا کی قسم میں تم پر اپنے بیٹے سے زیادہ شفقت رکھتا ہوں اگر تم خلق قرآن کا اقرار کرلو تو خدا کی قسم اپنے ہاتھوں سے تمہارے پاؤں کی بیڑیاں کھول دوں، کہو کیا کہتے ہو؟ آپ نے اس وقت بھی یہی کہا۔!

اعطونی شیئاً من کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ! اے معتصم خدا کی کتاب یا رسول اللہ کی حدیث سے اس کا کوئی ثبوت پیش کیا جائے تو میں اقرار کروں!

معتصم یہ سنتا اور مجبور ہو کر معتزلہ کے علماء قاضی ابن دواد وغیرہ کو مخاطب کرتا اور کہتا ناظرہ وکلموہ ان سے بحث وگفتگو کرو۔ اور جب وہ اپنی عقلی دلیلیں پیش کرتے تو آپ ارشاد فرماتے ما ادری ما ہذا، میں نہیں جانتا یہ تمہاری عقلی دلیلیں کیا بلا ہیں، اعطونی شیئاً من کتاب اللہ ومن سنۃ رسول اللہ حتی اقول۔ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کے قول سے کوئی دلیل پیش کرو تو میں بھی وہی کہوں جو تم کہتے ہو۔

آپ کے انکار اور اصرار کے بعد ہر طرف سے سختیاں شروع ہوگئیں، کوئی تلوار کے قبضہ سے مار کر کہتا! کیا تو اتنے لوگوں پر غالب آجائیگا؟ کوئی کہتا امیر المومنین کی بات کو تو نہیں مانتا، اور کوئی کہتا کہ تیرے رفقاء میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا جو تو کر رہا ہے۔ ادھر ابن دواد غصہ دلانے کے لئے کہہ رہا تھا! امیر المومنین آپ روزہ سے ہیں اور اس شخص کی وجہ سے دھوپ میں کھڑے ہوئے ہیں، اس کو قتل کر ڈالیے اس کا خون میری گردن پر ہے، معتصم نے پھر کہا! اے احمد کچھ تو کہو تاکہ تمہارے رہا کرنے کا کوئی حیلہ ہاتھ آئے لیکن آپ کا پھر وہی ایک جواب تھا کہ کوئی آیت یا حدیث بتلائیے تو قبول کرلیتا ہوں،

اللہ اللہ آپ کا یہ قول اپنی جگہ پر کس طرح سے ہمالیہ پہاڑ کی طرح مضبوط ہے کہ لاکھوں ہوا کے تھپیڑے آئے لیکن اپنی جگہ سے جنبش بھی تو نہ ہوئی، آپ کے سامنے یہ دونوں چیزیں تھیں کہ اگر خلق قرآن کا اقرار نہ فرمالیں تو شاہی عقوبات سے دنیا کی کوئی طاقت نہ بچا سکے گی اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اگر اقرار کرلیا

تو آپ سے بڑھکر مرسم خسروانہ کا بھی کوئی حق دار نہ ہوگا۔

ایک طرف تو یہ تھا اور دوسری طرف یہ کہ ایک مرتبہ آپ کا "ہاں" کہدینا اہل حق کے واسطے قیامت تک کے لئے سوہان روح اور ایک بری مثال بن جاتا۔ اور اگرچہ آپ اپنی چند روزہ زندگی میں شاہی نوازشات کے مرجع بن جاتے مگر امت اسلامیہ کیا ساری دنیا کے سامنے جو آپ کی عزت ہے اور جو انعامات خداوندی کے آپ مستحق ٹھیرے ہیں اس سے آپ یقیناً محروم رہ جاتے۔

بادشاہ سے کچھ نہ بن پڑتا تھا، وہ عجیب کشمکش کی حالت میں مبتلا تھا۔ اسی غیظ و غضب کی حالت میں پھر کرسی پر جا بیٹھا اور جلادوں کو زیادہ سختی کے ساتھ کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

لکھا ہے کہ جب حضرت امامؒ پر پہلا کوڑا پڑا تو آپ نے کہا "بسم اللہ"، دوسرے کوڑے پر "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" تیسرے کوڑے پر "القرآن کلام اللہ غیر مخلوق" اور چوتھے کوڑے پر "لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا"۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح موقع موقع کی آیت کوڑے کی ہر ضرب پر تلاوت فرماتے رہے اس اثناء میں پاجامہ کھل گیا اور ناف تک اتر آیا۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھکر کہا "الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں حق پر ہوں تو میری بے ستری نہ ہو"۔ پاجامہ وہیں رک گیا۔ پھر جب سختی کے ساتھ پیہم کوڑے پڑنے لگے تو آپ بیہوش ہو گئے اور اس کے بعد بے دردی کے ساتھ آپ کو روندا گیا۔

کہتے ہیں کہ جب تک آپ کو ہوش رہا ہر ضرب پر آپ معتصم باللہ کی خطا کو معاف کرتے رہے، کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ قیامت کے دن کہا جائے کہ یہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے چچا کی اولاد اور اہل بیت کا دعویدار ہے۔"

یہ رمضان المبارک کا اخیر عشرہ تھا جب کہ آپ پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے گئے، روزے پر روزے تھے، اس پر پیٹھ زخموں سے چور چور ہو چکی تھی، بار بار غش آجاتا تھا ایسے وقت میں پیاس کا جو عالم ہوتا ہے اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے، سامنے برف دیا ہوا پانی لایا گیا تھوڑی دیر آپ نے اس کو

دیکھا اور واپس فرما دیا۔

ایک شخص نے ستو پیش کیا آپ نے کہا کہ میں روزہ سے ہوں۔ مگر جب نماز کا وقت آیا تو اسی حالت میں نماز ادا کی پینے والے نے کہا! آپ نے نماز پڑھی حالانکہ جسم سے خون جاری ہے۔ آپ نے جواب دیا ہاں! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

علماء کو آپ کا جواب

حضرت امامؒ جب رقہ میں محبوس تھے تو علماء کی ایک جماعت آپ سے ملنے کو آئی اور ان روایات کو سنایا جس میں جان کے خوف سے تقیہ کر لینے کی اجازت ہے۔ آپ نے یہ کہہ کر سب کو خاموش کر دیا کہ اس حدیث کی نسبت کیا کہتے ہو جبکہ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کفار و مشرکین کے ظلم و ستم کی فریاد کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے سروں پر آرہ چلایا جاتا تھا مگر وہ حق سے نہ ٹلتے تھے۔

آپ پر جس وقت کوڑے پڑ رہے تھے تو وہ علماء بھی کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے جنہوں نے تقیہ سے کام لیا تھا۔ انہوں نے حضرت امامؒ سے کہا! کیا ایسی ہٹ آپ کے ساتھیوں نے بھی کی، جس پر آپ نے جواب دیا "یہ کیا دلیل ہے اعطونی شیئاً من کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ حتیٰ اقول

فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۸ ماہ قید رہے اس عرصہ میں تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد اس قدر تازیانے پڑتے تھے کہ آپ بیہوش ہو جاتے تھے۔ اس کے علاوہ تلوار سے چرکے لگائے جاتے اور زمین پر ڈال کر پاؤں سے روندتے تھے"

جب متوکل خلیفہ ہوا تو اس نے حضرت امام کی مصیبتیں دور کیں اور ان کو اپنے حضور میں بلوایا اور ان کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا۔ اور ممالک اسلامیہ میں ایذا دہی اٹھا دینے اور سنت کا اظہار کرنے اور قرآن

کے غیر مخلوق ہونے کے بارے میں فرمان جاری کیے اور فرقہ معتزلہ کا گرد ٹھنڈا پڑ گیا۔

ابوالہیثم عیّار

اس خدائی آزمائش کے زمانے میں ابوالہیثم عیار نے عجیب طرح پر آپ کی ڈھارس بندھائی۔ یہ امام صاحب موصوف کے پاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے احمد میں ابوالہیثم چور ہوں، مجھے ۱۸ ہزار تازیانے پڑے تا کہ چور ہونے کا اقرار کر دوں مگر میں نے اقرار نہیں کیا، حالانکہ میں جانتا تھا کہ برسرِ حق نہیں ہوں لہٰذا تم تازیانوں کی گرمی سے بچتے رہنا کیوں کہ تم حق پر ہو، حضرت امام فرماتے ہیں کہ جب مارے درد محسوس ہوتا تھا تو اس چور کی بات یاد آجاتی تھی اس کے بعد آپ ہمیشہ اس پر مہربانی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت امام فرماتے ہیں کہ جب میں سزا تازیانہ کے لیے سامنے لایا گیا اور لوگ خلیفہ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں سے لکڑی کی دونوں لکڑیوں کے سرے کو تھامے رہنا مگر میں اس کی بات کو نہ سمجھا۔ اس سبب سے میرے دونوں ہاتھ اکھڑ گئے لوگوں کا بیان ہے کہ مرتے دم تک آپ کو اس کی تکلیف رہی اور کئی سال تک سرین کے گوشت کی بوٹیاں ادھیڑا نوچا جاتا تھا۔

حافظ ابن جوزی محمد ابن اسمٰعیل سے نقل کرتے ہیں، ضرب احمد بن حنبل ثمانین سوطاً لوضرب بها فیلا لهدته۔ احمد بن حنبل کو ۸۰ کوڑے ایسے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کے بھی مارے جاتے تو چیخ اٹھتا۔

احمد بن غسان کا بیان ہے کہ جب میں امام احمد کے ساتھ مامون کے پاس بھیجا گیا تو خلیفہ کا خادم ہم سے آکر ملا، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، وہ ان کو پوچھتا جاتا اور کہتا کہ اے ابو عبداللہ آپ پر جو مصیبت آئی ہے اس کا مجھے سخت صدمہ ہے۔ امیرالمؤمنین نے وہ تلوار نیام سے نکال رکھی ہے جو کبھی نہیں نکالی تھی اور چمڑے کا وہ زیرانداز بچھوایا ہے جو کبھی نہیں بچھوایا تھا اور اس نے

کہا ہے کہ مجھے جو قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک یہ دونوں قرآن کو مخلوق نہ کہیں گے میں اپنی تلوار احمد اور اس کے ساتھی سے الگ نہ کرونگا۔

حضرت امام نے خادم کی یہ بات سنی تو زمین پر اپنے گھٹنے ٹیک دیئے اور آسمان کی طرف دیکھکر دعا کرنے لگے اور ابھی تہائی رات بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ نالہ وشیون کی صدا ہر طرف سے بلند ہوئی اور وہی خادم یہ کہتا ہوا ہماری طرف آیا کہ اے احمد تم نے سچ کہا قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے واللہ امیر المومنین مر گیا۔

آپ مدینہ منورہ کو تشریف لے جا رہے تھے۔ ابھی شہر میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ ایک عابد ملا۔ اس نے آپ سے کہا! اے احمد دیکھو تمہارا یہاں آنا مسلمانوں کے لئے منحوس ثابت نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان مسلمانوں کا نمائندہ ہونا پسند فرمایا ہے، لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ دیکھیں تم اس مسئلے میں کیا کہتے ہو، یاد رکھو جو تم کہو گے یہ بھی وہی کہیں گے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی اچھا مددگار ہے

حضرت امام نے اس پہلو کو کیوں اختیار کیا

اگرچہ شرعاً جائز ہے کہ جبر واکراہ کے موقع پر زبان سے کوئی کلمۂ کفر کہہ دیا جائے تو مضائقہ نہیں جیسا کہ اس آیت شریف سے ظاہر ہے ۔ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیہم غضب من اللہ ولہم عذاب عظیم۔ اسی وجہ سے اکثر فقہا اور محدثین نے قرآن کے مخلوق ہونے کا زبانی اقرار کر لیا تھا اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی اس مسئلہ کو اچھی طرح جانتے تھے باوجود اس کے آپ نے جو انکار کا پہلو اختیار کیا اس کی ایک وجہ یہ بھی کہ اگر کل علماء مصلحتاً خلق قرآن کا اقرار کر لیتے تو عوام الناس اس مصلحت کو تو نہ سمجھتے بلکہ یہ خیال کر لیتے کہ اگر یہ اعتقاد باطل ہوتا

تو کوئی نہ کوئی عالم اس کی ضرور مخالفت کرتا اور یہ مقام صرف حضرت امام کے لئے باقی رہ گیا تھا۔

آپ کا یہ خیال بھی تھا کہ معلوم نہیں یہ طوفان بے تمیزی کب تک رہے گا اگر مدت تک یہی اعتقاد فاسد عوام الناس کے ذہن میں جما رہا تو اہل حق کو آئندہ اس کی اصلاح میں دشواریاں لاحق ہوں گی الغرض یہی اسباب تھے جن کی بناء پر آپ اور آپ کے چند ہم خیالوں نے ہر قسم کی سختیاں برداشت کیں بلکہ جانیں تک دیدیں! اور حق بات کو ظاہر کرتے رہے جس سے تمام مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ یہ مسئلہ دین میں ایسا ضروری اور مہتم بالشان ہے کہ اس کے مقابلہ میں جان بھی کوئی چیز نہیں۔

تلاوت اور متلو کے فرق کو اہل علم خوب جانتے ہیں مگر چونکہ عوام ایسے امور میں فرق نہیں کر سکتے اس لئے دونوں کا ایک ہی حکم قرار دیا گیا تھا تاکہ قرآن کے مخلوق ہونے کا کسی کو خیال تک نہ آئے اور یہ تشدد اسی قسم کا تھا جیسا کہ تحریم خمر کے زمانہ میں ظروف خمر کا استعمال بھی حرام کر دیا گیا تھا۔

باوجودیکہ امام بخاریؒ کی جلالت شان تمام محدثین میں مسلم ہے مگر جب انھوں نے یہ کہا کہ قرآن تو مخلوق ہے مگر اس کا تلفظ کرنا جو انسان کا فعل ہے وہ مخلوق ہے تو اتنی بات پر اس زمانہ کے محدثین ان سے بگڑ بیٹھے اور امام صاحب موصوف کو مستقل ایک رسالہ لکھنا پڑا۔

وفات

۲۴۱ھ ہجری میں ۷۷ سال پورے کر کے آپ نے دنیائے پرمحن سے دار الامن کو کوچ کیا۔

جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کی عیادت کے لئے آپ کے دروازے پر اس قدر آدمی اور ان کی سواریوں کے جانور جمع ہوئے کہ شاہراہیں اور چھوٹی بڑی سب گلیاں بھر گئیں اور جس وقت طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا تو ہر طرف سے نالہ و شیون کی صدائیں بلند ہوئیں۔

آپ کے جنازے کی نماز میں اس کثرت سے لوگ شریک ہوئے کہ مردوں کا شمار ۸ لاکھ

اور عورتوں کا ۶۰ ہزار تک پہنچا یا اور جو لوگ ادھر اُدھر جا بجا اور کشتیوں میں ورمر کانوں کی چھتوں پر تھے وہ بھی ملائے جائیں تو دس لاکھ سے زیادہ تک تعداد پہنچتی ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سب ملا کر پچیس لاکھ آدمی تھے۔

آپ کی وفات کا عجیب اثر تھا اور قلوب اس درجہ متاثر تھے کہ اس دن ۲۰ ہزار یہودی و نصرانی اور آتش پرست مسلمان ہو گئے۔

محمد ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ جب امام احمد رضی اللہ عنہ کے وفات کی خبر پہنچی تو مجھے نہایت غم ہوا اس رات خواب میں دیکھا کہ امامؒ نہایت فاخرہ لباس میں متکبرانہ رفتار سے چلے آ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا حضرت یہ تبختر کیسا، فرمایا دار السلام میں بندوں کی رفتار کا انداز یہی ہوتا ہے میں نے پوچھا حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، فرمایا بخشدیا اور تاج اور لباس فاخرہ پہنا کر فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہے جو تم نے کہا تھا کہ قرآن میرا کلام غیر مخلوق ہے۔

ابن حزبیؒ نے ایک رات بشر حافیؒ کو خواب میں دیکھا کہ مسجد رصافہ کے قریب تشریف فرما ہیں اور آپ کی آستینوں میں کوئی چیز چمک رہی ہے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ فرمایا کہ شب گزشتہ احمد بن حنبلؒ کی روح جب ہمارے پاس آئی تو اس پر موتی اور یاقوت نثار کئے جا رہے تھے یہ انہی میں سے ہیں جن کو میں نے چن لیا ہے۔

حضرت امام کے فضائل

حضرت امام شافعیؒ نے مصر میں خواب دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبلؒ کو جنت کی خوشخبری دو کہ وہ ان مصیبتوں کے معاوضہ میں دی گئی جو قرآن کو مخلوق کہلانے کی غرض سے ان پر ڈھائی گئی اور ان سے کہدو کہ وہ ہرگز اس کے قائل نہ ہوں بلکہ صاف کہدیں کہ قرآن غیر مخلوق نازل کیا گیا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ نے اسی روز یہ واقعہ لکھ کر ایک خاص شخص کے ذریعے آپ کے پاس بغداد میں
انہ کیا۔ حضرت امام نے اس خط کو دیکھ کر ما شاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا اور نامہ بر کو بطور
م کے اپنے جسم سے قمیص اتار کر دے دیا۔ امام شافعیؒ کو جب قمیص کا حال معلوم ہوا تو اس شخص سے فرمائش
ائل کا دھوون طلب کیا اور اپنے تمام جسم پر ملا۔

کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے پاس ایک فقیر کو بھیجا اس نے کہا کہ اے احمد تو نے جو
لئے عز وجل کے کلام کے لئے اپنی جان پر مصیبت برداشت کی اس سے آسمان کے رہنے والے اور عرش
رد گرد والے تجھ سے خوش ہیں۔

ابراہیم بن مصعب کوتوال کہتا تھا یومئذٍ ما کان فی عینہ الا کامثال الذباب آج ہم حکامات
ان کی نگاہوں میں مکھیوں کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے۔

اور اسی کا قول ہے ایں نے کسی انسان کو بادشاہوں کے سامنے احمد بن حنبلؒ سے زیادہ
ور بارعب نہیں پایا۔

بشر بن الحارث رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ امام احمدؒ کا امتحان بھٹی میں ڈال کر کیا گیا اور وہ
با سے کندن ہو کر نکلے۔

ہشیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ
ن تھے۔

بشر حافیؒ کا قول ہے "قام احمد مقام الانبیاء" احمد بن حنبلؒ نے انبیاء کی قائم مقامی کی۔

آپ کے عادات و خصائل

تے ہیں کہ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ اے میرے رب وہ کون سی

چیز ہے جس سے تیری قربت ڈھونڈنے والے اپنی مراد کو پہنچیں، ارشاد ہوا کہ اے احمد میرا کلام۔

آپ ہر روز و شب میں کلام اللہ شریف کا ایک ختم کیا کرتے تھے اور اس کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا کرتے تھے۔

سنت کی پیروی اور بدعت سے پرہیز کرنے میں ضرب المثل تھے رات کے قیام کو کبھی ترک نہ کرتے تھے اور یہ آپ کے بچپن کی عادت تھی۔

ابو عصمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات کو میں امام احمد رضی اللہ عنہ کے پاس رہا تو آپ نے میرے پاس پانی لا کر رکھ دیا اور جب صبح کو جوں کا توں پایا تو کہا سبحان اللہ جو شخص علم کا طالب ہو اس کا رات کا کوئی وظیفہ نہ ہو؟

صحت کی حالت میں پہلے آپ ہر شب میں تین سو رکعتیں پڑھتے تھے مگر جب کوڑوں سے پٹے تو بدن کمزور ہو گیا اسلئے رات اور دن میں ڈیڑھ سو رکعتیں پڑھنے لگے۔

آپ کی مجلس عاقبت کیلئے مخصوص تھی اور آپ کہا کرتے زہے نصیب اس شخص کے جسکو اللہ تعالیٰ گمنام کردے جب راستے میں چلتے تھے تو کسی کو اپنے ساتھ نہیں چلنے دیتے تھے۔ جب بیمار ہوئے اور قارورہ طبیب کے پاس گیا تو اسے دیکھکر کہا یہ ایسے شخص کا قارورہ ہے جسکے جگر کو فکر و غم نے ٹکڑے کر دیا ہے۔

آپ غایت درجہ کے تنہائی پسند تھے، مسجد یا جنازہ، یا بیمار پرسی کے سوائے کہیں کسی کی نظر نہ پڑتی تھی اور بازار میں چلنے کو برا سمجھتے تھے۔

صاف ستھرے کپڑے پہنتے تھے جسم کو اور مونچھوں اور سر کے بالوں کو پاکیزہ اور صاف رکھتے تھے کھانے پینے میں کوئی اہتمام نہ تھا بلکہ نہایت معمولی چیزوں پر اکتفا فرماتے، روٹی کے سوکھے ٹکڑوں کو صاف کرکے ایک پیالہ لیا رکھتے اور اوپر سے پانی ڈالتے اور جب وہ بھیگ جاتی تو نمک سے کھا لیتے۔

آپ کی والدہ کے پاس کپڑے نہ ہوتے اور ایسے وقت میں کوئی زکواۃ بھیجدیتا تو اسکو یہ کہہ کر واپس کر دیا جاتا کہ لوگوں کے میل سے ہماری عریانی بہتر ہے۔ اس گھر میں تھوڑے دن رہنا ہی اور ہم کوچ کرتا ہے۔ فقط

معنی دار قرآن مجید

مع

بچوں کی تفسیر

آٹھ روپے

معنی دار پارۂ عم

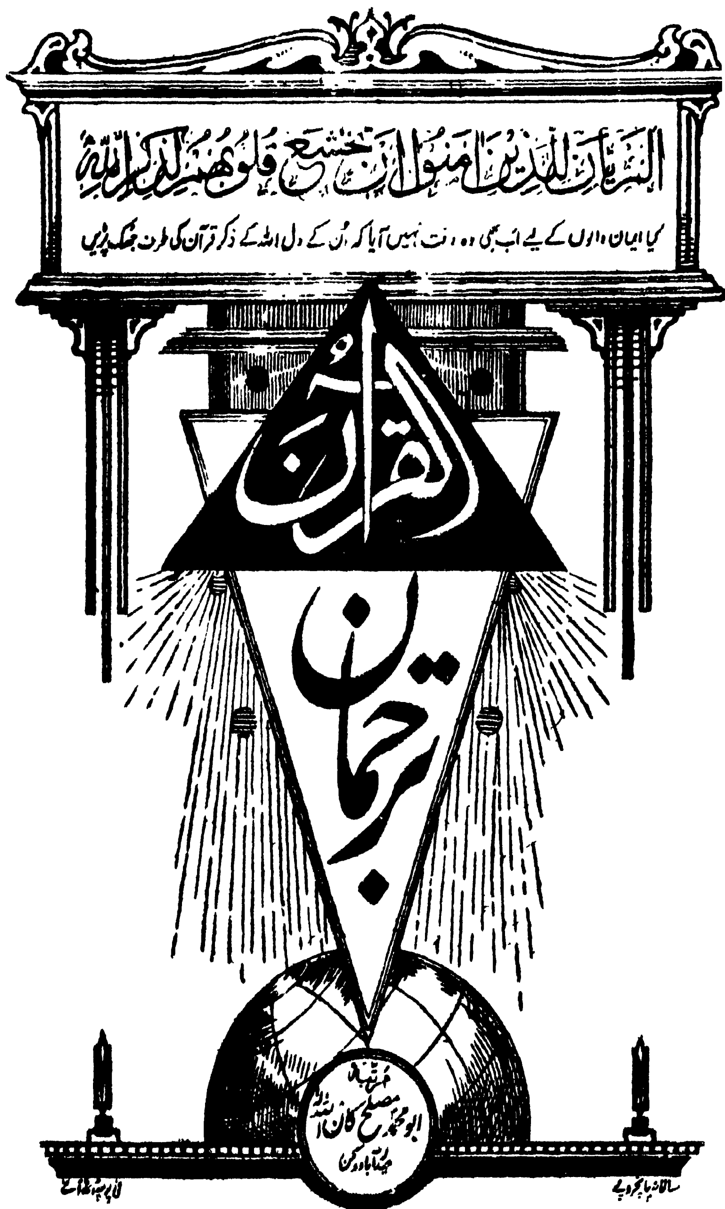
مع

بچوں کی تفسیر

ایک روپیہ

ملنے کا پتہ تحریک قرآن اکیڈمی حیدرآباد دکن

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس


الم یأن للذین آمنوا أن تخشع قلوبهم لذکر اللہ
کیا ایمان والوں کے لیے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر قرآن کی طرف جھک پڑیں
ترجمان القرآن
مرتبہ
ابو محمد مصلح کان اللہ لہ
رئیس حیدرآباد دکن
سالانہ پانچ روپے

عالمگیر تحریکِ قرآن

جلد (۱) ترجمان القرآن ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۱ہجری نمبر (۳)

عالمگیر تحریک قرآن

دنیائے قرآن

قرآن والا مہینہ اور قرآن والی رات مجلس تحریک قرآن مجید کی طرف سے جو اعلان مندرجہ بالا عنوان کے تحت اکابرین حیدرآباد کے دستخطوں سے شائع ہو رہا ہے ناظرین کرام اسکے عملی جامہ پہنانے کی طرف خاص طور پر سب ل توجہ فرمائیں تاکہ قرآن اور صرف قرآن کا غلغلہ مچ جائے اور ایک مرتبہ پھر فضا قرآنی فضا ہو جائے۔ کیونکہ بغیر اس کے ناممکن ہے کہ انسان انسان اور مسلمان مسلمان بن سکیں۔

گورنمنٹ نظام اور قرآن مجلس تحریک قرآن مجید ملک محروسہ سرکار عالی کا ایک جلسہ جناب نواب سیف نواز جنگ بہادر سلطان المدارس المکلا کی کوٹھی پر منعقد ہوا جلسہ اور کارروائی ہوئی ایک ذیلی کمیٹی کی ممبران کا انتخاب عمل میں آیا جو گورنمنٹ نظام میں باقاعدہ اس تجویز کو پیش کرے گی کہ قرآن مجید کی تعلیم معنی کیساتھ مسلمان بچوں کیلئے عام اور لازمی قرار دیئے جائے۔ وقت ہے کہ علماء کرام اپنی آواز بلند کریں اور اسکو عوام کا مطالبہ بنا دیں تک اسکے لئے ہر مقام پر عام جلسوں کے انعقاد کی ضرورت ہے جیسا کہ مختصر تاریخ میں درج ہے ہمیں امید ہے کہ ارکان سلطنت بھی اس کی ضرورت کا احساس فرماتے ہوئے دوسری اسلامی ریاستوں کیلئے قابل تقلید مثال قائم فرما دیں گے۔

جرائم کا انسداد جرائم سے اسٹر ہوور کی زبردست شکست اور مسٹر روزویلٹ کی شاندار کامیابی کے اندر امریکہ اور شراب نوشی کا مسئلہ نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ علمی دنیا نے سب سے بڑا حصہ اسمیں لیا کہ صدر جمہوریت امریکہ کی کرسی پر مسٹر روزویلٹ متمکن ہوں جو انسداد قانون شراب نوشی کی خواستگار ہیں اور مسٹر ہوور کو شکست فاش نصیب ہو جو اپنی رعایا کے اخلاق اور صحت کی درستگی کے خیال سے ام الخبائث کو قانوناً ممنوع قرار دے چکے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انسداد شراب نوشی کے قوانین نے جرائم کے اعداد و شمار میں کثرت پیدا کر دی۔ بفرض محال اگر یہ سچ بھی ہے تو کیا اسکے لئے کوئی اور چارہ کار نہ تھا کہ جرائم کا انسداد جرائم سے کیا جائے۔ بات یہ ہے کہ انسانی قوانین ہمیشہ ناکامیاب ہی رہیں گے۔ یہ کام تو صرف حکومت الٰہی کے قیام اور آسمانی قوانین کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔

کمسن لڑکیوں کی زبان پر قرآن دو کمسن بچیاں جنکی عمر غالباً ۶ اور ۸ برس کی ہوگی اجمیر سے یا آگرہ سے آئی ہوئی ہیں مختلف امراء نے انکے ماہوار وظیفے مقرر کر رکھے ہیں اور مشاہیر نے ان کے ذہن اور حافظہ کی تعریفیں کی ہیں ان کے نانا مختلف مقامات سے قرآن مجید کی بعض سورتیں تلاوت فرماتے ہیں اور کہیں کہیں سے بیچ میں وقفہ دیتے جاتے ہیں جس کو چھوٹی بچی ادا کرتی یا بتاتی جاتی ہے۔ خیال ہے کہ اگرچہ یہ بات مشق کے ہی ذریعہ سے ہو لیکن غیر معمولی ضرور ہے۔

قرآن والا مہینہ اور قرآن والی رات

(ماہِ رمضان المبارک)

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ

ماہِ رمضان ہے جس میں قرآن بھیجا گیا ہے جو لوگوں کا رہنما ہے اور جس میں ہدایت اور امتیازِ حق و باطل کے صاف صاف حکم ہیں۔ سو جو شخص تم میں سے یہ مہینہ پاوے تو ضرور اس کے روزے رکھے۔

ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابراہیمؑ کے صحیفے ۳ رمضان کو اور ایک روایت کے موافق یکم رمضان کو نازل ہوئے ہیں اور تورات موسیٰؑ پر ۶ رمضان کو نازل ہوئی ہے اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر ۱۳ رمضان کو نازل ہوئی اور زبور داؤد علیہ السلام پر ۱۸ رمضان کو نازل ہوئی ہے اور قرآنِ پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم پر رمضان کی اخیر چھ راتوں میں نازل ہوا ہے۔

(لیلۃ القدر)

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

بیشک ہمنے قرآن کو شبِ قدر میں اتارا ہے اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شبِ قدر کیسی چیز ہے شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امرِ خیر کو لے کر اترتے ہیں۔ سراپا سلام ہے وہ شب طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔

جس طرح تمام مہینوں کی بزرگی ماہِ رمضان المبارک میں جمع ہو گئی ہے اسیطرح ساری راتوں کی فضیلت لیلۃ القدر میں سمٹ آئی ہے اور یہ کیوں کر نہ ہوتا کہ قرآن مجید میں تو تمامی خیر و برکات کا حامل اور جمیع کتب سماوی کی تعلیمات کا مجموعہ اور خلاصہ ہے۔ قرآنِ مقدس کے نازل ہونیکی وجہ سے ماہِ رمضان المبارک کی یہ بزرگی کہ وہ سال کے ہر مہینہ کا امام اور روحانیت والا ہوا اور شب قدر کا یہ مرتبہ ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بڑھ کر افضل قرار دی گئی اس لئے یہ بالکل بجا و درست ہوگا کہ

ماہِ رمضان المبارک کو قرآن کا مہینہ اور شبِ قدر کو قرآن کی رات کہا جائے

اور اس لاجواب عطیہ کی یادگار منانے اور اس بیش بہا نعمتِ الٰہی کی برکتوں کو تازہ رکھنے کیلئے ہر سال خاص کوششوں سے کام لیا جائے۔ مشورے کے طور پر ذیل کی چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) شب قدر میں فضائلِ قرآن پر وعظ ہوں اور قرآنِ مجید کے علم و عمل کی ضرورت جتائی جائے۔

(۲) اللہ بزرگ و برتر سے التجا کیجائے کہ وہ اقوامِ عالم کو اس ہدایت نامہ کی طرف متوجہ فرماوے۔

(۳) دعا مانگی جائے کہ مسلمانوں میں ایسے افراد پیدا ہو جائیں جو قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ عام اور لازمی کرنے کے لئے وقف ہوں۔

(۴) عام طور پر مسلمان قوانین قرآن کے نفاذ اور حکومتِ الٰہی کے قیام کے خواستگار ہوں۔

(۵) اللہ تعالیٰ عبدیت کی شان اور اپنی محبت سے دلوں کو معمور فرمائے۔

الملتمسین

(نواب) سیف نواز جنگ (بہادر)	(نواب) نذیر جنگ (بہادر)
(نواب) بہادر یار جنگ (بہادر)	(نواب) محمد یار جنگ (بہادر)
(مولانا) مناظر احسن (گیلانی)	ابو محمد مصلح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا کے ہر گوشے میں انقلاب کی ضرورت

گذشتہ ماہ کے رسالہ میں انقلاب عظیم کی ضرورت پر مقالہ سپرد قلم کیا جاچکا ہے آج کی صحبت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اس ضرورت کا احساس کیوں نہیں ہو رہا اور آنکھ کیونکر پیدا ہو جس سے نظر آجائے کہ دنیا کے ہر گوشے میں انقلاب کی ضرورت ہے خواہ وہ یورپ ہو یا ایشیا، امریکہ ہو یا افریقہ۔

اگرچہ اعداد و شمار اور شواہد ایسے بھی پیش کئے جا سکتے ہیں جن سے ان چودھویں صدی عیسوی کے اندر نوع انسانی کی ظاہری و باطنی تباہ حالی اور اس کے اسباب کے ہزاروں دفتر تیار کئے جا سکتے ہیں لیکن یہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کو قرآن سے دوری ہے ان کیلئے ان کو دور جانے کی ضرورت نہیں جو قرآن پر یقین اور ایمان رکھتے ہوئے اسی سے چمٹے ہوئے ہیں اور ان کی آنکھ کسی طرف بھٹکتی نہیں۔ قانون قدرت اور صحیح عقیدے کے مطابق یہ ہے کہ دنیا کی جملہ اقوام کی ہدایت کیلئے امت خیر یعنی قوم مسلم اور قرآن ہے اور قوم مسلم کی ہدایت کیلئے صرف قرآن اگرچہ یہ بھی ہے کہ براہ راست قرآن سے قومیں رو صحیح ہدایت پا سکتی ہیں مگر عام طور پر قوم مسلم کے ذریعہ سے اقوام عالم کی ہدایت مقدر ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر

اسی نظریہ کے مطابق چنانچہ ہمارا کام ہے اور اسی اصول مسلمہ کو لیکر ہم سب سے پہلے قرآن ہی کی طرف دنیا کی توجہ منعطف کراتے ہیں کیونکہ قرآن خود بھی اسکا دعویدار ہے اور وہ بطور چیلنج کے اپنے ماننے پر دنیا کو مجبور کرتا ہے۔ جب قرآن ہی لازم و ملزوم چیز ہے اور ہدایت و گمراہی اسکے اختیار اور ترک پر منحصر ہے تو سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ اسکا علم عام ہے یا نہیں کیونکہ عمل سے پہلے علم ضروری ہے۔ ورنہ یہ کون نہیں جانتا کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ قرآن ہی غلط فہمیوں کا شکار ہے خوش عقیدگیوں میں گم ہے رسمیات میں مبتلا ہے اور مہجوری کی حالت میں ہے۔

قرآن کا ہر صفحہ سراپا عمل کا مطالبہ کرتا ہے لیکن خود مسلمان اسکو ننانوے فیصدی عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی شروع سے آخر تک نہ تو پڑھتے ہیں اور نہ پڑھوا کر سنتے ہیں۔ باقی ایک فیصدی میں سے نوے معنی و مطلب کے پڑھنے کی کوشش کچھ سمجھتے ہیں اور باقی ایک عالم بننے، وعظ کہنے، مناظرہ کرنے، مدرسی و امامت کرنے اور مؤلف و مصنف وغیرہ بننے کیلئے پڑھتے ہیں۔ قرآن کا بننے کیلئے یعنی قرآن پر عمل کرنے کیلئے قرآن نہیں پڑھا جاتا اسلئے اسکا فائدہ بھی وہی حاصل ہوتا ہے جس کیلئے یہ پڑھا جاتا ہے اور وہ نہیں حاصل ہوتا جسکا درحقیقت قرآن مطالبہ کرتا ہے۔

علمائے کرام اب جو لوگ کہتے سنتے جاتے کہ قرآن ہے اور وہ قرآن ہی کا علم و عمل پھیلا رہے ہیں اسی کا وعظ کہہ رہے ہیں تو ان سے پوچھنا چاہئے کہ حق پرست مغلوب کیوں ہیں حکومت الٰہی کا قیام کیوں نہیں۔ اس طرح مدعی قرآن کا یہ مطلب ہے کہ آفتاب بھی طلوع ہے اور رات کی تاریکی بھی باقی ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے قرآن مجید کا علم عام ہونا چاہئے تھا اور وہ بھی قرآن کے حکم کے مطابق قرآن کا بنکر قرآن کا بننے اور

بتانے کیلئے اور نتیجہ کے طور پر قوانین قرآن کا نفاذ اور حکومت الٰہی کا قیام مسلمانوں کی زندگی کے مقصد سے پہلے علماء کی زندگی کا مقصد قرار پانا چاہئے تھا اور ظاہر ہے کہ یہی چیز مفقود ہے نہ علماء یعنی خواص اس طرف متوجہ ہیں اور نہ عوام۔

سلاطین اسلام علماء کرام اسلام کے ریڑھ کی ہڈی ہیں اور یقیناً دل و دماغ کا حکم رکھتے ہیں۔ اسلئے سب سے پہلے انہیں کے متعلق کہا گیا اسکے بعد سلاطین اسلام کا نمبر ہے کیونکہ اولی الامر میں ان کا شمار ہے۔ ہماری نگاہیں جب اس تلاش میں مشرق و مغرب اور جنوب و شمال کے کسی حصہ میں حکومت الٰہی کا قیام نہیں دیکھتیں اور قوانین الٰہی کے نفاذ کا نظارہ نہیں کرتیں اور خلفائے راشدین کی پیروی میں کسی ایک کو بھی گامزن نہیں پاتی ہیں تو حسرت و ندامت سے سر جھک جاتا ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ "ہائے قرآن تو کہاں" اور "ہائے اسلام تو کہاں"۔ علماء اور سلاطین اسلام کے بعد حقیقتاً اور درخور اعتنا کوئی جماعت نہیں۔ نئی روشنی کے رہنما مصنفین اور شعراء انجمن ساز اور اخبار و رسائل کے مدیرین وغیرہ معلوم نہیں کس صف میں رکھے جانے کے لائق ہیں۔ انکی تو خود ان کو خبر ہے اور نہ ہمیں معلوم اسلئے انکے متعلق کچھ کہنا وقت کا ضائع کرنا ہے۔

وعظ کہنا یا وعظ کا سننا مدرسے قائم کرنا اور انہیں چندے دینا مضامین لکھنا انہیں شائع کرنا اور کتابوں کا تصنیف کرنا نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا خیرات و زکواۃ میں حاتم وقت ہونا اور حج کر لینا امام وقت بننا درس دینا اور فتوے لکھنا چہرے پر ڈاڑھی رکھنا اور اپنا نام مسلمانی رکھنا یہانتک کہ ہائے قوم وائے قوم کا نعرہ مجلس میں وظیفہ پڑھنا بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے نام پر جیل تک جانا آج معبود بھلیاں بنا ہوا ہے اور عام طور پر مسلمان اسکو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں حالانکہ درحقیقت مرض کا کامل علاج انہیں سے کوئی بھی نہیں کیونکہ قرآن کا علم عام کرنے اور اسکے ذریعہ اسکی روشنی اسکے قوانین کے نافذ کرانے اور اللہ کی حکومت قائم کرانیکا عام طور پر ذکر اور خیال تک نہیں۔ قرآن کا علم ہی عام نہیں ہے لہٰذا اسکے حقیقی نتائج کی امید فضول ہے اس سلسلے میں علماء سلاطین محکمہ تعلیمات، کالج و سکول مساجد اور گھروں کی چہار دیواری کو دیکھ لو اور معلوم کر لو کہ دوسری قسم کی تعلیم کیلئے آج کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے اور قرآن کیلئے کیا باقی رہ گیا ہے۔ قرآن فہمی نہیں ہے یہانتک کہ مسلمانوں میں بھی نہیں ہے اور اسکے لئے آفتاب کی طرح روشن ثبوت پیش کیا جا چکا ہے۔ مسلمان دنیا والوں کیلئے اسوقت ہادی اور رہنما ہو سکتے تھے جبکہ قرآن والی قوم ہوتے اور آج اسی سرچشمہ آبحیات کا منبع بند ہو گیا ہے سارے سوتے خشک پڑے ہیں اور باغ اسلام میں خزاں آگئی ہے۔

قرآن نہیں ہے اسلیے مسلمان مسلمان باقی نہیں رہے ہیں اور مسلمان مسلمان باقی نہیں رہے ہیں اسلیے اقوام عالم گمراہی اور ضلالت
کی تاریکی میں حیران و پریشان اور سرگرداں ہیں۔

جو کچھ کہا گیا جو کچھ کہا گیا اگر آپ کا بھی جی چاہتا ہے کہ اسکے قائل ہوں تو آئیے سب سے پہلے اپنے دل کی آنکھ پر قرآن مجید کی
عینک لگائیے پھر حق بھی نظر آجائیگا اور باطل بھی اور یہ بھی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور در حقیقت کیا ہونا چاہیے تھا! اور یہی وہ مقام ہے جہاں
سے دنیا کے ہر گوشے میں انقلاب کی ضرورت محسوس ہوگی اور اگر ہمت اور توفیق کا کوئی حصہ ملا ہوگا تو سنت پیغمبری ادا کرنے کی
تڑپ پیدا ہوگی اور دنیا کو دوزخ کے کنارے کھڑا دیکھ کر بیتابانہ کمر میں ہاتھ دے کر بچانے کی بیتابی اور اضطراری کیفیت طاری ہوگی
اور پھر یہی وہ مقام ہے جہاں علمائے امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر
کا منصب نصیب ہوگا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

میں نے کہا قرآن ایک عینک ہے جو دل کی آنکھ پر لگائی جاتی تو ہر چیز کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے یا ایک آئینہ ہے جسکے اندر
اپنا اور اپنی قوم کے چہرہ کا حسن و قبح بھی معلوم ہو جاتا ہے اور اسکا بھی جس کے سامنے اس آئینہ کا رخ پھیر دیا جائے۔

یا قرآن ایک کسوٹی ہے جس پر کھوٹے کھرے کو حاکم و محکوم عبد و معبود دنیادار و دیندار جنتی و دوزخی ہدایت و گمراہی اور
صراط مستقیم وغیرہ وغیرہ صاف صاف معلوم ہو جاتے ہیں۔

یا پھر قرآن ایک ایسا جام جہاں نما ہے جسکے اندر دونوں جہاں کی تصویریں موجود ہیں اور کوئی انسانی ادعا نہیں ہے اور عالم تخیل کی باتیں
نہیں ہیں اور ایسا دعویٰ نہیں ہے جو خود اپنا آپ ثبوت نہ ہو بلکہ جس کا جی چاہے قرآن مجید سامنے رکھ کر ابھی چند آیتیں ملا کر دیکھ لے پائیگا کہ اپنے کو ایک دوسرے
عالم میں پائیگا اور معاً اس پر ایک دوسری کیفیت طاری ہوگی اور اسکے سامنے ایک ایسی روشنی ہوگی جسمیں وہی نظر آئیگا جو اوپر بیان کیا گیا ہے
پس اقوام عالم کی ہنگامہ آرائیاں اور مسلمانوں کی زندگی کا تماشہ کرنا مقصود ہو تو قرآن کو قرآن کیلئے قرآن کا ہو کر قرآن کی روشنی میں پڑھنا چاہیے

بحمد اللہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں انقلاب کی ضرورت ہے تو اب
ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دنیا کے ہر گوشے میں انقلاب کی ضرورت ہے اور یہ اجمال ہی ایسا ہے جو اپنی
جگہ پر تفصیل کا کام دیتا ہے۔ لہٰذا آواز کو ہر طرف سے بلند ہونا چاہیے کہ "دنیا کے ہر گوشے میں انقلاب کی ضرورت ہے"

قرآن کا حسنِ بیان

(اور)

اُس کی فصاحت و بلاغت

ظلمت کفر چه کافور ز قرآن منست

(مولوی عبداللہ خاں صاحب کامل حیدرآبادی)

ظلمت کفر چه کافور ز قرآن منست — مهر اسلام چه پر نور ز قرآن منست

سینهٔ عاشق دلدادهٔ اسرار خدا — تا به لبها پر و معمور ز قرآن منست

مطلع مهر کرامت دلِ احسن باشد — که روان ذاکر و مذکور ز قرآن منست

چه بدنیا چه به عقبیٰ چه زمین و چه زمان — جان و دلها همه مسرور ز قرآن منست

ای خوشا دولت آن مرد جوان بختِ دو کون — که دلش ناظر و منظور ز قرآن منست

سر تسلیم جلالت علم افراخت کسی — کو که او ناظر و منظور ز قرآن منست

دل هر مرد خدا گه نه هدف کرد خطا — زانکه او قادر و مقدور ز قرآن منست

هر که دارد ز رسالت بسر خویش کلاه — دست آویز به منشور ز قرآن منست

همه سابق همه لاحق چه نبی و چه ولی — هر یکی شاکر و مشکور ز قرآن منست

دامن کامل خوش بخت ز گلهای مراد
پر از انست که ماجور ز قرآن منست

تراجم کلام اللہ

(علامہ عبداللہ العمادی)

اسلام کی گیارہ صدیاں گزر گئیں، دنیا کی بیشتر قومیں توحید کی حلقہ بگوش ہوئیں، کلام اللہ ہی سے سب شغف رہا، سب اس کو اپنا دین وایمان سمجھتے رہے، اور بقدر ظرف سب اس سے سرشار ہوئے، لیکن اپنی زبان میں کلام اللہ کے ترجمہ کی جسارت کوئی نہ کرسکا، نہ ایران میں فارسی ترجمے ہوئے، نہ توران میں ترکی، نہ کابل میں پشتو، سلطنت مغلیہ کے ایام انحطاط میں اس بدعت کا آغاز ہندوستان میں ہوا اگرچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے مقدس فرزندوں کے تینوں فارسی و اردو ترجموں کی حد تک میں اس بدعت کو بدعت حسنہ سمجھتا ہوں اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ جملہ مستعار لیتا ہوں نعمت البدعۃ ھذہ۔

یہ ایک ضمنی بات تھی، مجھے کچھ اور ہی کہنا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ عجمیت کے غلبہ نے عربیت کے خط وخال تک بدل دیئے، اس طوفان میں عربی زبان اور اس کے اسلوب کا برقرار رہ جانا کچھ آسان نہ تھا، الفاظ تو وہی رہے، مگر معانی تبدیل ہوگئے لغویین نے کہ سب کے سب عجمی تھے، الا ماشاء اللہ وہی بدلے ہوئے معانی لغت میں ثبت کردیئے کسکو فرصت کہ کلام جاہلیت کا تتبع کرے اور سمجھے کہ کلام اللہ جس زبان میں نازل ہوا اس کے کلمات کا مفہوم اس زبان میں کیا تھا۔

ایک مثال ملاحظہ ہو:

لفظ "آلاء" سورۃ الرحمٰن کے آیہ فبای آلاء ربکما تکذبان" میں وارد ہے، اس کے معنے سب نے نعمتوں کے قرار دیئے ہیں۔ علامہ زمخشری عربی زبان کا ایک مشہور ادیب ہے، اور عربیت میں اس کی دستگاہ مسلم ہے، مگر اپنی تفسیر میں وہ بھی اس سے قدم نہیں بڑھاتا۔

مفسرین کہتے ہیں اس سورہ میں نعیم جنت وعذاب دوزخ سب کے تذکرے کے بعد فبای آلاء الخ کی ترجیع ہے

آلاء سے اگر نعمتیں مراد ہیں تو دوزخیوں کے اصناف عذاب میں نعمت کی کیا بات ہے؟

امام رازی کا زور فلسفہ تفسیر کبیر میں عذاب دوزخ کو بھی دوزخیوں کیلئے نعمت قرار دیتا ہے۔

اہل لغت میں صاحب لسان العرب کا خاص پایہ ہے مگر وہ بھی آگے نہیں بڑھتے۔[1]

اکیلے ایک ابن جریر طبری ہیں کہ آلاء کے معنیٰ "قدرۃ" لکھتے ہیں۔

لیکن اس معرکہ جدل میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کلام اللہ جس زبان میں نازل ہوا ہے اسی زبان اور اسی صدی کی زبان میں دیکھیے اہل زبان اس کے کیا معنی سمجھتے تھے۔

کمیت اپنے گھوڑے کی صفت کرتا ہے۔

فرضیت آلاء الکمیت فمن یبع　　　فرسًا فلیس جوادنا بمباع[2]

حماسی اپنے ممدوح ولید بن ادہم کے اقتدار کا مرثیہ خواں ہے؛

اذا ما امرؤ اثنی بآلاء میّتٍ　　　فلا یبعد اللہ الولید بن ادھما

فضالہ فقر کی برائیاں گنتا ہے:

وفی الفقر ذلٌّ للرقاب و قلّما　　　رأیتُ فقیراً غیر نکسٍ مُذمَّم

یُلام و ان کان الصواب بکفّہ　　　وتُحمد آلاء البخیل المدرهم[3]

لطف یہ ہے کہ خود صاحب لسان العرب نے مادّہ "نبہ" میں طرفہ کا یہ شعر نقل کیا ہے:

کاملٌ یجمع آلاء الفتی　　　نبہٌ سیّدُ ساداتٍ خضمّ[4]

کلام میں تدبر کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس زمانہ میں "آلاء" کو قدرت و اقتدار کے معنے میں استعمال کرتے تھے جو نعمت و عذاب دونوں پر یکساں حاوی ہے، یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ اوصاف مراد لیتے تھے یہی معانی کلام عرب سے مترشح ہیں، اور کلام اللہ میں ٹھیک اترتے ہیں۔

---

[1] لسان العرب ص ۴۱ ج ۱۸۔ [2] کتاب الاقتضاب للسید البطلیوسی ص ۳۵۔ [3] کتاب المعمرین ص ۸۵۔ [4] لسان العرب ص ۲۴۴ ج ۱۷۔

یہ ایک ذرا سی مثال تھی' ایسی ہی ایک ہزار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن سنتا اور سمجھتا کون ہے؟

اس روشنی میں ایک نظر اس صدی کے تراجم کلام اللہ پر بھی منعطف ہو کہ یہ رنگ برنگ کے مطبوعات صبغۃ اللہ سے کس قدر رنگین ہیں' وعند الامتحان یکرم الشیئ او یھان۔

ایک بات کہنے سے رہ گئی' منشائے غلط نابغہ کا یہ شعر تھا:

هم الملوك وابناء الملوك لهم   فضل على الناس في الآلاء والنعم

عجمی اہل لغت "نعم" پر "آلاء" کو قیاس کر کے دونوں کو مترادف سمجھے' اور اس ترادف کو درست باور کرنے کے لئے پورا دیوان عجم بھرا پڑا تھا'

فردوسی کہہ چکا تھا:

ہ بیخ انجبیں ریزی و شہد ناب

سمجھے کہ انگبین و شہد ایک ہی تو "آلاء" اور "نعم" کیوں نہ ایک ہوں' اسلوب عرب سے اگر آگاہ ہوتے تو ترادفات کا خیال ہی نہ آتا جس سے ادب عرب کو سروکار ہی نہ تھا جاہلیت کا کوئی دیوان دیکھیے' ایک بیت میں ایک معنے کیلیے دو لفظ کبھی نہ لائینگے' اگر کسی نے یہ غلطی کی تو ساقط الاعتبار ہو گیا۔ نابغہ کا مطلب صاف ہو کہ "آلاء" یعنی اقتدارات اور نعمات دونوں میں اس کے ممدوحین کی افضلیت مسلّم ہے۔

حاشیہ۔ آلاء جمع ہے اور اَلی واحد' واحد کی صورت میں جب مکسور الاوّل لاتے ہیں تو اس سے عہد و پیماں مراد لیتے ہیں۔ اعشیٰ کہتا ہے:

ابیض لا یرھب الھزال ولا   یقطع رحما ولا یخون الا

جمع کی صورتیں جب الاء کو غیر محدود لاتے ہیں تو اس سے ایک درخت مراد لیتے ہیں جس کا پھل دیکھنے میں تو خوش منظر مگر چکھنے میں بہت تلخ ہوتا ہے' بشر بن ابی خازم کہتا ہے:

فا تکم ومن حکم بجیرا   ابا الرجاء کما امتنح الالاء

نعمت سے آلاء کی تاویل بھی خوش منظر ہے' لیکن اہل ذوق کو اندیشہ ہے کہ آلاء کی طرح یہ بھی تلخ نہ ہو۔

قرآن مجید ماہِ رمضان المبارک میں کیوں نازل ہوا

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ

(مولانا صوفی سید شاہ عبد القادر شمس آبادی)

حدیث شریف میں ہے کہ "رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا اور میری امت کا مہینہ رمضان ہے" مطلب یہ ہے کہ اس ماہِ مبارک میں نعم و اکرام اور تفضلاتِ الٰہیہ کی خاص برکتیں بندوں پر نازل ہوتی ہیں اور قرآن مجید سب سے بڑی نعمت ہے اس لئے یہ ظاہر ہے کہ اس کے نازل ہونے کے لئے بھی اسی ماہِ مبارک کو ہونا چاہیے تھا۔

تخصیصاتِ الٰہیہ | ماہِ رمضان المبارک تخصیصاتِ الٰہیہ میں داخل ہے اور یہ تخصیص انعامی اکرامی اور فضلی ہے جیسا کہ جملہ انبیائے مرسلین میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وصحابہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مختص فرمالیا۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ جیسا ظرف تھا ویسا ہی مظروف بھی ملا۔ اور جیسا قالب تھا جان بھی اسی شان کی عطا ہوئی۔ پس علت موجود ہے اگرچہ علت طلبی فضول ہے کیونکہ کسی نہ کسی مہینے میں تو آخر نازل ہی ہوتا اور اگر معاملہ کو یہیں پر ختم نہ کیا جائیگا تو علت طلبی کا سلسلہ غیر منتہی ہو جائیگا اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دال کو دال اور چاول کو چاول کیوں بنایا گیا۔

حقیقتِ شئی | تخصیصاتِ الٰہیہ کا ہر چیز کے لئے یہی حکم ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے مخصوص کرنا تھا کر دیا۔ اسی خصوصیتِ امتیازی سے ایک شئے دوسری شئے سے ممیز اور جدا ہوگئی۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ایک ہی شئے ہوتی اور دوسری شئے کا جلوہ محال ہوتا یہیں سے اس مسئلہ کو بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اس خصوصِ امتیاز کو حقیقتِ شئے کہتے ہیں اور حقائق الاشیاء ثابتہ کا بھی یہی معنے ہیں۔

محلِ تجلی صورتِ الٰہیہ | ماہِ رمضان المبارک محلِ تجلی صورت کے لئے منظورِ نظرِ اختصاصی ازلی ابدی

حق تعالیٰ ہی اور عدمِ احتیاج کی نسبت اور تعلق سے خدا کا نام صمد ہی یعنی وہ ذاتِ پاک جو جملہ احتیاج اور افتقار سی منزہ اور مُبرّہ ہے صمد کہلاتی ہے۔ خدائے پاک اِسی صفتِ خاص سے ماہِ رمضان المبارک میں تجلی فرماتا ہی جس کا اثر یہ ہی کہ اُس کے بندوں پر صورت کا پرتو پڑجاتا ہے۔ کھانا، پانی، بی بی سب سے بے احتیاج ہوجاتا ہی گویا اِس ترک سی بندہ استغراق فی الذات حاصل کرلیتا ہے۔

نزول قرآن کی غرض تخلقوا باخلاق اللہ کلام اللہ صفتِ الٰہی ہے اور صفت ذات سے علٰحدہ نہیں ہوتی۔ تو جب ذات کی تجلی امت پر ہوچکی اور امت نے حق تعالیٰ کے صفات سی متصف ہونیکی استعداد پیدا کرلی تو کلام اللہ نازل ہوا جس کا دوسرا نام قرآن مجید ہے اور اس کا مقصود بندوں کے لئے تخلقوا باخلاق اللہ ہی جو اعلیٰ ترین مرتبہ اور اعلیٰ ترین نعمت ہے۔ اِسی اخلاقِ الٰہیہ سے متصف ہونیکے لئے اسکے وسائل و ذرائع کو ایک ضابطے اور قانون کی صورت میں اُمت کے حوالے کردیا گیا اور اس کے لئے بھی ماہِ رمضان المبارک میں قرآن مجید کے نازل ہونیکی مناسبت ظاہر ہے۔

قرآن و فرقان قرآن مرتبہ اجمال اور فرقان مرتبہ تفصیل کا نام ہے۔ نری ذات کی تجلی قرآن ہے۔ جیسے تخم۔ اور تخم کے کمالات کا بصورتِ شجر ظاہر ہونا فرقان ہے۔ جب ذاتِ صمدیت کی تجلی ہوئی تو قرآن نازل ہوا۔ اور اُس کے آثار اعضاء و جوارح پر ظاہر ہونے تو نزولِ فرقان سمجھنا چاہیے نیز روزے کی ظاہر صورت فرقان ہے اور اس کی اندرونی قابلیت و استعداد قرآن ہے، پس روزہ دار کی وہ ذاتِ مقدس ہی جس پر قرآن بھی نازل ہوا اور فرقان بھی اور حقیقی نزولِ قرآن و فرقان بھی یہی ہے

روزہ دار پر قرآن و فرقان کا نزول ہوتا ہی فلیصمہ کا حکم عام ہے اور اس سی وہی ذوات مقدس مقصود ہیں جو ازل سے ہی بعطائے الٰہی حاملِ قرآن و فرقان بننے کی صلاحیت و استعداد رکھتے ہیں۔ نیز رمضان المبارک میں روزہ بھی وہی رکھتے ہیں ورنہ یوں تو انسان بھی اربوں ہیں اور مسلمان کی تعداد بھی کروڑوں تک پہنچتی ہی لیکن روزہ داریں قرآن و فرقان کا نزول بھی انہیں پر ہوتا ہے۔

رمضان اور روزہ ارشاد باریتعالیٰ ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ یعنی جس نے ماہِ رمضان المبارک شہود حاصل کیا اُس کو روزہ رکھنا چاہیئے۔ اور رمضان خدائے پاک کا نام بھی ہے۔ لہٰذا شہر رمضان کے معنے ہوئے۔ رمضان کا مہینہ یعنے اس ذات پاک کی تجلّی کا مہینہ جو صفتِ رمضانیت سے متصف ہے۔

شہر رمضان کے شہود سے مقصود حضرتِ رمضان کا شہود ہے شہر رمضان مجازاً استعمال کیا گیا ہے جیسے حال کو محل سے تعبیر کرتے ہیں مہینہ محلِ تجلّی رمضان ہے تو اب معنے یہ ہوئے کہ شہود رمضان خود اس بات کا مقتضی ہے کہ شاہد کے اندر رمضانیت کے انوار پیدا ہوجائیں۔ اسی کے معنے روزہ کے ہیں اور یہی روزہ ہے۔

ایک لطیف مثال آفتاب کے سامنے جب کھڑے ہوتے ہیں تو اُس کے نور کی چادر ڈھانپ لیتی ہے۔ اسی طرح اگر آپ کو حضرتِ رمضان کا شہود حاصل ہو تو آپ کے قلب و روح کے چہرے بلکہ تمام جسم پر صمدانیت کے انوار کی چادر کا پڑجانا لازمی ہے اور اس کو تسلیم کرلینا چاہیئے کہ جب تک حضرتِ رمضان کا شہود نہیں حاصل ہوتا آپ منور بنورِ صمدانیت نہیں ہوسکتے۔ چاند کا دیکھنا اور اس کا شہود ایک علٰحدہ چیز ہے اور حضرتِ رمضان کا شہود ایک دوسرا امرِ خاص ہے۔

یاد رکھنے کی بات یاد رکھنے کی بات ہے کہ جو شخص جس شئے میں فانی ہوتا ہے اُس کے اندر اُس شئے کے احکام و آثار کا پیدا ہوجانا لازمی ہے۔ پس حضرتِ رمضان میں جس نے فنائیت حاصل کی ہوگی اُس کے انوار و آثار اُس سے ضرور ظاہر ہوں گے۔ پس یہی وہ مبارک ہستی ہے جو روزہ دار ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا نام روزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ مسلمان قرآن کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے مستعد ہوجائیں پھر حقیقتِ رمضان اور حقیقتِ روزہ کا سمجھنا بالکل سہل ہے۔

قرآن غیر اقوام میں

درسِ انقلاب

(ابو محمد مصلح)

ایکہ ترے دل سے ذرّوں کو بھی ہے برتری
ظلمتیں دور ہوئیں مٹ گئی رسمِ کافری

تیری ہر ایک آیتیں دیتی ہیں درسِ انقلاب
بزم میں کفر و شرک کی پھیل گئی ہے ابتری

نقطے ہر ایک رشکِ گل صفحے ہیں غیرتِ بہشت
لفظ کے معنے جو ہیں لفظ ہر ایک ہے پری

پردے میں تیرے ہائے ہائے بول رہا ہے کوئی اور
کس سے بیاں ہو سکیں تیرے نکاتِ دلبری

یاد دلا دیا سبق بھولا ہوا زمانے کو
تیرے کرم سے فیضیاب ہو گئے خشکی و تری

زیر کو کر دیا زبر پست کو کر دیا بلند
بخش دیا غلاموں کو تو نے جہاں کی سروری

مصلحؔ اسی سے تھا ہوا جو کچھ تھا کل تلک ہرا
کھیتی ہماری قوم کی ہو گی اسی سے پھر ہری

قرآن یورپ میں کیونکر پہنچا

(ملک)

ولید کی خلافت کے زمانے میں موسیٰ بن نصیر افریقہ کا گورنر تھا جس کے جنرل طارق نے ۹۲ھ میں جبل الطارق پر اسلامی جھنڈے کا پھریرا لہرایا اور پھر یورپ کو وہ چیز دی جس کا نام قرآن ہے یہیں سے سپین، دنیا کا رشک، مالاغہ، غرناطہ اور قرطبہ، الجیرس اور استارگا میں قرآن مجید پہنچا موسیٰ خود بھی قرآن ہاتھ میں لیے ہوئے آگے بڑھا اور سیول۔ میڈرڈ اور ٹولیڈو کو فتح کرتا ہوا فرانس میں وارد ہوا اور پیرنیز تک بڑھتا ہوا چلا گیا۔

قرآن کا خاصہ ہے کہ ایک مرتبہ جو کوئی اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے پھر اس کا چھوڑنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال بن جاتا ہے یہی نہیں بلکہ جس قدر زیادہ اس کی طرف توجہ ہوتی ہے وہ اتنا ہی محبوب اور دلچسپ ہوتا جاتا ہے ہسپانیہ کے نصرانی اس سے کیونکر بچ سکتے تھے یہاں کے باشندے قرآن کے مطالعہ سے اکثر تو خود مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے اُن کا بھی یہ حال تھا کہ وہ جس ذوق و شوق سے قرآن مجید کی طرف متوجہ تھے اُس کو دیکھ کر کلیسا چیخ اٹھا اور پادری صدائے احتجاج بلند کرنے پر مجبور ہوئے ان حالات کو دیکھ کر اسلام کے متعصب دشمن آلور کو بھی قرآن کی فصیح عبارت کے متعلق یہی کہتے بن پڑا کہ "عیسائی بھی اس کو پڑھتے اور تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے" اور طلیطلہ کے اسقف الہاندوس کے اس اصول کو کہ "انسان فطرتاً مسیحی نہیں بلکہ محض بیٹا بنا لینے سے خدا کا فرزند ہوا" قرآن کی تعلیم کا نتیجہ قرار دیا گیا۔

قرآن کا چراغ جب کسی مقام پر روشن ہوتا ہے تو اپنے ماحول کو منوّر کر دیتا ہے اور

دور دور سے صحیح الفطرت پروانے پروانہ وار نثار ہونے کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ جرمن کا مشہور مصلحِ اعظم لوتھر المتولد ۱۴۸۳ء نے بھی قرطبہ اور طلیطلہ کا سفر کیا اور جب قرآن کی نورانی تعلیم سے اپنے دل و دماغ کو روشن کر چکا تو اس کتاب مقدس کا ایک نسخہ لے کر جرمنی کو واپس ہوا اور لاطینی ترجمہ کی مدد سے جرمنی زبان میں قرآن مجید کا سب سے پہلا ترجمہ پیش کیا۔

فرانس میں قرآن مجید گیارہویں صدی عیسوی سے پہلے پہنچا اور بارہویں صدی کی ابتدا میں قرآن کا لاطینی ترجمہ ہوا اور اٹلی میں چودھویں صدی میں اور جرمنی میں پندرہویں صدی عیسوی میں قرآن کی مجلدات پہنچیں۔

اگرچہ تاریخ کا یہ صفحہ مسلمانوں کو قیامت تک خون کے آنسو رلاتا رہے گا کہ ہسپانیہ کے دس لاکھ مسلمان باشندے ملک بدر کئے گئے "مگر عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دروں باشد" ان جلا وطن مسلمانوں کے ساتھ قرآن بھی تھا اور پھر یہ یورپ کے جس گوشے میں گئے قرآن کو لیتے گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ انجیل والوں کے گھروں میں قرآن بھی نظر آنے لگا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر خلیفہ ولید نے عین وقت پر موسے کے ساتھیوں کو واپس نہ بلا لیا ہوتا تو آج ترکوں کی طرح سارے کے سارے نصرانی بھی مسلمان ہو گئے ہوتے اور کیا عجب ہے کہ قدرت نے اس کو کسی اور بہتر موقع کے لئے اٹھا رکھا ہو۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ؕ

مذاہبِ عالم کی صحیح تاریخ

ایک بادشاہ نے اپنے ایک ایلچی کے ہاتھ اپنی رعایا کیلئے ایک وقت میں جس قانون کو مناسب خیال فرمایا روانہ کیا۔ رعایا نے قبول کیا اور عمل پیرا ہوئی۔ پھر اسی بادشاہ نے کچھ مدت کے بعد دوسرے ایلچی کے ذریعہ ایک دوسرا دستور العمل نافذ کرایا۔ اسی طرح مسلسل کئی ایلچی آئے اور اخیر میں ایک آخری ایلچی کے واسطے سے ایک آخری دستور العمل سونپا گیا۔ اب اس قوم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو ایک ایلچی اور ایک قانون کو تو مانتی ہے اور دوسرے ایلچی اور دوسرے قانون سے سرتابی کرتی ہے؟ غور کرو تو مذاہب عالم کی بھی صحیح تاریخ یہی ہے!!! مصلح

مسٹر پکتھال کا انگریزی ترجمۂ قرآن

(مولانا سید ہاشمی فریدآبادی)

چند سال ہوئے پادری زویمر حیدرآباد آئے تھے۔ یہ صاحب مصر و عراق وغیرہ عربی ممالک میں مدت دراز سے دینِ مسیحی کی تبلیغ و اشاعت کر رہے ہیں اور اسلامی علوم اور عربی قوموں سے خوب واقف ہیں۔ مسیحی تبلیغ میں نہایت سرگرم و ممتاز ہونے کے ساتھ، اُن کی دینِ اسلام سے دلی عداوت بھی کافی مشہور رہی ہے، اگرچہ ممکن ہے اس شدت میں مذہبی مخالفت سے زیادہ سیاسی رقابت کا دخل ہو۔ بہر حال ان سے ایک چائے کے جلسے میں راقم الحروف کی ملاقات ہوئی پادری صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ اردو زبان میں قرآن شریف کے کتنے ترجمے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک تعداد نہیں معلوم البتہ تو ترجمے ضرور ہوچکے ہیں۔ تب فخریہ کہنے لگے کہ اس معاملے میں بھی ہماری زبان انگریزی فوقیت رکھتی ہے جس میں قرآن (شریف) کے چودہ ترجمے کئے جا چکے ہیں۔ مگر میرے اس سوال پر کہ ان ترجموں کی نوعیت اور درجۂ استناد کیا ہے، پادری صاحب کچھ خفیف سے ہوگئے۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ جس قوم نے خود اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کرنے میں باک نہ کیا اس سے یہ توقع رکھنی فضول ہے کہ قرآن شریف کا صحیح ترجمہ کرنے کا اہتمام کرے گی۔

دوسری طرف وہ انگریزی ترجمے ہیں جو خود مسلمانوں نے کئے۔ اور ظاہر ہے کہ اُن میں تعصب یا نافہمی کی وہ غلطیاں نہیں ہیں جو انگریزی ترجموں کی خصوصیت ہے۔ مسلمانوں کے ان ترجموں میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور قرآن شریف کے متن کے ساتھ کئی بار چھپ کر شائع ہوچکا ہے۔ اس ترجمہ نے ہندوستان میں بھی کافی قبولیت

پائی اور دوسرے انگریزی تراجم کے مقابلے میں یقیناً زیادہ قدر و منزلت کا مستحق ہے۔
بایں ہمہ ادبی اعتبار سے یہ ترجمہ کوئی پایۂ عالی نہیں رکھتا اور نہ غالباً مترجم نے اس بات کا کوئی خاص اہتمام کیا کہ کسی اعلیٰ درجہ کے عربی شناس انگریز ادیب سے اس کی اصلاح و درستی میں مدد لی جائے۔ یہ مسلّم ہے کہ قرآن شریف روحانی اور اخلاقی ہدایت کا سرچشمہ ہونے کے علاوہ عربی ادبیات عالیہ کی سب سے پہلی اور سب سے بہتر کتاب ہے اور کسی غیر زبان میں اس کا صحیح و فصیح ترجمہ کرنا، حافظ و عمر خیام کے کلام کو ترجمہ کرنے سے یقیناً زیادہ محال ہے۔ خود اسلامی زبانوں میں جو ترجمے ہوئے ان میں بھی غالباً شاہ ولی اللہ صاحب کے فارسی ترجمے کے سوا کوئی ترجمہ ہر اعتبار سے قابلِ اطمینان تسلیم نہیں کیا گیا۔ پس ایک ہندوستانی آدمی سے یہ امید کس طرح کی جا سکتی ہے کہ وہ قرآنِ شریف کو ایک بالکل غیر زبان (انگریزی) کے بہترین قالب میں ڈھال دے گا۔

اس دشواری کا حل ظاہر ہے کہ صرف دو طرح سے ممکن ہے۔ ایک تو یہ کہ کوئی عرب مسلمان جو انگریزی زبان کا بھی اعلیٰ درجہ کا ادیب ہو، انگریزی میں ترجمہ کرے اور یا یہ کہ کوئی انگریز ادیب جو عربی زبان اور نیز اسلامی علوم میں مہارت تامہ رکھتا ہو، یہ کام اپنے ذمے لے۔ مجھے یقین ہے کہ پادری ز ویمر کے چودہ ترجموں میں سے کوئی ایک ترجمہ بھی اس معیار پر سلامت نہ اترے گا یعنی قرآن شریف سے حسنِ ظن رکھنا ایک طرف، کسی انگریز مترجم نے محض عالمانہ تحقیق اور خالص علمی خدمت کے لئے بھی اس دشوار گزار کام کو سرانجام نہیں دیا اور اسی وجہ سے ان میں کوئی ترجمہ کامیاب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اسے محض ایک خدا ساز صورت سمجھنا چاہیے کہ خود ایک انگریز ادیب حلقہ بگوش اسلام ہوا اور اس نے زیادہ تر مذہبی جذبے سے اس مبارک کام کو اپنے لئے دنیا اور آخرت کی سرخ روئی کا ذریعہ سمجھا۔ بے شبہ ہمارے

محبوب و محترم دوست مسٹر مارماڈیوک پکتھال عربی زبان کے جیّد عالم نہیں ہیں لیکن ان کی عربی دانی اور خصوصاً مطالعۂ قرآنی انگریزی کے کسی دوسرے مترجمِ قرآن سے کم نہیں ہے اسی کے ساتھ وہ انگریزی زبان کے نہایت عالی رتبہ ادیب ہیں۔ پھر انھوں نے اپنی عربیت کی کوتاہی کو مصری علما کی مدد سے خاص قاہرہ میں ادا کر پورا کیا ہے اور اس لئے مجموعی طور پر یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ کرنے میں جو بہتر سے بہتر انتظام اس وقت ممکن تھا وہ پہلی مرتبہ پکتھال صاحب کی کوشش سے عمل میں آگیا اور خوب ترین انگریزی طباعت، جلدبندی وغیرہ کے ساتھ، ان کا انگریزی ترجمۂ قرآن شایع ہوا۔ جزاہ اللہ خیر الجزا۔

پکتھال صاحب کے ترجمے کے ساتھ عربی متن شامل نہیں ہے اور یقیناً یہی سبب ہے کہ اُسے انگریزی داں مسلمانوں میں وہ قبولیت حاصل نہیں ہوئی جو محمد علی صاحب کے ترجمے کو میسّر ہے امید رکھنی چاہئے کہ بعض موقر احباب کی فرمائش سے فاضل مترجم قریب زمانے میں اپنے انگریزی ترجمے کو مع متنِ قرآن دوبارہ طبع کرادیں گے اور ہدیہ بھی اتنا رکھیں گے کہ متوسط طبقے کے انگریزی داں مسلمان اس سے استفادہ کرسکیں۔ دوسرے ممکن ہو تو اس مرتبہ ہندوستان کے مسلمان علما سے بھی انکو ترجمے پر نظرِ ثانی کرنے میں مدد لینی چاہئے تاکہ اگر کوئی جزئی فروگزاشت یا اختلافی چیز قابلِ توضیح رہ گئی ہو تو اس دوسری طبع کے وقت وہ کسر پوری کردی جائے۔

پکتھال صاحب کے ترجمہ قرآن کی فضیلت کا ہم نے صرف اصولاً ذکر کیا۔ کسی تفصیلی بحث کرنے کا یہ محل نہیں ہے مگر اجمالاً یہ لکھنا مناسب ہوگا کہ اس ترجمے کی زبان انگریزی فصاحت کا نمونہ ہے اور اسی کے ساتھ کتاب اللہ کے ایک ایک لفظِ مقدس کی نہایت احتیاط سے پیروی کی گئی ہے اسی مضمون کے آخر میں ہم نے قرآن شریف کی سب سے پہلی منزّل سورت (یعنی علق) اور معوذتین کو آیات کا نمبر ڈال کر نقل کیا ہے اور بطور نمونہ راڈویل، مولوی محمد علی اور آخر میں

مسٹر پکتھال کا ترجمہ انگریزی میں پیش کر دیا ہے۔ شاہ رفیع الدین صاحبؒ اور ڈپٹی نذیر احمد صاحب کا اردو ترجمہ بھی متنِ قرآن کے سامنے تحریر ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان انگریزی ترجموں کو غور سے دیکھنے کے بعد، ہر شخص جو انگریزی کا ادبی ذوق رکھتا ہے اُس نمایاں فرق اور صریحی فوقیت کا اندازہ کئے بغیر نہ رہے گا جو پکتھال صاحب کے ترجمے کو دوسروں پر حاصل ہے۔ دوسرے انگریزی تراجم میں پامر اور سیل کے ترجمے بھی مشہور ہیں مگر سیل نے غالباً کسی اطالوی یا لاطینی ترجمے سے ترجمہ کیا تھا اور پامر نے الفاظ قرآنی کی پوری پابندی لازم نہیں سمجھی۔ یوں بھی ادبی اعتبار سے راڈویل کا ترجمہ بہت بہتر سمجھا جاتا ہے پیش کردہ نمونے سے پکتھال کے مقابلے میں اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔

پکتھال صاحب کے ترجمے کی یہ خصوصیت قابلِ ذکر ہے کہ انھوں نے توارت و انجیل کی زبان اختیار کی ہے۔ یورپ کی زبانوں میں قرآن شریف کا کامیاب ترجمہ اسی طرح ممکن ہے اور جہاں تک مجھے علم ہے سب سے پہلے نواب عماد الملک (بلگرامی) مرحوم نے اسی اصول پر قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ شروع کیا تھا مگر افسوس ہے کہ وہ پورا نہ ہو سکا اور اس کے چھپنے کی نوبت نہ آئی۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس متین و پاکیزہ طرزِ تحریر میں ترجمہ کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ اس کے لئے علم و فضل کے علاوہ بہترین ذوقِ ادبی سے متصف ہونا ضروری ہے۔

ہر سورۃ کے ترجمے کے ساتھ پکتھال صاحب نے اس کی شانِ نزول اور مطالب کو بھی مختصر طور پر لکھ دیا ہے لیکن حقیقت میں سب سے پُر مغز اور دلچسپ تحریر ان کا مقدمہ کتاب ہے جس میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات اس جامعیت سے لکھے ہیں کہ بے اختیار آفرین کہنے کو جی چاہتا ہے۔ میں مختلف سورتوں کی تنزیل کا بھی بہت خوبی سے ذکر آگیا ہے۔

انگریزی ترجمہ پورا کرنے کے بعد پکتھال صاحب انگلستان سے قاہرہ گئے اور کئی مہینے وہاں رہکر محمد یے احمد الغمراوی کے ساتھ اس کی اول سے آخر تک نظرِ ثانی کی یہ صاحب جامعہ لندن کے

فارغ التحصیل اور صاحب زبان ہونے کے علاوہ قرآن شریف کے مطالعے سے خاص شغف رکھتے ہیں۔ مزید برآں، ترجمے کی تصحیح و تحقیق میں ہر موقع پر حضرت علامہ شیخ مصطفیٰ (المراغی) سے جو ایک زمانے میں جامعہ ازہر کے صدر معلم تھے اور مصر کے علمائے فحول میں شامل ہیں، بیش بہا مدد ملتی رہی ہے۔

واضح رہے کہ علمائے مصر کا ایک بڑا گروہ قرآن شریف کا کسی زبان میں ترجمہ کرنا جائز نہیں سمجھتا۔ چنانچہ وہاں آجکل قانوناً تراجم قرآن کی اشاعت و فروخت ممنوع ہے اور مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا انگریزی ترجمہ برسرِ عام جامعہ ازہر میں جلایا جا چکا ہے۔ پکتھال صاحب کے ترجمے کی بھی اس گروہ کی طرف سے مخالفت ہوئی اور فاضل مترجم کو وہاں کے اخباروں میں مضمون لکھکر نیز زبانی گفتگو میں ان صاحبوں کو سمجھانا پڑا کہ عجمی اقوام تک قرآن حکیم کا پیام پہنچانا کس قدر ضروری ہے۔ آخر مصالحت کی یہ صورت تجویز ہوئی کہ پکتھال صاحب اپنے ترجمے کو "تعبیر قرآن" کے نام سے موسوم کریں۔ چنانچہ انہوں نے اسے "قرآن ذی شان کے معنی" کے نام سے شائع کیا ہے۔ باوجود اس اہتمام کے کچھ مدت ہوئی کہ حکومتِ مصر نے اس ترجمے کی نسبت یہ رائے قائم کی کہ گو دوسرے سب تراجم سے یہ بہتر ہے لیکن مذہبی طور پر اس کی اشاعت مناسب نہ ہوگی۔ ممکن ہے اس قدغن کا ایک سبب یہ ہو کہ پکتھال صاحب کا ترجمہ متن عربی کے بغیر شائع ہوا ہے۔ بہرحال ان تمام حالات کو خود انہوں نے تفصیل و خوبی کیساتھ رسالہ اسلامک کلچر (جولائی ۱۹۳۱ء) میں تحریر کر دیا ہے۔

پکتھال صاحب کو قبول اسلام کیساتھ اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامی کی بعض خدمات جلیلہ انجام دینے کی بھی توفیق عطا فرمائی اگرچہ خود انکی کسرنفسی، عزلت پسندی اور کچھ مسلمانوں کی عام بےحسی اور قلت کے باعث انکی جیسی چاہئے قدر و منزلت نہ ہوئی۔ باایں ہمہ ہمیں امید ہے کہ انکا انگریزی ترجمۂ قرآن بجائے خود ایک کارنامہ ثابت ہوگا جو دین و دنیا میں انکی سرخروئی کا باعث ہوگا اور ملت مرحوم کے مشاہیر میں انکے لئے ایک رتبہ شائستہ حاصل کئے بغیر نہ رہیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

نمونہ ہائے تراجم

(ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحبؒ)

(۱) سورۃ العلق مکیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے
۱۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○	۱۔ پڑھ ساتھ نام پروردگار کے جس نے پیدا کیا۔
۲۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○	۲۔ پیدا کیا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے۔
۳۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○	۳۔ پڑھ اور پروردگار تیرا بہت کرم والا ہے۔
۴۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○	۴۔ جس نے سکھایا ساتھ قلم کے۔
۵۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ○	۵۔ سکھایا آدمی کو جو کچھ نہیں جانتا تھا۔
۶۔ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ○	۶۔ ہرگز نہیں یوں تحقیق آدمی البتہ سرکشی کرتا ہے
۷۔ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ○	۷۔ اس سے کہ دیکھتا ہے اپنے تئیں بے پرواہ اور غنی ہو۔
۸۔ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ○	۸۔ تحقیق طرف پروردگار تیرے کے پھر جانا۔
۹۔ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ○	۹۔ کیا دیکھا تو نے اس شخص کو کہ منع کرتا ہے۔
۱۰۔ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ○	۱۰۔ بندے کو جب نماز پڑھتا ہے۔
۱۱۔ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی ○	۱۱۔ کیا دیکھا تو نے اگر ہو وہ شخص اوپر ہدایت کے۔
۱۲۔ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ○	۱۲۔ یا حکم کرے ساتھ پرہیزگاری کے۔

۱۳۔ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ	۱۳۔ کیا دیکھا تو نے یہ کہ جھٹلایا اور منہ پھیرا
۱۴۔ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ	۱۴۔ کیا جانا اُس نے یہ کہ اللہ دیکھتا ہے۔
۱۵۔ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًاۢ بِالنَّاصِيَةِ ۙ	۱۵۔ ہرگز نہیں یوں اگر نہ باز رہیگا البتہ گھسیٹیں گے ہم اس کو ساتھ پیشانی کے۔
۱۶۔ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ	۱۶۔ وہ پیشانی کہ جھوٹی ہے خطاکار۔
۱۷۔ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ	۱۷۔ پس چاہیئے کہ بلاوے مجلس اپنی کو
۱۸۔ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ	۱۸۔ شتاب ہم بلاویں گے فرشتوں دوزخ کے کو
۱۹۔ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩	۱۹۔ ہرگز نہیں یوں مت کہا مان اس کا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو۔

(۲) سُوْرَةُ الْفَلَقِ مدنيّة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنیوالے مہربان کے
۱۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ	۱۔ کہہ پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ پروردگار صبح کے۔
۲۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ	۲۔ بُرائی اس چیز کی سے کہ پیدا کیا ہے۔
۳۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ	۳۔ اور بُرائی اندھیرا کرنے والی سے جس وقت چھپ جائے۔
۴ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ	۴۔ اور بُرائی پھونکنے والیوں کی سے بیچ گرہوں کے
۵ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۠	۵۔ اور بُرائی حسد کرنے والے کی سے جب حسد کرے

(۳) سُوْرَةُ النَّاسِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ بخشش کرنیوالے مہربان کے

۱۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ	۱۔ کہہ پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ پروردگار لوگوں کے
۲۔ مَلِكِ النَّاسِ ۙ	۲۔ بادشاہ لوگوں کے
۳۔ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ	۳۔ معبود لوگوں کے
۴۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ	۴۔ برائی وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانیوالی کی سے۔
۵۔ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ	۵۔ وہ جو وسوسہ ڈالتا ہے بیچ سینے لوگوں کے
۶۔ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۧ	۶۔ جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے۔

ڈپٹی نذیر احمد

سورۃ الفلق۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	(شروع اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان (ہے)
۱۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ	۱۔۲۔ (اے پیغمبر اپنی حفاظت کیلئے یوں) دعا مانگا کرو کہ میں
۲۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ	تمام مخلوقات کی شر سے صبح کے مالک (یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں،
۳۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ	۳۔ اور اندھیری رات کی شر سے جب اسکا اندھیرا تمام چیزوں پر چھا جائے
۴۔ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ	۴۔ اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں (یعنی جادوگرنیوں) کی شر سے
۵۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۧ	۵۔ اور حسد کرنے والے کی شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔
سُوْرَةُ النَّاسِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	(شروع اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان (ہے)
۱۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ	۔(اے پیغمبر اپنی حفاظت کیلئے یوں) دعا مانگا کرو کہ
۲۔ مَلِكِ النَّاسِ ۙ	(شیطان) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا (اور خود)
۳۔ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ	نظر نہیں آتا (اور جنات اور آدمی (دونوں ہی اس قسم کے)
۴۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۙ	وسوسے انداز (ہوتے ہیں) انکی شر سے میں لوگوں کے پروردگار
۵۔ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ	لوگوں کے (حقیقی) بادشاہ لوگوں کے معبود (برحق یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں۔

2. Createteth man from a clot. 3 Read: And thy Lord is the Most Bounteous. 4. Who teacheth by the pen, 5. Teacheth man that which he knew not. 6 Nay, but verily man is rebellious. 7. That he thinketh himself independent. 8. Lo! unto thy Lord is the return. 9. Hast thou seen him who dissuadeth. 10. A slave when he prayeth? 11. Hast thou seen if he (relieth) on the guaidance (of Allah) 12. Or enjoineth piety? 13. Hast thou seen if he denieth (Allah's guidance) and is fro-ward? 14. Is he then unaware that Allah seeth? 15. Nay, but if he cease not We will seize him by the forelock. 16. The lying, sinful forelock 17. Then let him call upon his henchmen! 18 We will call the guards of hell. 19 Nay! Obey not thou him But prostrate thyself, and draw near (unto Allah).

(2) Daybreak.

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful

1. Say: I seek refuge in the Lord of the Daybreak 2 From the evil of that which He created. 3 From the evil of the darkness when it is intense. 4. And from the evil of malignant witchcraft. 5 And from the evil of the envier when he envieth.

(3) Mankind.

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful.

1. Say: I seek refuge in the Lord of mankind 2 The King of mankind. 3. The God of mankind. 4 From the evil of the sneaking whisperer 5. Who whispereth in the hearts of mankind 6. Of the jinn and of mankind.

does see ? 15. Nay, if he desist not, We would certainly smite his forehead. 16 A lying sinful forehead. 17. Then let him summon his council. 18. We too would summon the braves of the army. 19 Nay, obey him not, and make obeisance and draw nigh (to Allah).

(2) The Dawn.

In the name of Allah. the Benefcient, the Merciful. 1. Say: I seek refuge in the lord of the dawn. 2. From the evil of what He has created. 3. And from the evil of the utterly dark night when it comes. 4. And from the evil of those who cast (evil suggestians) in firm resolutions. 5. And from the evil of the envious when he envies.

(3) The Men.

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful 1. Say: I seek refuge in the Lord of men. The King of men. 3 The God of men. 4. From the evil of the whisperings of the slinking (devil). 5. Who whispers into the hearts of men. 6 From among the jinn and the men.

M. Pickthall's Translation.

(1) The Clot.

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful. 1. Read: In the name of thy Lord who createth.

3. And against the mischief of the first darkness when it overspreadeth. 4. And against the mischief of enchantress. 5. And against the mischief of the envier when he envieth.

(3) Men.

In the name of God, the compassionate, the merciful. 1 Say: I betake me for refuge to the Lord of men, 2. The King of men. 3 The God of men. 4 Against the mischief of the stealthily withdrawing whisperer 5. Who whispereth in man's breast. 6. Against djinn and men.

Moulvi Mohammad Ali's Translation.

(*Established 1920, Lahore*)

(1) The Clot.

In the name of Allah the Beneficent, the Merciful. 1. Read in the name of your Lord who created. 2. He created man from a clot. 3 Road and your Lord is most Hononrable. 4. Who taught (to write) with the pen. 5. Taught man what he knew not. 6 Nay man *is* most surely inordinate. 7. Because he sees himself free from want. 8. Surely to your Lord is the return 9 Have you seen him who forbids. 10 A servant when he prays? 11. Have you considered if he were on the right way. 12. Or enjoined guarding (against evil)? 13. Have you considered if he gives the lie to the truth and turns his back? 14. Does he not know that Allah

Rodwell's Translation.

(1) Clots of Blood.

In the name of God, the compassionate, the merciful. 1. Read in the name of thy Lord, who created; 2. Created man from Clots of Blood. 3. Read for thy Lord is the most beneficient. 4. Who hath taught the use of the pen. 5. Hath taught man that which he knew not. 6. Nay verily, man is extravagant in wickedness. 7. Because he seeth himself possessed of wealth. 8 Verily unto the Lord is the return of all. 9. What thinkest thou of him who forbiddeth. 10. A servant to God when he prayeth? 11 What thinkest thou? that he hath followed the true guidance or enjoined piety. 12 What thinkest thou, if he hath treated the truth as a lie and turned his back? 13. Doth he not know that God seeth. 14. Nay verily, if he desist not, we will assuredly seize him by the forelock. 15 The lying sinful forelock. 16. Then let him summon his associates; 17. We too will summon the guards of Hell. 18. Nay, obey him not, but adore and draw nigh to God.

(2) The Daybreak.

In the name of God, the compassionate, the merciful. 1. Say, 'I betake me for refuge to the Lord of the Daybreak. 2. Against the mischief of his creation;

حکومتِ الٰہی

حکومت کا مذہب

(مئی ۳۶ء)

یورپ کی بدعتوں میں سے غالباً سب سے بڑی اور ناقابلِ معافی بدعت ریاست بلا مذہب کا تخیل اور بعض کہیں اس کی بنیاد کا قائم کرنا ہے۔ انقلابِ عظیم کے بعد "ندلم بزل" فرانس نے سب سے پہلے اس بدعتِ سیئہ کا سنگِ بنیاد قائم کیا اور آج اُس کے رجحانات سے اکثر لوگوں کے دماغ زہریلے ہو رہے ہیں۔

ترک جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور جب تک وہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں ہم بھی مسلمان سمجھتے رہنا چاہئیں لیکن الغائے خلافت کے ہم رتبہ ان کی دوسری غلطی حکومت بلا مذہب کا قیام ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مذہب سے ان ممالک کو کوئی سروکار نہیں اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ ہم مسلمان بھی ہیں اور نہیں بھی۔ غور کیجئے۔ رعایا کے مذہب کی سربراہی اُن ممالک میں اب اس سے اور کیا زیادہ وقعت رکھے گی جتنی کہ دوسرے امور میں حکومت کا طرزِ عمل ہوتا ہے۔ یقیناً مذہب کو مذہب سمجھ کر ایسے ملکوں میں سلوک کرنا مشکل ہے اسی لئے اس کے بعد رعایا کے اندر بھی مذہب سے بے پروائی کا پیدا ہو جانا لازمی امر ہے۔ الناس علےٰ دین ملوکھم

ہندوستان جو قریب قریب مذاہبِ عالم کا مجموعہ ہے اس سلسلے میں اس کا معاملہ اور بھی نازک ہے۔ فی الحال تو انگریز حکمران ہیں اس لئے اُن کا جو جی چاہتا ہے کرتے ہیں لیکن حکومت خود اختیاری کے بعد یہاں کے مذاہب کیلئے جو سیلاب آنے والا ہے اس کے متعلق پیشگوئی کی جا سکتی ہے کہ یہاں بھی حکومت کا کوئی مذہب نہ ہو گا۔ بلکہ آئندہ کو اس سے بھی زیادہ خرابیاں وقوع پذیر ہو سکتی ہیں اس لئے کہ کئی سر آوردہ کانگریسی لیڈروں کے رجحانات اسی قسم کے ہیں جنہوں نے بعض تقریروں میں اس کو صاف صاف کہہ بھی دیا ہے۔ اُن کے پاس اس کیلئے ایک حجت بھی ہے وہ کہتے ہیں کہ آج سوراج کے حصول میں جو دقتیں ہیں وہ ان ہی مذہب والوں کی حائل کردہ ہیں اور جب تک مذہبیت قومیت اور وطنیت میں تبدیل

نہ ہو جائے گی ہندوستان ترقی نہیں کر سکتا۔

یہ جو اوپر کہا گیا ہندو لیڈروں ہی تک محدود نہیں ہے کیونکہ بعض ایسے مسلمان بھی ہیں جو یہ کہہ چکے ہیں کہ سوراجی حکومت سے اسٹیٹ ہو گی۔ اور اس امر کے اعادے میں تو ان کو مطلق باک نہیں ہے کہ "ہم پہلے ہندوستانی ہیں پھر مسلمان" نعوذ باللہ من شرور انفسنا

ہندوستان کے اہلِ مذاہب اگر غور کریں تو سمجھے اور کامل دین کا مقصد حکومتِ الٰہی کا قیام ہوتا ہے نصرانیوں کی دعا ہی یہ ہے کہ "اے خدا جیسی تیری حکومت آسمان پر ہے زمین پر بھی ہو"۔

"قرآن مجید حکومتِ الٰہی" کا قیام کراتا ہے اس لئے میں مسلمانوں سے کہوں گا کہ وہ سیلاب کے آنے سے پہلے بند باندھیں یعنی ابھی سے ہندوستان میں حکومتِ الٰہی کا مطالبہ کریں کیونکہ یہ اُن کا پیدائشی حق ہے اور اس کے لئے بہت ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ عام اور لازمی کی جائے۔

حاکمِ اعلیٰ کے ایک محکوم کی شان

ہارون رشید اپنے خدم و حشم کے ساتھ شہر رقہ میں رونق افروز ہے اس اثنا میں حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے آمد کی خبر گرم ہوئی، لوگ اُمنڈ پڑے، چھوٹے بڑے آپؓ کے دیکھنے کو اس طرح بے تابانہ دوڑے کہ سر کا ہوش رہا نہ پاؤں کا خیال:۔

پادشاہ بیگم نے اس عجیب و غریب جوش و خروش اور مسرت و عقیدت کے دریا کو ٹھاٹھیں مارتے دیکھا تو کہا ——— درحقیقت بادشاہ تو عبداللہ بن مبارک ہیں نہ کہ ہارون رشید ——— جس کا کام بغیر فوج اور پولیس کے چلتا ہی نہیں۔

مصلح

اصولِ سیاست و اخلاق و قانون

یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

(مولانا ابوالاعلیٰ مودودی)

(مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ فاضلانہ اور مفید ضروری مضمون کئی نمبروں میں شائع ہوگا ناظرین کرام بغور مطالعہ فرمائیں۔ مدیر)

ایک مریض اپنے علاج کے لئے ایک طبیب حاذق سے رجوع کرتا ہے طبیب نہایت تشخیص کے بعد خواص ادویہ کے نہایت صحیح علم کی بنا پر نسخہ لکھ دیتا ہے۔ مریض کو اس طبیب کی حذاقت اور اس نسخہ کی صحت پر پورا پورا اعتقاد ہے وہ اس نسخہ کو سونے کے ایک نفیس پترے میں لپیٹ کر گلے میں لٹکا لیتا ہے۔ اور اس کی ایک ایک دوا کا نام روزانہ دس دس ہزار مرتبہ پوری خوش عقیدگی کے ساتھ رٹ لیا کرتا ہے کیا آپ باور کریں گے کہ اس کا یہ فعل اس کے مرض کو زائل کرنے میں نفع بخش ثابت ہوگا؟ شاید آپ کو اس کے جواب میں "نہیں" کہنے کے لئے ایک ادنیٰ سے غور و فکر کی بھی ضرورت نہ پیش آئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس شخص کی حماقت ایک امر بدیہی ہے طبیب کی حذاقت، تشخیص اور تجویز کی صحت، مریض کی عقیدت، سب اپنی اپنی جگہ علاج کیلئے مفید سہی مگر ان سب کی کامیابی اس پر منحصر ہے کہ طبیب کی تجویز کردہ دواؤں کو جسم تک پہنچنے اور طبیعت مدبرہ بدن کو ان کے خواص سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے۔ علاج کی یہ لازمی اور ضروری شرط پوری نہ ہوگی، تو طبیب کا کمال فن اور مریض کا اعتقاد اپنی غایت کو پورا کرنے میں کامیاب نہ ہوسکیگا۔ بنفشہ اور گاؤزبان کی خاصیت انکے جرم میں ہے نہ کہ انکے نام میں۔ اگر صحیح تشخیص کے بعد ان دواؤں کو صحیح طریقہ سے استعمال کیا جائے تو جس بیماری کیلئے یہ مفید ہیں اس کو چند روز میں زائل کر سکتی ہیں لیکن اگر کوئی شخص تمام عمر بنفشہ بنفشہ اور گاؤزبان گاؤزبان کے الفاظ زبان پر جاری رکھے اور اس وظیفہ سے یہ امید رکھے کہ اسکا مرض زائل ہو جائیگا تو ایں خیال است و محال است و جنون

ایک اعلیٰ درجہ کا ماہر قانون اپنے علم اور اپنی عقل کے سارے کمالات صرف کرکے، انسانی فطرت، زمانہ کی ضروریات اور ملک کے حالات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرکے، ایک ایسا قانون بناتا ہے جس سے بہتر قانون بنانا ممکن نہیں ہے قانون بہتر سے بہتر طریق پر طبع کرایا جاتا ہے زرکار جلدیں بندھوائی جاتی ہیں۔ اطلس و دیبا کے غلاف چڑھوائے جاتے ہیں۔ ہر عدالت کے کمرے میں اس کی ایک ایک جلد سب سے اونچے مقام پر رکھدی جاتی ہے۔ ہر وکیل اسکو لیکر آنکھوں سے لگاتا ہے اور اپنے دفتر میں پورے احترام کیساتھ جگہ دیتا ہے۔ حکام عدالت اور وکلاء سب روزانہ انتہائی عقیدت اور خوش الحانی کے ساتھ اسکو پڑھتے ہیں، اور کامل یقین رکھتے ہیں کہ یہ بہترین قانون ہے مگر نہ وہ اسکو سمجھتے ہیں، نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، نہ سمجھنا ضروری سمجھتے ہیں، اور نہ مقدمات کی پیروی کرنے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے میں اسکو استعمال کرتے ہیں، عدالت کی کارروائیوں کیلئے انہوں نے کچھ اور قوانین بنا رکھے ہیں، اور اُن کا اعتقاد یہ ہے کہ اس قانون کا تو حاکم عدالت کے سر پر لٹکنا اور وکیلوں کے حرز جان رکھنا اور اس کے الفاظ کا پڑھنا اور سُن لینا ہی بس عدالت اور انصاف کی ضروریات کو پورا کردیتا ہے۔ اور اسکی برکت سے تمام معاملات آپ سے آپ ہی درست ہوجاتے ہیں پھر جو حکام اُن سے بھی زیادہ خوش عقیدہ ہیں ان کا عمل تو یہ ہے کہ جہاں کوئی مقدمہ پیش ہوا اور انہوں نے نہایت ادب کیساتھ اس قانون کی ایک دفعہ پڑھکر وثیقین پر پھونکدی اب انہیں یقین ہے کہ مقدمہ کا فیصلہ خود ہو جائیگا جہاں کوئی مجرم پیش ہوا اور اُنہوں نے قانون کی ایک تعزیری دفعہ لکھکر منیر کے شانہ پر بندکردی۔ اب وہ باور کئے بیٹھے ہیں کہ مجرم جیل کی کوٹھڑی میں پہنچگیا جہاں کسی مظلوم نے آکر فریاد کی اور انہوں نے اس قانون میں سے ایک اور دفعہ نقل کرکے اسکے گلے میں باندھ دی اب ان کو پورا بھروسہ ہے کہ اسکی دادرسی ہو گئی۔ اگر ملک میں بہت بدامنی پھیلتی ہے اور لوگوں کے معاملات آپس میں خراب ہونے لگتے ہیں تو اس قوم کے لوگ جگہ جگہ جلسے منعقد کرتے ہیں اور ہر جلسہ میں شہر کا ایک سب سے زیادہ خوش الحان شخص کھڑا ہوکر اس قانون کی چند دفعات نہایت عمدہ آواز کیساتھ پڑھتا ہے سب لوگ احترام کیساتھ عقیدت کے کانوں سے اسکو سنتے ہیں مگر نہ پڑھنے والا یہ جانتا ہے کہ کیا پڑھ رہا ہے نہ سننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ سن رہے ہیں اسکا مطلب کیا ہے نہ کسی کی یہ نیت ہوتی ہے کہ

اس کو سمجھینگے اور اس پر عمل کرینگے اور نہ کسی کا یہ خیال ہو کہ یہ قانون سمجھنے اور عمل کرنے کیلئے بھی بنایا گیا ہے۔ ایسی قوم کے لوگ تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ محض اس قانون کے الفاظ پڑھنے اور سننے سے امن قائم ہو جاتا ہے' معاملات درست ہو جاتے ہیں' اور خرابیوں کا استیصال ہو جاتا ہے۔ اگر آپ سے کہا جائے کہ ایک قوم فی الواقع ایسی موجود ہے جس کا طرزِ عمل یہی ہے تو آپ بے اختیار اس کا مضحکہ اڑائیں گے اور کچھ عجب نہیں کہ اسکو فاترالعقل قرار دیں۔ کیونکہ یہ بات سمجھنے کیلئے کچھ زیادہ غور و خوض کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ قانون کوئی جادو یا منتر یا طلسم نہیں ہے جسکے الفاظ زبان پر جاری ہونے یا کاغذ پر لکھ دینے سے اپنا اثر دکھاتے ہوں' بلکہ اس کی برکت اور اس کے فوائد و منافع کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے کہ اس کے منشا اور مقصد کو سمجھا جائے اور زندگی کے معاملات میں اسے نافذ کیا جائے۔ واضع قانون کے کمال کا انکشاف اور اس کے وضع کئے ہوئے قانون کی صحت پر اعتماد اور قانون کے الفاظ کا احترام' یہ سب کچھ بے معنی ہے اگر اس کا اظہار ایسے لوگوں کی طرف سے ہو جو اس قانون کو سمجھتے ہی نہیں' اور اسکو عمل کے قابل ہی خیال نہیں کرتے۔

طبیب کے نسخہ کو تعویذ بنانیوالوں اور ماہرِ قانون کی کتاب کو طلسم کی جگہ دینے والوں کے بارے میں آپ نے بڑی آسانی سے فتورِ عقل کا فتویٰ صادر کر دیا۔ مگر ذرا غور کیجئے کہ کہیں اس فتوے کا نشانہ خود ہم اور آپ تو نہیں ہیں۔ ایک بہت بڑے سب سے بڑے حاذق طبیب نے ہمارے لئے ایک نسخہ تجویز کیا تھا جو تمام نسخوں سے زیادہ مکمل' اور صحیح اور مجرب تھا۔ ہماری تمام روحانی و اخلاقی' اجتماعی و انفرادی بیماریوں کیلئے جو دوائیں اس میں تجویز کی گئی تھیں' ان سے بہتر دوائیں اور ممکن نہ تھیں۔ مگر یہ نسخہ لکھا تو اس لئے گیا تھا کہ ہم اس کی دواؤں کو استعمال کریں' لیکن ہم نے اس کو گلوں کا تعویذ بنایا' اسے گھول گھول کر پیا' اس کے الفاظ بے سمجھے بوجھے زبانوں پر جاری کئے' اور وہ سب معاملے اس کے ساتھ برتے جن کے لئے وہ در اصل لکھا ہی نہ گیا تھا' اور نہ برتا' تو وہ معاملہ جس کے لئے در اصل وہ لکھا گیا تھا۔ یہ نسخہ اب بھی ہمارے اور آپ کے گھروں میں رکھا ہوا ہے۔ سب سے زیادہ احترام کی جگہوں پر' بہتر سے بہتر جزدانوں

میں لپٹا ہوا رکھا ہے۔ ہم اور آپ سب بدترین روحانی اخلاقی شخصی و اجتماعی بیماریوں میں مبتلا ہیں' تڑپ رہے ہیں' درد و کرب سے بے چین ہیں' ہر اناڑی طبیب' ہر عطائی' ہر اشتہاری ڈاکٹر کے نسخے استعمال کر رہے ہیں' اور یہ حال ہے کہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مگر اسکے باوجود اس طبیب کی طرف رجوع نہیں کرتے جسکی حذاقت پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس نسخہ کو استعمال کرنیکا خیال بھی نہیں کرتے جسکی صحت پر یقین رکھتے ہیں اور جسکی متعلق معلوم ہے کہ جب کبھی آزمایا گیا تیر بہدف ثابت ہوا۔ اب فرمائیے کہ اس طرز عمل پر آپ کیا حکم لگائیں گے؟ وہی فتورِ عقل یا کچھ اور؟

ایک بہت بڑے سے بڑے مقنن نے ہمارے لئے ایک قانون بنایا' انسانی فطرت کے حال اور صحیح علم کی بنا پر ایسا قانون بنا دیا جو ہر زمانے' ہر ملک اور ہر حالت کیلئے موزوں اور مناسب ہو سکتا تھا' اور انسانی زندگی کے ہر شعبے کو ایک صحیح ضابطے کے تحت لانے' اور افراد اور جماعتوں کے معاملات کو درست کرنے کیلئے اس سے بہتر قانون نہ ہو سکتا تھا۔ واضع قانون کا منشا یہ تھا کہ ہم اس قانون کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ مگر ہم نے اسکو اونچے سے اونچے طاقوں میں جگہ دی' اسکو سروں پر رکھا' اسکے معانی کو نظر انداز کر کے الفاظ کو خوب وردِ زبان کیا' اسکو بخار نزلہ کھانسی اور درد سر کے علاجوں میں استعمال کیا' اس سے بھوت پریت اور شیطان بھگائے' اس کو پڑھ پڑھ کر اپنے ہر جائز و ناجائز مقصد کیلئے کامیابی کی دعائیں کیں' غرض اس سے ہر وہ کام لیا جس کیلئے وہ وضع نہ کیا گیا تھا' اور نہ لیا تو وہی کام جس کیلئے دراصل وہ وضع کیا گیا تھا۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی' خانگی اور بیرونی' اخلاقی اور مادی زندگی جس ابتری' تنزل اور بربادی میں مبتلا ہے اس پر ہم رو رہے ہیں' چیخ رہے ہیں' پریشان ہیں' گھبراہٹ کے مارے ہر طریقے' ہر ضابطے' ہر طرز حیات کی طرف لپک رہے ہیں' اور اس غلط روی سے اور زیادہ تباہ حال ہوتے جا رہے ہیں۔ مگر توجہ نہیں کرتے تو اس قانون کی طرف جسکے واضع کا کمال مسلم ہے' جسکی صحت و صداقت پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور جسکے متعلق معلوم ہے کہ جب اس پر عمل کیا گیا تو اس نے انسانی جماعت کی ایسی تنظیم کی کہ زمین رشکِ آسمان ہو گئی۔ اب فرمائیے کہ ہم پر اور آپ پر وہی فتورِ عقل' جہل و نادانی اور دیوانگی کا فتویٰ عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

الایمان بین الخوف والرجا

یعنی القرآن

ع

(مولانا امجد حیدرآبادی)

جلوہ ترا ظاہر بھی ہے، مستور بھی ہے
بندے سے قریب بھی ہے تو، دور بھی ہے

مشکل ہے ترا کلام، آسان بھی ہے
دنیا داری کیسا تحفہ، ایمان بھی ہے

قانونِ تمدن بھی ہے، عرفان بھی ہے
اس بحر میں گوہر بھی ہے، مرجان بھی ہے

اک رشتے میں جلد بھی ہے، قرآن بھی ہے
اک شخص میں جیسے تن بھی ہے، جان بھی ہے

ترغیب کے ساتھ ساتھ تہدید بھی ہے
تخویف کی پردا دار امید بھی ہے

اک آن میں خوف و رجا دونوں ہیں
ایک ساتھ فنا اور بقا دونوں ہیں

ہر صفحہ ہے رحمتِ خدا کی تصویر
ہر لفظِ دعا ہے مدعا کی تصویر

اس رشتۂ محکم سے بقا ہے ہم کو
کیا نسخۂ کیمیا ملا ہے ہم کو

صورت ہے یہی خدا کی، قرآن کی قسم
ایمان مرا یہی ہے، ایمان کی قسم

عَبدیتِ الٰہی

عبد اللہ اور اس کا کام

(مولانا عبد القدیر صدیقی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ)

اللہ کے سوائے جتنے ہیں سب اس کے بندے ہیں اس میں چھوٹے کی خصوصیت ہے نہ بڑے کا استثنا۔

لَن یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ مسیح کو خدا کا بندہ ہونے سے ہرگز کسی قسم کا عار نہیں اور وَلَا الْمَلٰٓئِکَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ نہ فرشتوں کو جو خدا کے مقرب ہیں اور جو خدا کا بندہ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا ہونے میں عار رکھے اور بڑائی کی لے تو خدا عنقریب ان سب کو اپنی طرف کھینچ بلائیگا

رسول خدا محمد مصطفےٰ کی صفت عبدیت ہے دیکھو ہمارے کلمے میں داخل ہے۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے بندے اور رسول ہیں

عبدیت کی صفت خدا کی طرف اضافت کرتی ہے۔ اور رسول کی صفت امت کی تبلیغ کی جہت سے عبدیت کی جہت سے لیتے ہیں۔ اور رسالت کی جہت میں دیتے ہیں۔

خدا کی خدائی حق۔ اور ہماری عبدیت مسلم۔ مگر ہم کس غرض سے پیدا کئے گئے۔ کس کام کے لئے مخلوق ہوئے۔ کیا یوں ہی بیکار عبث پیدا کئے گئے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا لوگو! کیا تم ایسا خیال کرتے ہو۔ کہ ہم نے تم کو یوں تُرْجَعُوْنَ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ہی بیکار پیدا کیا ہے اور ہم نے آسمان اور زمین کو وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ٥ اور جو کچھ ان میں ہے کھیل کے طور پر نہیں پیدا کیا۔

نہیں، خدا نے سب کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ اور ہم نے جن و انس کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہماری عبادت کریں۔

جو خدا کی عبادت نہیں کرتے۔ ان کو بڑی مصیبت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ جو لوگ ہماری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں۔ عنقریب
سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ۝ (مرے پیچھے) وہ ذلیل خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔
وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا اور جو شخص (خدائے) رحمٰن کی یاد سے اغماض کرتا
فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ ۝ وَاِنَّھُمْ لَیَصُدُّوْنَھُمْ ہے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیا کرتے ہیں
عَنِ السَّبِیْلِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ۝ اور وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور یا وجود یکہ
شیاطین گنہگاروں کو راہِ خدا سے روکتے رہتے
ہیں۔ تاہم گنہگار (اپنے تئیں) خیال کرتے ہیں کہ
وہ راہ راست پر ہیں۔

کوئی دعویٰ بغیر دلیل کے مانا نہیں جا سکتا بندگی کا دعویٰ اور عمل کی اس کا کچھ بھی ثبوت نہیں یا للعجب
خدا کو خدا سمجھتے۔ اسکو واجب الاطاعہ سمجھتے۔ تو اسکے احکام کو بجا لاتے۔ اسکے نواہی سے پرہیز کرتے۔ سانپ کو
سانپ سمجھ کر کوئی نہیں پکڑتا۔ جان بوجھ کر کوئی آگ میں نہیں کودتا۔ کوئی بادشاہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام
نہیں کرتا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ خدا کو مانتے ہو۔ اور اسکو نافع و ضار بھی جانتے ہو۔ بِیَدِکَ الْخَیْرُ
اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سمجھتے ہو اور اس کے فرمان کو پس پشت بھی ڈالتے ہو۔ توبہ۔ توبہ۔
یہ تو ضعفِ ایمان و بے یقینی کی علامت ہے۔ کہاں ہے
وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ اور نہیں حکم دیا گیا ان کو مگر یہ اللہ کی عبادت کریں خلوص
لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَاءَ۔ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ کے ساتھ اسکی اطاعت میں یکسو ہو کر اور ہمیشہ نماز پڑھیں
یُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ ۝ اور زکوٰۃ دیں اور یہ طریقہ ہے درست اعمال کا۔

کدھر ہے
وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا اور خدا کا فرض ہے لوگوں پر حج بیت اللہ جو اس کی طرف جانے کی استطاعت رکھے

کیا ہو گیا

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ ۝ — تم پر روزے فرض کئے ہیں جیسے تم سے پیشتر اوروں پر فرض ہوئے تھے۔

تم نے احکام الٰہی کو چھوڑ دیا۔ اسکے ممنوعات کے مرتکب ہو گئے۔ تو اس کے ان وعدوں کے مستحق بھی نہ رہے۔

إِنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا مِنْ عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ بیشک زمین کے وارث میرے بندوں میں صالحین ہونگے۔

اور نہ اس وعدے کے مستحق رہے۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۝ بیشک میرے بندوں (اے شیطان) تیرا ان پر قابو نہیں۔

تم تو ایسے ہو گئے ہو

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۔ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ — ان پر شیطان کا پورا پورا تسلط ہو گیا ہے پھر اُس نے اُن کو یاد خدا بھلا دی۔ یہ شیطانی گروہ ہے سنو شیطانی گروہ ہی (آخرکار) برباد ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ۝ — جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں وہی (آخرکار) ذلیل لوگوں میں ہوں گے۔

ذرا غور کرو تم کن بزرگ ہستیوں کے خلف ہو۔ محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۝ — منکروں کے حق میں تو بڑے سخت ہیں (مگر) آپس میں رحم دل (اے مخاطب) تو انکو دیکھے گا کہ (کبھی) رکوع کر رہے ہیں (اور کبھی) سجدہ کر رہے ہیں (اور) خدا کی فضل اور خوشنودی کی طلبگاری میں لگے ہوئے انکی شناخت یہ ہے کہ سجدے کے نشان انکی پیشانیوں میں ہیں

اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اللہ رحیم ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور جیسے جیسے عمل تم لوگ کرتے ہو ان سے واقف ہے

کیا غفور رحیم ہے کیا جواد وکریم ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

مگر جس نے توبہ کی اور یقین رکھا اور نیک عمل کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔

آؤ۔ اب تم ہم ملکر گڑگڑائیں۔ اور نہایت عاجزی سے دعا کریں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۝

اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو تو ہم کو اس کا مواخذہ نہ کر۔ اور اے ہمارے پروردگار! جو لوگ ہم سے پہلے ہوگزرے ہیں جس طرح ان پر تونے (ان کے گناہوں کے پاداش میں احکام سخت کا) بار ڈالا تھا ہم پر نہ ڈال۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور اے ہمارے پروردگار! اتنا بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم کو طاقت نہیں۔ ہم پر نہ ڈال۔ اور ہمارے قصوروں سے درگزر فرما اور ہمارے گناہوں کو معاف کر۔ اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا (حامی) و مددگار اور تو ہم کو کافروں کے مقابلے میں فتح و نصرت مرحمت کر۔

حضرت یونس علیہ السلام

(مُدیر)

وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ۔ ہم نے اس کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمی پر تبلیغ رسالت کیلئے بھیجا

حضرت یونس علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر ہیں قرآن مجید میں انکو ذالنون کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے جسکی وجہ تسمیہ آئندہ معلوم ہو جائیگی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے بڑے عبادت گزار بندے تھے شب و روز تنہائی کے عالم میں اپنے پیدا کرنے والے کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں نینوا بڑا ترقی یافتہ شہر تھا اور جیسا کہ قاعدہ ہے مادی ترقی قوموں اور ملکوں کو ہمیشہ بے دینی کی طرف ہی لیجایا کرتی ہے یہاں کے لوگ بھی اسیطرح کی مصیبتوں اور ہوا پرستی میں مبتلا تھے۔ آپ انہی لوگوں کو راہ راست پر لانے کیلئے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ پہلے تو آپ نے اہل نینوا کو بہت کچھ سمجھایا اور راہ راست پر لانے کیلئے جد وجہد کی مگر جب یہ کسیطرح ٹس سے مس ہوئے تو آخر خفا ہو کر بد دعا کی اور عذاب الٰہی کے ذریعہ ان کے تباہ و برباد کئے جانیکے خواستگار ہوئے۔

عجیب و غریب واقعات

وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ

اور ذالنون (کے واقعہ) کو بھی یاد کرو جب وہ غصہ میں بھر کے چلے گئے۔ پس انہوں نے گمان کیا کہ ان پر کوئی قدرت نہ پائینگے پھر اندھیرے کے اندر سے پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے بیشک میں گنہگاروں میں ہوں۔ تو ہم نے انکی دعا کو قبول کیا اور غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو اسیطرح نجات دیتے ہیں

پیغمبر کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے عذاب الٰہی کا تیسرا دن وعدہ تھا آپ اپنے اہل و عیال کو ہمراہ لیکر شہر سے باہر چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ راستے میں ایک دریا حائل تھا وہاں پہنچے تو ایک بیٹے کو کنارے پر چھوڑا دوسرے کو کاندھے پر بٹھایا اور بی بی کو ایک ہاتھ سے سہارا دیتے ہوئے پار ہونیکے لئے بڑھ رہے تھے کہ موجوں نے آلیا اور پاؤں قابو میں نہ رہ سکا بی بی کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ اس کے تھامنے کی طرف متوجہ ہوئے تو لڑکا کاندھے سے پھسل پڑا۔ بی بی اور بچہ دونوں پانی میں بہہ گئے۔ غم و الم میں مبتلا

افسوس کرتے ہوئے دوسرے لڑکے کو کنارے پر لینے چلے تو دیکھا کہ بھیڑیا اسکو منہ میں ڈالے لئے جا رہا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کسی دوسرے مقام پر چلے جانے کا فیصلہ کر چکے تھے اسلئے آگے بڑھے ایک کشتی میں سوار ہوئے بیچ دریا میں پہنچکر کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ لوگوں نے کہا! اس کشتی میں کسی کا غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہے اور وہ جب تک اسمیں رہیگا کشتی بھنور میں پھنسی رہیگی۔ طے پایا کہ قرعہ اندازی کیجائے اور جس کا نام نکلے اسکو غلام سمجھا جائے اور دریا میں ڈال دیا جائے۔ یہ سنکر حضرت یونس علیہ السلام کھڑے ہوگئے اور کہا کہ میں ہی وہ گنہگار بندہ ہوں مجکو دریا میں ڈالدو سب نے کہا! آپ درویش صفت ہیں ہم آپ کی طرف بدگمانی نہیں کرسکتے۔ بہرحال قرعہ اندازی ہوئی اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ تین مرتبہ مگر ہر دفعہ آپ ہی کا نام برآمد ہوا۔ لوگوں نے آپ کو دریا میں ڈالدیا اور ایک مچھلی فوراً نگل گئی۔

قولہ تعالیٰ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ اسکو مچھلی نگل گئی اور وہ ملامت میں پڑے ہوئے تھے۔

مچھلی کا شکم بطور قید خانہ کے تھا اس لئے آپ کو کوئی اور نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس حالت میں بھی یاد الٰہی کا ہی عالم تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ اگر وہ تسبیح پڑھنے والے نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک پڑے رہتے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا اور قید رہائی

اس بات کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام شکم ماہی میں کب تک قید رہے مگر یہ اس بات کو سمجھ چکے تھے کہ ہم سے قصور ہوا ہے اور ہم عتاب الٰہی میں مبتلا ہیں اسلئے اسی قید تنہائی کے اندر ہی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا فرمائی فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ اسی تاریکی میں پکارا تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے (اور) بیشک میں ظلم کرنیوالوں میں سے ہوں" مطلب یہ تھا کہ اے خدا میں قصوروار ہوں میرا قصور معاف فرما!

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور مچھلی نے دریا کے کنارے پر اگل دیا۔ چونکہ جسم بالکل گل گیا تھا اور آپ بہت کمزور ہوگئے تھے اسلئے کدو کی بیل نے ان پر سایہ کیا تاکہ مکھیاں نہ ستائیں، جنگل سے آکر ہرن نے

دودھ پلانا شروع کیا یہاں تک کہ آپ میں قوت آگئی اور پہلے چنگے ہوئے۔

قوم یونسؑ

ادھر یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور ادھر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم عذاب الٰہی سے نجات پاکر آپ کو تلاش کر رہی تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ عذاب کے آثار نمودار ہوتے ہی قوم نے صدق دل سے توبہ کی بتوں کو اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالا۔ لہو و لعب کے سامان کو دریا برد کر دیا۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مہرباں ہے وہ خواہ مخواہ ہلاک کیوں کرنے لگا تھا پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیے جیسا کہ ارشاد ہوا قولہٗ تعالیٰ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝

چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا ہاں مگر یونس کی قوم جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور انکو ایک خاص وقت تک عیش دیا۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں عذاب دیکھکر یقین لانا کسی کو کام نہیں آیا مگر قوم یونسؑ کو۔ کیونکہ یہ عذاب اس لئے نازل ہو رہا تھا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اس کے طلب کرنے میں جلدی کی تھی معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ رسالت میں ابھی اور صبر کرنا چاہیے تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام کی خفگی کا باعث بظاہر دو سبب تھا ایک تو قوم کا ناشنوا ہونا دوسرے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا وعدہ ہونا اور پھر ٹل جانا۔ یہ تقاضائے بشریت تھا مگر اللہ تعالیٰ کو اتنی بات بھی پسند نہ تھی کہ بندہ خاص اس کی مرضی کے بغیر کچھ بھی کرے۔

عبد کا دعوے کرنے والے اور حق کی تعلیم و تبلیغ کا دم بھرنے والوں کے لئے حضرت یونس علیہ السلام کے اس مختصر سے قصے میں بڑے بڑے فائدے کی باتیں ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کو قصے کے رنگ میں نہ پڑھا جائے۔ بلکہ گفتہ آید در حدیث دیگراں کی مصداق سمجھا جائے۔

مسلمانوں کیلئے غیر قوموں سے ایک سبق

(مولانا محمد عبدالبصیر عتیقی آزاد سیوہاروی)

خداوند جل وعلا نے سنہ ۶۱۰ء میں اپنے نبی اُمّی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کتاب (قرآن مجید) دیکر بھیجا کہ جن وانس کو علی الاعلان بشارت دو کہ مجکو وہ کلام حق عطا کیا گیا ہے جسکے تم ایک زمانہ سے منتظر تھے اور جو قیامت تک کیلئے تمہاری دین و دنیاوی رشد وہدایت کیلئے واحد دستاویز ہے۔

چنانچہ اُس کے نزول کے بعد سب ہی نے تو اپنا سر اُس کی سامنے جھکایا اور مسلمان بھی جبتک اس کتاب کو مضبوطی کیساتھ پکڑے رہے اِن کی روحانی وجسمانی تمدنی ومعاشرتی، مذہبی وسیاسی الغرض دینی و دنیاوی ہر طرح کی بھلائی میں کسیطرح کا بھی تو فرق نہ ہوا لیکن جب سے اُنھوں نے اس کتاب کو چھوڑا، اس کو پس پشت ڈالا، اسکے ساتھ بے اعتنائی کی، اُسی نامبارک زمانہ سے ہمہ قسم کے آلام ومصائب میں گرفتار ہو گئے اور اب صرف ڈھچر باقی رہگیا ہے کیونکہ انکی قومی وملی روح جو قرآنی احکامات پر عمل کرنیکی وجہ سے قائم تھی فنا ہو چکی ہے اور یاد رہے کہ جبتک یہ پھر اس فرمان الٰہی کے عام علم وعمل کیلئے مستعد نہ ہونگے اُسوقت تک یہی حال رہیگا اور جو کچھ اسکو چھوڑ کر کیا جارہا ہے یا آئندہ بھی کیا جاتا رہیگا رائیگاں جائیگا کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے تو اپنی کتاب مقدس کو اس کے لئے مختص فرمایا ہے پھر اسکو چھوڑ کر یہ کیونکر دین و دنیا کے برکات حاصل کر سکتے ہیں۔

پس غفلت شعار مسلمانوں کیلئے وقت آچکا ہے کہ وہ کتاب اللہ کی پکار کو سنیں اور اسکو کلیجے سے لگا کر آگے بڑھیں

اے غافل مسلمانو! غور کرو کہ وہ قرآن مجید فرقان حمید جسکی تعلیم سے تمہارے مدارس یکسر خالی ہیں اور تمہارے اہل وعیال بیگانہ ہیں اسی کتاب کی تعلیم کو اغیار اپنے لئے لازمی اور ضروری خیال کرتے ہیں کیونکہ معلوم کر چکے ہیں کہ جمیع علوم ومعارف سے اعلیٰ وارفع قرآنی علوم ومعارف ہیں۔ اے غافل مسلمانو سنو! کہ جس قرآن کو تم نے چھوڑ رکھا ہے غیر قوموں کے بڑے سے بڑے افراد اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

۱۔ یقیناً ایسی کتاب جیسی کہ قرآن کریم ہے۔ اس امر کی مستحق ہے کہ مغرب کے گوشے گوشے میں پڑھی جائے۔ سر اڈورڈ۔ ڈینیسن راس۔ ایس۔ آئی۔

۲۔ ان مدرسوں میں اگر صرف قرآن پڑھایا جاتا ہے تو وہ بھی ترقی کا کچھ کم ذریعہ نہیں ہے کیونکہ وہ زیادہ ترقی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ

۳۔ فلسطین میں سرکاری مدرسین کی کانفرنس اس غرض سے منعقد کی گئی تھی کہ فلسطین کے مدارس کا نظام نصاب تعلیم مقرر کیا جائے۔ اس کانفرنس میں استاذ امین صدادی جو کہ مسیحی ہیں اور اور یانہ کے مدرسہ ثانویہ کے مدرس اعلیٰ ہیں انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ سرکاری مدرسوں کے اعلیٰ درجوں میں قرآن کی تعلیم لازمی قرار دی جائے تاکہ عیسائیوں کی آئندہ نسل قرآنی بلاغت سے محروم نہ رہے۔ ان کی زبان درست ہو اور ملکۂ زبان حاصل ہو۔

(منقول از رسالہ معارف اعظم گڈھ ملا غ ۲ دسمبر ۱۹۲۷ء)

اے غافل مسلمانو! جس کتاب مقدس سے تم نے نئی روشنی سے مرعوب ہو کر منہ موڑ لیا ہے۔ اسی نئی روشنی کے اکابرین کے پیرو بننے پر تم کو ناز ہے اسی کتاب میں تمدن و اخلاق، معاشرت و سیاست وغیرہ کے مسائل کو تلاش کرتے ہیں اور اس ہی کے قوانین کے اجرا کے متمنی نظر آتے ہیں۔ کاش تم ان ہی کا سبق حاصل کرو۔

۱۔ قرآن عقائد و اخلاق اور نیز ان پر مبنی قوانین کا ایک مکمل ضابطہ پیش کرتا ہے اس میں ایک وسیع جمہوریہ کے تمام آئین وصول کیلئے رشد و ہدایت کیلئے انصاف و عدالت کیلئے فوجی تعلیم و تربیت کیلئے، مالیات کیلئے غرباء کے متعلق نہایت محتاط قانون سازی کیلئے بنیادیں رکھی گئی ہیں لیکن ان تمام کا سنگ بنیاد ذات باری (تعالیٰ) کا اعتقاد ہے جس کے قبضۂ قدرت میں انسان کی قسمتوں کی باگ ہے۔ (لڈلف کرنل)

۲۔ اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے۔ جو تمدن کا جھنڈا اڑا تا ہے۔ جو تعلیم دیتا ہے کہ

انسان جو نہ جانتا ہو اسس کو سکھیے، جوتیاتا ہے کہ صاف کپڑے پہنو اور صفائی سے رہو۔ جو حکم دیتا ہے کہ استقلال و عزت نفس لازمی فرض ہے۔ (ڈاکٹر کینین ایزک ٹیلر)

۳۔ قرآن کریم مسلمانوں کو اغیر مسلموں سے روا داری کا برتاؤ کرنا سکھاتا ہے دنیا کے تمام بڑے سے بڑے مذاہب کم و بیش ایثار علی النفس کی تعلیم دیتے ہیں مگر اسلام اس بارے میں سب آگے ہے بنی نوع انسان کی خدمت تعلیم اسلام کا سرمایہ ناز ہے اس لئے اسلام نے عالمگیر اخوت کا اصول دنیا کے روبرو پیش کیا ہے (مسٹر حنی نائڈو)

۴۔ جدید علمی انکشافات میں یا ان مسائل میں جن کو تم نے اپنے علم کے زور سے حل کیا ہے۔ یا ہنوز وہ زیر تحقیق و نظر ہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو تعلیمات قرآنی کے مخالف ہے۔ ہم عیسائیوں نے عیسائیت کو علم و سائنس کے ہم آہنگ و ہم نشین بنانے میں اب تک جتنی کوششیں کی ہیں اسلام و قرآن میں سب کچھ پہلے ہی سے موجود ہے۔

(لائف آف محمد مصنفہ الکس لازوان)

۵۔ مسٹر رچرڈ من نے "قانون ازالۂ غلامی انڈیا کونسل میں پیش کرتے وقت ۱۸۱۰ء میں کہا تھا غلامی کی مکروہ رسم اٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہندوستان کو قرآن سے بدل دیا جائے۔

۶۔ وہ (یعنی قرآن شریف) افریقہ کے حبشیوں کے دلوں میں تہذیب و شائستگی کی روح پھونکنے سول گورنمنٹ کا نظام اور حدود و عدالت کے قائم کرنے میں بڑا معاون ثابت ہوا ہے اس نے ان میں ایسا نظام تہذیب و تمدن پیدا کیا ہے جو ان اقطاع میں مفقود ہے جہاں ابھی تک اسلام کا قدم نہیں پہنچا۔ لوگوں کے فوائد و اغراض کے لئے نہایت ضروری ہے کہ حکومت برطانیہ اس کو قائم رکھکر اس کو مضبوط اور

طاقتور بنانے کی کوشش کرے۔ (مسٹر اے ڈی مارل)

پس اے غافل مسلمانو! اگر واقعی تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو بس تمہارے سامنے قرآن مجید کا کام موجود ہے، حکومت کو توجہ دلاؤ، اسکول و کالج اور یونیورسٹیوں میں اس کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام کرو، علیگڈھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ دہلی اور جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے تعلیمی نصاب میں اول سے لیکر آخر تک بچپن سے لے کر نوجوانوں کی جماعت تک میں قرآن کی معنی و مطلب کے ساتھ تعلیم کو عام اور لازمی کراؤ۔

انجمنوں کے مقاصد میں اس کو داخل کراؤ، اخبارات و رسائل کے مدیرین سے مقالات سپرد قلم کراؤ، مضمون نگاروں و شعراء سے نظم و نثر مضامین لکھواؤ، معلمین و مبلغین مقرر کرو۔ اس کے چرچے کرو۔ اس کے متعلق تدابیر سوچو۔ مساجد اور گھروں میں اس کی بامعنی تعلیم کا رواج دو۔ دیکھو قرآن کو غیر کیا سمجھ رہے ہیں اور تمہارا اس کے ساتھ کیا سلوک ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تمہارے متعلق تمہارے رسول (صلعم) خدائے قہار کے دربار میں شکایت فرما دیں۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِىْ اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

قرآن اے قرآن

قرآن اے قرآن! تو اس تماہ ہستی کی طرف سے ہے جس کی تماہ آج تک کسی نے نہیں پائی۔

قرآن اے قرآن!۔ تو نے روم کے عیسائیوں کو، افریقہ کے وحشیوں کو، عرب کے بدوؤں کو زمین سے آسمان پر اچھال دیا اور اگر تو نہ آتا تو قیامت تک ان کے اندر تبدیلی نہ ہوتی۔

قرآن اے قرآن!۔ پھر میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تیری موجودگی میں مسلمان کیوں حیران و پریشان اور ذلیل و خوار ہیں؟؟؟

"مصلح"

محبتِ الٰہی

محبت

(روشن صدیقی)

محبت — اک تپشِ ناتمام ہوتی ہے
نہ صبح ہوتی ہے اس کی نہ شام ہوتی ہے

ہر ایک جلوہ ہے میرے لئے کشش تیری
ہر اک صدا مجھے تیرا پیام ہوتی ہے

جو راہ اہلِ خرد کیلئے ہے لامحدود
جنونِ عشق میں وہ چند گام ہوتی ہے

شرارِ آتشِ نمرود سے بھی ہے بدتر
وہ آرزو۔ جو ہوس کی غلام ہوتی ہے

کچھ اس میں میر و منصور کی نہیں تخصیص
یہ رسم "شہرِ محبت" میں عام ہوتی ہے

خدایا! ہو مرے ایوانِ آرزو کی خیر
سنا ہے عشق کی تعمیر خام ہوتی ہے

یہ کائنات ہے جس کیلئے سراپا گوش
تری ہی بات وہ اے خوش کلام ہوتی ہے

نمازِ عشق کا آتا ہے جو ہوش کبھی
تو بیخودی مری بڑھ کر امام ہوتی ہے

وہ مرگ، مرگِ محبت ہے جس کا نام روشن
چراغِ راہِ حیاتِ دوام ہوتی ہے

محبوب کا سُراغ

(مولانا صوفی سید شاہ عبدالقادر صاحب حیدرآبادی)

صفت کی وسعت ذات کی وسعت پر موقوف ہے جسقدر ذات وسیع ہوگی اسیقدر صفت کی وسعت میں گنجائش ہوگی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنی مرتبہ بِر کی تحصیل محبوب شے کے خرچ کردینے پر موقوف ہے جبتک محبوب شے اپنے قبضۂ دل سے خارج نہ کردیجائیگی مرتبہ بِر حاصل نہ ہوگا اور بِر کے معنی نیکیوں میں وسعت پیدا کردینے کے ہیں۔ چونکہ نیکی ایک صفت ہے اسلئے اسکی وسعت اسی صورت میں ممکن ہوسکتی ہے کہ ذات بھی وسعت نیکی کے مطالبہ کے موافق وسیع ہو۔

ذات مقید محدود ہے لیکن اس کے صفات محدود جو وسعت امور حسنہ میں مطلوب خداوندی ہیں ان کو البتہ غیر محدود ہونا چاہئے اور صفت کی غیر محدود وسعت جبتک ذات غیر محدود نہ ہو محال ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ تحصیل بِر سے مقصود مرتبہ قید و تقیید سے آزادی حاصل کرنا ہے یہی سبب ہے کہ اس مقام پر لفظ بِر کی تعبیر نجات سے کی گئی ہے تو آیہ کریمہ کا یہ مطلب ہوا کہ تم جبتک اپنی پیاری چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر ڈالو گے نجات حاصل نہیں کرسکتے، مال پیارا ہے خرچ کر ڈالو، جائداد پیاری ہے نکال ڈالو، جورو بچے پیارے ہیں ان سے دل پھیر لو، جاہ و منصب پیارے ہیں ان سے ہاتھ اٹھالو یہانتک کہ اگر جان پیاری ہے تو اس کو بھی دے ڈالو۔

مطلب یہ ہے کہ جبتک تمہاری خواہش کی جڑ قائم رہیگی شاخیں بھی نکلتی رہیں گی۔ اسلئے حقیقی بِر کی تحصیل اسوقت ہوگی جبکہ تمہاری ہستی کا نخل جڑ سے کٹ جائے اور تم مقید سے مطلق ہوجاؤ یعنی محبس سے رہائی حاصل کرلو۔ اور یہ معلوم ہے کہ قید سے رہا ہو کر گھر کو جاتا ہے۔ اب یہ خواہ اضطراری ہو یا غیر اضطراری مگر بہرحال جانا ضرور ہے اور یہی مطلب ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور الی اللہ المصیر کا۔

اسی مرتبہ کے حصول کے بعد تم اپنی ہوجی صورت مقیدہ کو توڑ کر دریا میں فنا ہوجاؤ گے اور دریا کی وسعت ذاتی سے تمہارا حباب بھی صاف وسیع اور غیر محدود ہوجائیگا اسلئے در بحر وہ درجہ حاصل ہوجائیگا جسکی خبر ان لفظوں میں دیگئی ہے

[illegible] ، بے تعلق، بے ہمتی، اس مکرم اور معزز درجہ پر فائز ہو جانیکا نام ہی تحصیل پر ہے جو مقصودِ حق تعالیٰ ہے۔ ع

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

محبت کا تعلق

محبت کا تعلق ہمیشہ امرِ غائب سے ہوتا ہے کیونکہ محبت کے دوسرے معنی طلب کے ہیں اور طلب غیر حاضر شئے ہی کی ہوا کرتی ہے کیونکہ حاضر اور موجود شئے کی طلب بے معنی چیز ہے اور جب یہ تسلیم ہے کہ طلب غیر موجود شئے سے ہی ہوتی ہے تو اس لئے ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ محبت کا تعلق امرِ غائب سے ہوتا ہے نہ کہ امرِ حاضر سے۔ لہٰذا جب مطلوب حاضر ہو جائے یا حاصل ہو جائے تو پھر طلب کی منزل طے ہو جاتی ہے اور یہاں پہنچکر نہ محب ہوتا ہے نہ محبوب اور نہ محبت۔ پس اس میں کوئی کلام نہیں کہ محبت کا کارخانہ امرِ غائب ہی کے سر پر قائم ہوا ہے اور جب ستون ہی باقی نہ رہیں گے تو عمارت بھی قائم نہ رہے گی۔

محبت کا سراغ

محبوب کے پردے، یا محل اور ظرف کو محبوب سمجھنے میں ساری دنیا مبتلا ہے لہٰذا اس غفلت کے پردے کو سمجھ لینا چاہیے اور مستعدی کیساتھ چاک کر ڈالنا چاہیے، لوگ کسی چیز کی محبت میں مبتلا ہوتے ہیں خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز اور سمجھتے ہیں کہ اسی سے متمتع ہونا ہمارا اصلی مقصد ہے گویا کہ یہی ہمارا حقیقی محبوب ہے حالانکہ حقیقتِ حال اس سے منزلوں دور ہے بات یہ ہے کہ جورو بچے، مال و دولت، جاہ و منصب وغیرہ پردے ہیں جنکے اندر سے آپ کے محبوب کا جلوہ جھلک رہا ہے اور آپ ان پر جان دے رہے ہیں جن کو عیش و آرام، خوشی، لذت، سرور و اطمینان وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور ان سب کو ہم آپ کی غرض سے تعبیر کر سکتے ہیں، پس اب سمجھ جائیے کہ آپ اپنی غرض کے عاشق ہیں محب ہیں اور طالب ہیں اور وہ غرض در اصل آپ کی معشوقہ ہے محبوبہ ہے اور مطلوبہ ہے یعنی بیوی سے جو آپ کو لذت ملتی ہے وہ آپ کی معشوقہ ہے نہ کہ بیوی کی ذات اسی طرح دوسری چیزوں کی محبت کو بھی منطبق کر لیجئے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ سب محبوب بالغرض ہیں اور محبوب بالذات خود آپ کی ذات ہے تو اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ خود آپ کے سوا نہ کوئی آپ کا معشوق ہے نہ محبوب اور نہ مطلوب۔

خدا کی محبت

غیر خدا کی محبت کے پردوں کے چاک ہو جانیکے بعد اب خود خدا کی محبت کی طرف آئیے اور

اس مقصدِ زندگی کا جائزہ لیجئے کہیں ایسا تو نہیں کہ یہاں بھی وہی دھوکا لگ رہا ہے۔ اگر ایسا ہی تو اس سے بڑھکر دھوکے اور نقصان کی کوئی بات نہیں ہوسکتی۔

خدا سے اس لئے محبت ہے کہ اس نے آپ کو پیدا کیا، پرورش کی، دنیا کے اندر زندگی کے سامان بخشے، مرنے کے بعد جنت عطا فرمائیگا۔ اگر معاملہ یہی ہے تو تسلیم کر لیجئے کہ یہ جملہ امور بھی آپکے اغراض میں شامل ہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کی محبت کے پردے میں آپ اپنی غرض کے معشوق و محبوب کے جلوے کے طالب ہیں۔ لہٰذا اس محبت میں بھی آپ اپنے ہی معشوق، اپنے ہی محبوب اور اپنے ہی مطلوب ہیں۔ الغرض آپ کو جبتک کسی محبوب کے وصال سے کسی قسم کی لذت کا مطالبہ ہوگا وہی لذت آپ کی معشوقہ، محبوبہ اور مطلوبہ ہوگی اور وہ محبوب ظاہری جسکو آپ اپنا محبوب دلنواز سمجھ رہے ہیں زیادہ سے زیادہ آپکے محبوب کے وصال کا ذریعہ یعنی گویا واسطہ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

آپکو آپ سے محبت

آئیے اس بحث کو ختم کیجئے کہ اگر آپ کو آپ سے محبت ہے لیکن ذات کا حصول نہیں تو چونکہ یہ محبت ذاتی اور بے غرض ہے اسلئے آپ کو جو آپکے غیر سے محبت ہے وہ صفتی اور عرضی محبت قابل تغیر و تبدل ہے اور ذاتی محبت دوامی اور غیر متغیر جب تک آپ ہونگے اور آپ کی ہستی کا بال برابر بھی اثر باقی رہیگا یعنی عین واثر دونوں خالی نہو نگے) آپکو خدا کی حقیقی محبت حاصل نہوگی یعنی اس وقت آپ کی محبت ذاتِ پاک حق سے آپ کو ایسی حاصل ہوگی جیسی کہ اس وقت آپ سے آپ کو ہے۔

حقیقی محبت

خدا پاک کیساتھ حقیقی محبت کا پیدا کرنا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا کے حقیقی معنے میں یعنی آپکے جسقدر غیر خدا محبوب ہیں ان سب کو نکال پھینکئے۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ مال و دولت، جاہ و منصب، جورو بچے، عیش و آرام کا چھوڑ دینا بھی کافی نہیں کیونکہ ابھی سب سے بڑا اور یا سب سے بڑا بہار آپ خود ہیں جو محبت کی راہ میں حائل ہیں۔ کیونکہ آپ بھی تو اپنے محبوب ہیں بس اپنی ہستی کو بھی تصدق کر دیجئے جب یہ ہو جائے تو سمجھئے کہ مرتبہ بر کا حصول ہو گیا۔ کیونکہ قرآن مجید مرتبہ بر کے حاصل کرنے کیلئے ہر محبوب کے چھوڑ دینے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ توکلت والیہ انیب

قرآن کے شیدائی

حبیب عجمیؒ

آپ بڑے اللہ والے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کو عربی زبان بالکل نہیں آتی تھی اور اس لئے کلام شریف کا تلفظ صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتے تھے۔

ایک روز خواجہ حسن بصریؒ آپ کے گھر تشریف لائے اور نماز مغرب کا وقت ہونے تک دونوں بزرگ آپس میں باتیں کرتے رہے جب نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو خواجہ صاحب نے آپ کو امام کیا۔ آپ نے قرأت شروع کی تو پہلے ہی لفظ کا تلفظ غلط ادا کیا۔ خواجہ حسن بصریؒ فوراً جماعت سے علیحدہ ہو گئے اور نماز اپنے طور پر علیحدہ ادا کی اسی شب کو حضرت خواجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کو خواب میں دیکھا ارشاد ہوا کہ اے حسن بصریؒ حبیب عجمیؒ نے تلفظ غلط ادا کیا لیکن اُن کا دل خدا کی طرف رجوع تھا۔ اللہ تعالیٰ کو صرف و نحو اور کسی کی زبان کی پرواہ نہیں وہ تو خضوع و خشوع کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت حبیب عجمیؒ قرآن شریف کو ایسا تو نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ عربی جاننے والے لوگ جانتے ہیں مگر جب کوئی اُن کے سامنے پڑھتا تھا تو رو پڑتے تھے کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ عربی سے تو آپ ناواقف ہیں پھر قرآن کو کس طرح سمجھتے ہیں جو اس قدر زار زار روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا عربی زبان کو میں تو نہیں جانتا لیکن میرا دل جانتا ہے۔

قرآن دل پہ اثر اداں میں جگہ ہی گی ۔۔۔ ایسا مقام کس کا رفعت ہی ایسی کس کی

حضرت مریم بصریہؒ

یہ عارف باللہ بیوی بصرہ کی رہنے والی تھیں ان کو حضرت رابعہ بصریہؒ سے خاص تلمذ حاصل تھا۔ ان پر محبت الٰہی کی حالت ہر وقت طاری رہتی تھی اور بات بہت کم کرتی تھیں۔ ایک روز یہ قرآن مجید پڑھ رہی تھیں جس وقت آیت وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ؕ پر پہنچیں تو وجد میں آ کر پکار اٹھیں! آج سے توبہ ہے اگر مریم رزق کی فکر میں ایک قدم بھی چلے۔

حضرت مریم بصریہؒ نے وہی کیا جس کا عہد کیا تھا۔ اسی دن سے ہر وقت عبادت میں مشغول رہنے لگیں، روزے پر روزے رکھتیں اور جب کوئی بے طلب کچھ رکھ جاتا تو اس سے روزہ افطار کر لیتیں۔

مریم بصریہؒ کی زندگی عشق الٰہی سے لبریز تھی، ان کو ہر طرف اللہ ہی نظر آتا تھا، اُن کا جی عبادت کے سوا کسی میں نہیں لگتا تھا۔ گویا یہ سراپا عشق و محبت بن چکی تھیں اس لئے اُن کا وصال بھی اسی حالت میں ہوا۔ روایت ہے کہ کسی محفل میں محبت الٰہی کے اشعار پڑھے جا رہے تھے۔ انہوں نے سُنا اور ایک ہائے کی اور روح بحق ہو گئیں:—

سبحان اللہ کیا بی بی تھیں کہ جس چیز پر اُن کا آغاز ہوا تھا اُسی پر انجام بھی ہوا۔

مسلمان بیبیوں کیلئے

(مصلح)

دیکھیو کیا ملتی ہے دولت بیبیو — کرو قرآن کی تلاوت بیبیو

مان لو کہ علم ہے قرآن میں — ماسوا سب ہے جہالت بیبیو

مان لو کہ نور ہی قرآن ہے — ماسوا اسکے ہے ظلمت بیبیو

جب پڑھو اک زندگی تازہ ملے — ہاتھ میں ہے ابرِ رحمت بیبیو

نامۂ محبوب ہے قرآنِ پاک — حق سے ہو تم کو محبت بیبیو

شعرانہ رح

حضرت شعرانہ رح ملکِ عجم کی رہنے والی ہوئی تھیں۔ اُن کا قیام شہر ابلہ میں تھا۔ مورخوں نے اُن کا شمار ولیہ مستورات میں کیا ہے۔ آپ کلام مجید بڑی خوش الحانی سے پڑھتی تھیں اور قرآن کا وعظ بڑی جوش سے فرماتی تھیں۔ اُن کے وعظ میں بڑے بڑے عابد و زاہد اور اہلِ دل بزرگ جوق جوق شریک ہوا کرتے تھے۔

چونکہ آپ پر عشقِ الٰہی کا غلبہ تھا اور خوفِ الٰہی کا عالم طاری رہتا تھا اس لئے وعظ کہتے کہتے رونے لگتیں اور اہلِ مجلس پر بھی ایسا اثر پڑتا کہ روتے روتے بے دم ہو جاتے۔

کسی نے ایک مرتبہ آپ سے کہا کہ آپ وعظ تو کہتی ہیں لیکن روتی بہت ہیں۔ حضرت شعرانہ رح نے جواب دیا کہ ہاں میں اس لئے روتی ہوں کہ دنیا میں روتے روتے اندھا ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن عذاب سے اندھا ہونا پڑے۔ پھر فرمایا! جو آنکھ محبوب کے دیدار سے محروم ہوا اور پھر اس کی مشتاق ہو وہ بغیر گریہ کے بھلی نہیں معلوم ہوتی۔

بی بی حافظہ جمال رح

یہ بی بی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر ہیں۔ آپ قرآن مجید کی حافظہ تھیں اور حسن قرأت قرآن مجید اپنے لحن داؤدی میں تلاوت فرماتی تھیں تو در و دیوار سے حق حق کی صدا بلند ہوتی تھی۔

بی بی حافظہ جمال رح کے والد حضرت خواجہ اجمیری رح نے اپنی صاحبزادی کو جوہرِ قابل پا کر دولتِ باطنی سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ اور خرقہ خلافت عطا فرما کر مستورات میں تعلیم قرآن کی خدمت پر مامور فرمایا تھا بی بی حافظہ جمال رح کی توجہ سے ہزاروں مستورات نے اسلام قبول کیا۔ اس زمانہ میں جو لوگ اپنی بچیوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے بہتر سمجھتی ہیں اُن کیلئے اور اُن بیبیوں کیلئے جو قرآن مجید کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔ اُن واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے

قرآنی مکتوبات

ایک خط اور اس کا جواب

خداوند پاک نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے پھر اس فطرتِ انسانی کو اپنے فطری کمالات تک پہنچنے کے لئے جن قوانین کا اتباع ضروری تھا انہیں کتاب قرآن پاک میں جمع کر دیا ہے پس قرآن فطرت کی آواز ہے اور ایک ایسا سیدھا راستہ ہے جس پر چلنے کے بغیر کوئی انسان اپنے فطری کمالات کو حاصل نہیں کر سکتا۔

ہم سے اس دعویٰ کا ثبوت طلب کیا جائیگا خداوند پاک نے اس حقیقت کو ثابت کر دینے کیلئے کہ قرآن پاک کی اطاعت کا لازمی نتیجہ کمالاتِ فطری کا حصول ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم عملی قرآن تھے آپ نے قرآنِ عظیم پر عمل فرمایا اور ایک ایسی قوم اور حکومت پیدا کی جسکا دستورالعمل قرآن تھا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی قوم نے اس کائنات میں اخلاقی روحانی سیاسی علمی اور اقتصادی کمال کی جو مثال پیدا کی وہ اس امر کا عملی ثبوت ہے کہ انسانی فطرت اگر اپنے فطری کمالات کو حاصل کرنا چاہے تو اس کا دستورالعمل قرآن ہونا چاہیئے۔

یہ غلط ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک اور عظیم الشان دور پھر زندہ نہیں ہو سکتا اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس عظیم الشان دور کو قرآن عظیم ہی نے پیدا کیا تھا قرآن پر عمل کرو دورِ نبوت و رحمت کی برکات پھر اس کائنات میں زندہ ہو جائیں گی۔

قرآن صرف مسلمانوں کیلئے نہیں ہے وہ غیر مسلموں کیلئے بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ مسلمانوں کیلئے افسوس کہ مذہبی تعصبات نے ہماری موجودہ سوسائٹی کو کچھ اس قسم کی تنگ نظریوں بدگمانیوں اور غلط فہمیوں میں مبتلا کر دیا ہے کہ ایک مذہبی جماعت اپنے عظیم ترین فوائد کو نظر انداز کر دیتی ہے مگر کسی دوسری مذہبی جماعت کی کتاب سے استفادہ نہیں کرتی یہ امر نہایت ہی حیرت انگیز ہے کہ ہمارے ابنائے نوع مختلف ملکوں کے شاعروں مورخوں فلاسفروں اور ادیبوں کی کتابیں تو بڑے شوق سے خریدتے اور پڑھتے ہیں مگر ان کی مذہبی کتابیں خواہ وہ کیسی ہی اہم اور مفید ہوں خریدتے ہیں اور نہ پڑھتے ہیں تحریک قرآن کا فرض ہوگا کہ وہ مخلوق کی طبائع سے اس غلط اور مہلک تعصب و تنفر کو دور کر دے۔

جہانتک میں نے غور کیا ہی کہ تعصب و تنفر مذہبی مبلغوں کی غلطی کا نتیجہ ہی۔ ہماری موجودہ مذہبی تبلیغ نے انسانی قلوب
نعصب سے پاک نہیں کیا بلکہ تعصب سے بھر دیا ہی۔ اور اب یہ حالت ہو گئی ہی کہ وہ غیر مسلم جو اقبال آزاد، حالی اور شبلی کی
انیف شوق سے خریدتے اور پڑھتے ہیں، قرآنی علم کو ہاتھ لگاتے ہوئے بھی سر سے قدم تک لرز جاتے ہیں۔ میرے نزدیک تحریک
ان کا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ وہ قرآنِ عظیم کے متعلق اس مذہبی اور روحانی چھوت چھات کو فنا کے گھاٹ اُتار دے۔
مسلمانوں نے اشاعتِ قرآن کے متعلق بھی غفلت سے کام لیا ہی۔ اس وقت دنیا میں ۹۰۰ کے قریب زبانیں
ئج ہیں۔ انجیل جو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے تھی، ۹۰۰ زبانوں میں رائج ہے اور بازار میں
بدو اور خرید اری اور بڑی جاری ہی۔ لیکن قرآن جسے ذکری للعالمین کا دعوے ہے اب تک زیادہ سے زیادہ ۲۲ زبانوں میں
ئع ہوا ہی، اور ان میں بھی زیادہ سے زیادہ آٹھ زبان کے تراجم مسلمانوں نے کئے ہیں اور باقی چودہ یا پندرہ زبانوں
تراجم عیسائی علماء کے ذوقِ تبلیغ کے رہین منت ہیں۔ عیسائی علماء کا ان ترجموں سے عام طور پر یہ مقصد ہی کہ قرآن پاک
مبارک ترین مفہوم کو کائناتِ انسانی میں رائج کر دیا جائے تاکہ اسلام پر فتح و قبول کے دروازے بند ہو جائیں۔
انہی واقعات کی بنا پر میں نے یوم النبی اور اشاعتِ سیرت کی تحریکات کو شروع کیا تھا۔ ان تحریکات کی
سے اس وقت تک سترہ زبانوں میں سیرۃ النبی کا ترجمہ شایع ہو چکا ہے۔ قرآن اور سیرت میں کوئی اصولی
نہیں ہی۔ قرآن متن ہی اور سیرت اس کی شرح ہی۔ قرآن میں اصول اور الفاظ ہیں اور سیرت ان اصولوں اور
ں کی عملی تصویر ہے۔

ان الفاظ کے ساتھ ساتھ میں کارکنان تحریکِ قرآن کو دفترِ اشاعت سیرت پٹی ضلع لاہور کی طرف
اد و اشتراکِ عمل کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلئے کہ ہمارا مقصد اور منشا ایک ہے۔ مجھے یقین ہی کہ کارکنان جریدہ
ان القرآن" اس دعوتِ اخلاص کو قبول فرمائیں گے۔ واللہ عاقبۃ الامور

(عبد المجید قرشی۔ پٹی ضلع لاہور)

جواب

برادرم مولانا عبدالمجید قریشی کو فقیر ابو محمد مصلح کی طرف سے سلام علیک قبول ہو

"اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" جس ذات ستودہ صفات کی شانِ مبارک میں ارشاد باریتعالیٰ ہو اسکی سیرت کے متعلق امت کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی کی فرمودہ تعبیر "کان خلقه القرآن" جسقدر مکمل اور جامع ہے اسکے بیان کی ضرورت نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کتاب مقدس میں صرف اسی حصۂ زندگی کو محفوظ فرمادیا گیا ہے جو نوعِ انسان کیلئے نمونہ قرار پاسکتا تھا۔ پس حقیقت میں اصلی سیرۃ النبی اور "میلاد النبی" "قرآن" ہے اور انسانوں کی ترتیب دادہ سیرتوں سے بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع۔

آج اگر ہم اپنے نبی صلعم کو سمجھنا چاہیں تو صحیح طریقہ پر قرآن ہی سمجھا جاسکتا ہے، اور اگر دنیا کی قوموں کے سامنے اپنے پیغمبر آخر الزماں کے صحیح کارنامے پیش کرسکتے ہیں تو وہ بھی قرآن ہی ہے، اسلئے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ قرآن مقدس سے زیادہ مستند، لاجواب، مکمل، مفید، اہم اور ضروری کوئی دوسری کتاب سیرت پر نہیں ہوسکتی۔ اسلئے ہر میلاد کی مجلس کا موضوع یہی قرار پائے اور قوم اور غیر قوم سب کو اسکی تعلیمات سے وابستہ کیا جائے اور اگر دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ پیش کیا جائے تو بیک وقت دو کام ہوجائینگے۔ ایک تو سیرت کا دوسرے قرآن مجید کی تعلیم عام کرنیکا

چونکہ فطرتِ انسانی کا دوسرا نام قرآن ہے اسلئے اگر دنیا کی جملہ قوموں کیلئے بلا امتیاز کوئی کام کیا جاسکتا ہے تو وہ بھی خدا کے آخری پیغام اور پیغمبر آخر الزماں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس زندگی (قرآن) کو پیش کرنا ہے، تاکہ مسلمانوں کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد آجائے اور انسانیت اپنی فطرت سے آشنا ہوجائے۔

اشتراک عمل کی دعوت دیکر آپنے جس پیش قدمی کا اظہار فرمایا ہے وہ آپکے خلوص اور ایثار کا بین ثبوت ہے۔ میرے پیارے بھائی اگر ممکن ہو تو قرآن مجید کے نزول کی یادگار منانے کیلئے بھی ایک عام مظاہرے کی ضرورت ہے اور اس کیلئے ماہ رمضان المبارک کی شب ستائیس کو خود اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمادیا ہے۔ ہمارا اور آپکا فرض ہے کہ جسطرح قرآن کے لانیوالے کے پیدا ہونیکی خوشی منائیں اسیطرح قرآن مجید کے نازل ہونیکی بھی حقیقی مسرت حاصل کریں۔

"قرآن والاہمیت" اور "قرآن والٰہیات" کے عنوان سے عالمگیر تحریک قرآن کیطرف سے آہستہ اور ایک خاموش قدم اس سلسلے میں اٹھایا جاچکا ہے، آپکے تعاون کی بھی ضرورت ہے مجھے اسطرح کا اشتراک ممکن ہے کیونکہ میرا اسی پر ایمان ہے۔ والسلام

بندۂ خدا
ابو محمد مصلح
۲۸ ربیع المنور سنہ ۱۳۵۱ ہجری

حیدرآباد دکن
دفتر
تحریک قرآن

معنی دار قرآن مجید

مع

بچوں کی تفسیر

آٹھ روپے

معنی دار پارۂ عم

مع

بچوں کی تفسیر

ایک روپیہ

ملنے کا پتہ تحریک قرآن اکیڈمی حیدرآباد دکن

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس

امنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله

وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر قرآن کی طرف جھک پڑیں

ترجمان القرآن

مرتبہ
ابو محمد مصلح کان اللہ لہٗ
حیدرآباد دکن

فی پرچہ ۸ آنے

سالانہ پانچ روپے

عالمگیر تحریکِ قرآن

مَنْ کَانَ یَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

جس کی دید اُس کی عید

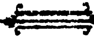
مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی

نامۂ پاکِ عمل کی جس کے لئے رسید ہے
دیدِ ذی کی دید ہے عید اُسی کی عید ہے

راضی برضا "مصلح"

قصیدہ در وصف قرآن حکیم

(مولانا اصغر علی صاحب روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)



نسبتی دارد بقرآن سنتِ خیر البشر
زاں بیانِ ہر دو ربطِ شیر و شکر ساختند

اے کتاب اللہ اے کز آفتابِ حجتت
ظلمت آبادِ جہاں جانِ منوّر ساختند

سفلہ طبعانِ زماں را بیں کہ از راہِ غرور
حجّتِ تنزیل را افسانہ باور ساختند

داد اے دورِ فلک کیں بے فروغانِ خرد
برقِ خرمن سوز را خورشیدِ انور ساختند

کاروانِ حکمت از ملکِ قدم شبگیر کرد
منزلِ خوش منظرِ جانش مقرر ساختند

در خصومت گاہِ ملت چوں بحق کردی نزول
حجّتِ باطل پرستاں را مزوّر ساختند

تا تو در میدانِ استدلال پا افشردۂ
عرصۂ گیتی بہ برہانت مسخّر ساختند

رمزِ اجمالِ تو آمد جانِ پاکِ مصطفےٰ
نقشِ تفصیلت زمیں تا چرخِ اخضر ساختند

لفظ و معنی ہر دو را کاسا دہانا گفتہ اند
تشنگاں را از زلالِ کام و لب تر ساختند

معنیِ انساں کہ رمزے بود از علمِ قدیم
در حجابِ لفظِ تنزیلت مستّر ساختند

شانِ تو چوں چرخِ اعظم شد محیطِ عالمی
ہفت منزل را بسانِ ہفت اختر ساختند

گر ترا بے دولتاں نشناختند از گمرہی
اہلِ ایماں مر ترا با جاں برابر ساختند

تافتی چوں بر در و بامِ جہانِ آب و گل
مشرقِ خورشید جانہا رشکِ خاور ساختند

حبذا کہفِ ملہوفیں کہ از لطفِ ازل
عاصیانت حرزِ ہولِ روزِ محشر ساختند

اے پناہِ بے پناہاں ہادیِ گم گشتگاں
عاقلانت سوئے منزل گاہ رہبر ساختند

عقل جزوی در نیابد گنه اعجاز ترا — عقل کلی را بادراکش مصور ساختند

اے بحسن لایزالی برده دلهارا ز دست — چون تو طرفه نازنین دلها چه دلبر ساختند

تو عیان تر از عیانی و نهان تر از نهان — اهل دل این وصف را نسبت بداور ساختند

مشکل از هر مشکل و آسان ز هر آسان ولے — در وضوح و در خفا برتر ز برتر ساختند

آنچه از فیض ازل با انبیاء بخشیده اند — بیگمان در بحر تنزیهش شناور ساختند

تشنه کز چشمهٔ ماء معین یابد نشان — گو چه پاک است از شمر ها را مکدر ساختند

بگذر از رد و قبول بحث ناشنوتیان — کین دغل بازان غشش اندر وهی ساختند

خرمگس طبعان که خطے نیستشان از علم حق — فلسفه را بر مثال وحی از بر ساختند

واے بر تیره درونان کز سر جهل و غرور — کرمک شبتاب را هم پرتو خور ساختند

فلسفه گر راست خواهی فلسفه باشد ز ناس — اهل دانش خویشتن را برتر از بشر ساختند

تو چه دانی چیست قرآن وز معنی بے خبر — سر این معنی بجان پاک مضمر ساختند

هیچ دانی چیست قرآن حجت دین متین — کز برائے محو باطل شکل خنجر ساختند

خود پرستان محرف همچو احبار یهود — امر بالمعروف حق را نهی منکر ساختند

آنکه آگه نیستی از مبداء و هستی منو نه — بر صفا دست از کجا مرد خرد ور ساختند

حق بجبرئیل امین داد و او با احمد داد — حبذا انسان که زو حسن مطهر ساختند

عقل جزوی برنتابد رمز هیجا صولتت — گوئی از شمشیر بار آتش مخدر ساختند

از تنگ فهمای تو حیران ملائک بر فلک — خود کجا لاتقنطوا را نجز در خور ساختند

تو عروسی دان خرد از دودمان آگهی — کش ز شرع مصطفی هر هفت زیور ساختند

بر تنا بد کوه آثار شکوهت اے عجب — قلب پر از آئینه را تا چه مظهر ساختند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ انقلاب کیونکر ہو؟

پچھلی دو صحبتوں میں "انقلاب عظیم کی ضرورت" اور "دنیا کے ہر گوشے میں انقلاب کی ضرورت" پر روشنی ڈالی جا چکی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ درحقیقت ان انقلابات کی اشد ترین ضرورت ہے اور یہ جب تک نہیں ہوتا موجودہ مذہبی و اصلاحی جدوجہد سے وہ نہیں ہو سکتا جس کی ضرورت ہے۔

قرآن مقدس کی ہدایت ان کی آنکھ پر لگنے والے اور آگے بڑھنے والے کے لیے راستہ صاف ہے اور اب ایک ہی سوال باقی رہ جاتا ہے کہ "یہ انقلاب کیونکر ہو؟" اس میں کوئی شک نہیں کہ آج جو عالم طاری ہے اور جو روزمرہ انسانوں کے خیالات پر مستولی ہے اور آج جس طرح سے ذہنیتیں منقلب ہیں ان کو دیکھتے ہوئے اس کو بڑے عزم اور استقلال سے کام لینا ہوگا کیونکہ مقابلہ علماء اور سلاطین کا ہی نہیں بلکہ دوسری قسم کے سارے قومی اور ملکی کارکنوں سے بھی نبٹنا ہے ان کے خلاف بھی جدوجہد کرنی ہی ہو۔ یک لخت سے ان سب کے خیالات کو تبدیل کرنا ہے۔ ان کے روزمرہ کو بدلنا ہے ان کے سارے کئے ہوئے کاموں پر پانی پھیر دینا ہے یا حقیقی اصلاح کو اصل مقصد قرار دینا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی معمولی کام نہیں اور سطحی بات نہیں بلکہ دنیا اور دنیا والوں سے مقابلہ کرنے کی مصداق ہے۔

یہ ہوا اور دنیا کی جو آج حالت ہے اس کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ اگر انبیاء و مرسلین کی بعثت مبارک کا سلسلہ ختم نہ ہو چکا ہوتا تو یقیناً کسی اولوالعزم نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت تھی تاکہ وہ ایک مرتبہ پھر دنیا کے اندر اپنی پیغمبرانہ طاقت سے انقلاب فرما دیتے مگر ہمارا ایمان و یقین ہے کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے کہ یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔

دنیا کے اندر انقلاب کی ضرورت ہے اور ختم نبوت ہو چکی" اس لیے ہمیں اب اس کا بدل تلاش کرنا ہے جو عالمگیر بھی ہو ہمہ گیر بھی ہو اور یقینی بھی ہو یعنی وہ انسانوں کے غور و فکر کا نتیجہ نہ ہو، انسانوں کی مدد کا محتاج نہ ہو بلکہ خدا کی طرف سے ہو اور اس کو روح القدس کی تائید حاصل ہو۔

ان سب اوصاف سے متصف اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر ایک چیز اور صرف ایک چیز ہے جس کا نام "قرآن" ہے وہ ایسی قوت ہے جو ہمالیہ سے بھی زیادہ قوی ہے اور جو اس سے ٹکراتا ہے وہ خود پاش پاش ہو جاتا ہے اور وہ ایسا سمندر ہے کہ جو کوئی اس سے مقابلہ کرتا ہے غرق ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید صفت موصوف ہے کیونکہ وہ ہمہ صفت موصوف خدا کا کلام ہے اور صفت ذات سے الگ نہیں ہوا کرتی پس اس کی صداقت کے ساتھ ہم اس بات کا دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ اس کے اندر خدائی طاقت موجود ہے اور وہ جس کے پاس ہوتا ہے خدائی طاقت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ تنہا بھی ہو تو تنہا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ایسی ذات ہے جو خالق ہے غالب و توانا ہے اور جس کا مقابلہ کوئی طاقت نہیں کر سکتی اور ایسی ایسی لاکھوں دنیا اور دنیا والے بھی اس کے ایک چشم ابرو کے اشارے سے تہس نہس ہو جائیں گے۔ (ان بطش ربک لشدید فعال لما یرید۔ واللہ یفعل من یشاء وغیرہ) صرف اسی ذات مبارک کی شان مبارک ہے۔

قرآن علم بھی ہے اور معلم بھی اور عمل کی طاقت پیدا کرا دینے والا بھی وہ جو کچھ دعویٰ کرتا ہے اس کا خود ہی ثبوت بھی پیش کرتا ہے اور اس کے نتائج کے برآمد ہونے کے لیے باہر سے کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی نادار وں کو وہ سب کچھ بخش دیتا ہے تہی دستوں کو مالا مال کر دیتا ہے ناتوانوں کو توانائی بخشتا ہے گرے ہوؤں کو اٹھاتا ہے سوتے ہوؤں کو جگاتا ہے پست کو بلند کرتا ہے اور مغلوب کو غلبہ بخشتا ہے۔

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے ان دعووں کے لیے قرآن مجید خود ہی ثبوت بھی ہے لیکن نئی روشنی والے اگر خارجی ثبوت بھی چاہتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی مبارک کی تاریخ کے صفحات پر مطالعہ کر سکتے ہیں کیونکہ

کم سے کم تاریخ پر تو ان کا ایمان ضرور ہو اگرچہ ہمارے لیئے ایمان بالقرآن کافی ہو۔

چونکہ ہر زمانہ کے لیئے خواہ وہ کسی قدر تہذیب ترقی اور علم و اختراع کا حامل اور علم پرور ہو ان سب کے لیئے قرآن مجید ہی معجزہ حکمت اور رہنما و رہبر ہو اس لیئے جس طرح ہزاروں چیزوں کے تجربات کیئے ہوگے ہیں ایک تجربہ قرآن کے دعوؤں کے ثبوت کا اور ہی۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرتا ہی کہ آخر دنیا چل ہی رہی ہو اس قرآنی انقلاب کی ضرورت ہی کیا ہی۔ تو اس کو چاہیئے کہ پہلے اپنے سوال پر دوبارہ غور کرے کیونکہ حقیقت حال کے سمجھنے میں اُس نے غلطی کی ہو اور اگر عقل و فہم نے اسکو معذور نہیں کر دیا ہو تو ہم بھی سمجھا دے سکتے ہیں اس کے لیئے ہمارے پاس دو امر ہیں جس سے کسی بڑے سے بڑے دہرئے کو بھی انکار کرنے کی مجال نہ ہوگی۔

دہریہ اگرچہ نہیں ملتا مگر عقل سلیم اور دنیا کا ایک بڑا حصہ اس بات کو تسلیم کرتا ہی کہ مخلوقات کا خالق کوئی ضرور ہو نظم عالم اور کائنات کا یہ عظیم الشان کارخانہ اور پیاری طبقہ شعاریاں نفرتیں اور اُن کا پورا ہونا، ایک دوسرے کا مربوط سلسلہ کسی ذات علی الامر مطلق اور فہم و ادراک سے وراء الوراء ہستی کے ہاتھ میں ہو اور وہی خدا ہی۔

چونکہ نوع انسانی کے ہر فرد کا خالق خدا ہی اس لیئے وہی اس کا مستحق ہو کہ ان سے جو چاہے کام لے اور جس چیز سے چاہے وہ کے اس غرض کے پورا کرنے کے قرآن ہو اس لیئے قرآن کے حکموں پر سر جھکانا گویا اپنے پیدا ہونے کے مقصد کو اور پیدا کرنے والے کے منشا کو پورا کرنا ہی لہٰذا پہلی وجہ انقلاب کی یہی ہو کہ ایسا ضرور ہونا چاہیئے۔

دوسری وجہ جو ایک دہریہ کے لیئے بھی کارآمد اور ضروری ہو وہ یہ کہ اگر خالق کے منشا اور فرمان کے بموجب انسان زندگی بسر نہیں کرتا ہی بلکہ وہ اپنی مرضی، جماعتوں کی رائے، پنچایتوں، اور عدالتوں کے فیصلے، اور السافرا قوموں کے احکامات کے سامنے سر جھکاتا ہی تو انسان ہو کر انسان کا محکوم بنتا ہی براہ راست یا بالواسطہ اپنے پیدا کرنے والے کا محکوم نہیں بنتا اور یہ بات انسانیت کے ارفع و اعلیٰ مرتبہ کے شایان شان نہیں۔ اسی نظرئے کی روشنی میں بڑی بات بھی پوشیدہ ہو کہ دنیا کی خواہ کوئی بڑی سی بڑی ہستی کی سلطنت اور قاعدہ و قانون کی

اتباع ہو اسکے نتائج صرف دنیا تک محدود ہیں اور قرآن دنیا کے ساتھ ساتھ دین کے مرحلے بھی طے کراتا ہے یعنی دنیا کی بادشاہت بھی بخشتا ہے اور دوسری زندگی جس سے دو ہر ہو کر بھی مفر نہیں یعنی مرنے کے بعد کی خوشحالی کو بھی بحال رکھتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہم کو اسکی ضرورت نہیں تو اسکو کہنے دو کیونکہ وہ اپنا آپ خالق اور اپنا آپ جانے نہیں ہے تاہم دنیا کی کثیر آبادی یہ چاہتی ہے پھر کون ہے جسکا دل نہیں چاہتا کہ اسکو ایک ایسی زندگی حاصل ہوتی جو اسکی حسب منشا ہوتی اور جسکی بہتری کبھی کم نہ ہوتی اور یہ معلوم ہے کہ اسکے لئے دنیا نہیں ہے کیونکہ مشاہدات اسکے شاہد ہیں ایک موت ہی کو لیجئے سارا زور لگا کر رکنے کیلئے ہی کیا کم ہے برعکس اسکے قرآن جس دوسری زندگی کی خبر دیتا ہے اسکو کہتا ہے کہ جس طرح وہاں کی نعمتیں ختم ہونے والی نہیں ہیں اسی طرح وہاں موت بھی نہیں ہے کیونکہ موت موت کے گئے چکی ہوگی یا موت حیات کی شکل میں ڈھل جائیگی۔ دوسری دنیا کی نعمتیں اور زندگی درحقیقت انسانوں کی خواہشات کا عکس ہیں وہ عین عام انسانوں کا جو جی چاہتا ہے اسکو قرآن دوسری دنیا میں پورا کر دینے کا وعدہ کر رہا ہے پھر اس سے انکار کیوں؟ -

مشہور لطیفہ ہے کہ کسی دہریئے نے ایک خدا پرست سے پوچھا کہ دوسری دنیا کی بہار پر ایمان رکھنے سے کیا فائدہ؟ خدا پرست نے جواب دیا کہ اگر تمہارے عقیدے کے مطابق مرنے کے بعد کچھ نہیں ہے تب بھی خدا پرستی سے ہمارا کچھ نقصان نہیں لیکن اگر ہمارے عقیدے کے مطابق جنت اور جنت کی بہاریں موجود ہیں تو اس وقت ہم تو جنت میں ہونگے لیکن تمہارا عقیدہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریگا۔؟

اس جملہ معترضہ کے بعد مجھکو پھر یہ کہنا ہے کہ دوسری دنیا کی بہتری کے جو کچھ وعدے قرآن مجید میں ہیں وہ انسان کی فطرت ایمان اور انسان کی خواہش کے مطابق ہیں اس سے انکار اور محرومی حماقت ہوگی۔ کل جنت {واللہ ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر} میں کچھ اوپر کہا گیا ہے عمل کا نہیں صرف ذرا چند بیانات دلائل کے پیش کی گئی ہیں ہم ان سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ دنیا کو جو کچھ پیش ہے وہ کسی علم کا نہیں ہے ان علوم کا کفیل نہیں ہے خدا کی مرضیات کا پورا کرنے والا نہیں ہے لہذا انقلاب عظیم کی ضرورت ہے مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں انقلاب عظیم کی ضرورت ہے اور دنیا کے ہر گوشہ میں انقلاب کی ضرورت ہے اور یہ سوال بھی حل ہو چکا کہ یہ "انقلاب کون کرے" یعنی کہنا ہے کہ ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو کہ ان والی جماعت ہو قرآن کا حربہ لیکر قرآن کی روشنی میں آگے بڑھے انتہائی عزم و استقلال کے ساتھ قرآن کو سامنے رکھکر ہر طرف سے آنکھ بند کرکے جو چیز قرآن کی عمل پیرا ہو قرآن اسکی غرض ہیں انکا اور دنیا کے فراہم کرنے کے اسباب فراہم کردیگا جس سے انقلاب عظیم برپا ہو جائے یعنی حکومت الٰہی قائم ہو جائے، انسان عبدیت کا جامہ پہن لے۔ اور دنیا محبت الٰہی کی ارضی بہشت بن جائے۔

عبرت

جوش ملیح آبادی

اک گدا کی زبان پہ قرآن
واہ کیا شانِ کبریائی ہے

کل فروغِ حیات تھا جو کلام
مُردنی اُس پہ آج چھائی ہے

جرسِ کارواں تھا کل جو سخن
آج آدِ شکستہ پائی ہے

کل جو قرآن تھا افسرِ شاہی
آج وہ کاسۂ گدائی ہے

ایمان اور قرآن

(ابو محمد مصلح)

اسلام کے اصول پہ ایقان ہی نہیں
ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان ہی نہیں

اگلوں کی آن اگلوں کی وہ شان ہی نہیں
راہِ خدا میں مٹنے کا ارمان ہی نہیں

جیتے ہیں اس طرح سے کہ مردے ہوں جس طرح
اجسام ہر طرف ہیں مگر جان ہی نہیں

کیا ذکر آج کا کہ نہیں خبر کل کی بھی
بنتی ہے جس سے قوم وہ سامان ہی نہیں

لے دے کے ایک چیز تھی وہ بھی نہیں ہے آہ!
یعنی کہ پاس آپ کے قرآن ہی نہیں

حبل اللہ

(مولانا محمد السورتی)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

اور اللہ کی رسی کو سب متحد ہو کر مضبوط پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ بن جاؤ

امم و اقوام عالم میں جس قدر غور و فکر کیجیے اور اُس کے اسبابِ ترقی و تنزل پر نظر دوڑائیے بالآخر اس نتیجہ پر پہونچنا ہوگا کہ ان سب کے اسباب و علل متفرق تھے کسی نے دنیاوی اور ظاہری ترقی کی تو کسی نے روحانی اور باطنی، ہر دو قسم کی جامع ترقی صرف "اسلام" میں پائی جاتی ہے جہاں دین و دنیا کو جسم و روح کی طرح یکجا کیا گیا جس کی تعلیم میں روح کی تربیت کے ساتھ جسم کی تقویت بھی ملحوظ رکھی گئی، یہی وہ کامل قانون ہے جس میں ہر قسم کی اصلاح کے طریقے بیان کئے گئے ہیں اور ہر طریقہ کے واسطے متعدد نمونے اور مثالیں ساتھ ساتھ پیش کر دیے گئے ہیں، تاکہ عمل کرنے والوں کے لیے پورا سامان مہیا ہو جائے اور کسی کو توقف و تحیر کا موقع باقی نہ رہ جائے۔

اگر اسلام کی تعلیم کا لب لباب و خلاصہ مطلوب ہے تو آیہ واعتصموا بحبل اللہ پڑھو، اس کے مطالب پر نظر ڈالو، پھر اس کو اپنی زندگی کا پائدار و مستقل دستور العمل بنا لو!۔

"حَبْلُ اللّٰہ" یہی قرآن مجید ہے، جو ہدایت کا مخزن، ترقی و فلاح کا منبع اور کمال انسانی کا بہترین مجموعۂ قوانین ہے۔

اعتصام بحبل اللہ سے اتحاد، الفت اور اخلاص پیدا ہوگا جو کسی قوم و جماعت کی نشائت و ترقی کا ضروری جزو اور اصل اصیل ہے، ہر ایک مسلم کے لیے قوم، ذات، ملک و جہات کسی طرح اتحاد و

واجتماع کا اصلی سبب نہیں ہو سکتا، اس کے لیئے صرف "قرآن" اور "اسلام" ہی وہ واحد سلسلہ ہے جس میں الفت واخوت قائم ہو سکتی ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جس کی بدولت استحکام قوت حاصل ہو سکتی ہے!

اعتصام کے ساتھ تفرق سے ممانعت فرما کر اس حقیقت کو واضح کیا گیا کہ محض ظاہری اتحاد والفت کا دعویٰ، یا اسلام وقرآن پر عمل درست نہیں ہو سکتا جبتک کہ صمیم قلب سے یہ کام انجام نہ پائے اور اس کی وجہ سے صحیح اخوت واتحاد پیدا نہ ہو جائے۔ اگر اعتصام کیساتھ تفرق واختلاف ہے تو وہ اعتصام ہی صحیح نہیں، نہ اس کا اثر قلب وجوارح پر ہو سکتا ہے، نہ اس کا ضروری نتیجہ (دینی ودنیوی ترقی) برآمد ہوگا۔ یہی وہ مرض ہے جس سے نظام میں خلل اور نقصان واقع ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ لاعلاج بن جاتا ہے

آج مسلمانان عالم میں یہی تفرقہ پردازی اپنا کام کر رہی ہے اسی کی بدولت تمام عملی ذہنی معطل اور اصلاح کی سعی بیکار ہو رہی ہے۔!

درحقیقت اگر اس علت کا کوئی علاج ہو سکتا ہے تو وہی حبل اللہ کا اعتصام یعنی قرآن مجید کی طرف رجوع، اس کو اپنا حکم بنانا، اس کی اشاعت وتعلیم پر پوری قوت صرف کرنا اس کے واسطے بہتر سے بہتر اور آسان سے آسان طریقے اختیار کرنا یہ وہ نہایت اعلیٰ ترین عمل ہے جس کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب ذیل اعلان فرمایا:۔ "خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ" اخرجہ البخاری وغیرہ۔ "تم لوگوں میں وہ سب سے بہتر ہیں جو خود قرآن کا علم حاصل کریں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں"۔ بس اس ناطق فیصلہ کے بعد دنیا میں تعلیم قرآن سے بہتر کوئی عمل کیونکر ہو سکتا ہے!

حبل اللہ سے اعتصام بھی اسی وقت ممکن ہے جب اس سے واقف ہو، اس کے مطابق عمل کر سکے اس کی مخالفت سے باز آئے، اور یہ سب باتیں بلا تعلیم ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمادے۔

نسخۂ کیمیا

(از جناب عبدالقیوم انصاری۔ ڈیہری، صوبہ بہار)

اب یہ بحث کا نہ وقت نہ اس کے اعادے کا حاصل کہ مسلمان کس کس مرض کے شکار ہیں!۔

مسلمانوں کی تنزلیاں کے اسباب و علل کیا ہیں؟ ان میں جہالت کیوں عام ہو رہی ہے؟ ان میں دولت کیوں مفقود ہے؟ جوش دینی اور ولولۂ مذہبی کی جگہ سرد مہری اور ریاکاری نے کیوں لی؟ عمل کی سرگرمیاں کیوں کر ٹھنڈی پڑ گئیں" انما المؤمنون اخوۃ" کا سبق کیوں دماغ سے اتر گیا اور بغض و نفاق کا آپس میں کیوں بازار گرم ہے؟ جن کو نمونۂ خلقِ محمدی ہونا چاہیئے تھا وہ آج کیوں بد خلاقی کے سانچے میں ڈھل گئے ہیں؟ آج بھی ایک خدا ایک رسول ایک قرآن ایک قبلہ کے ہوتے اسلام میں تفریق اور فرقہ پسندی کیوں نمودار ہے؟۔ مبصّر اور معالجین بیماری کے ہر رگ و ریشے سے واقف ہو چکے ہیں لیکن سوال یہ آن پڑا ہے کہ علاج ہو تو کیونکر ہو اور کس طریقے سے ہو۔ ہر معالج اپنے طریقہ کو عمدہ اور بہتر خیال کر رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے تجارت و زراعت ہی میں ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ نہیں حرفت و ہنر ہی بام ترقی کا زینہ بن سکتے ہیں۔ کوئی اشاعت و تبلیغ اسلام تو کوئی سوراج و آزادی ہی سے فلاح و بہبود کا یقین رکھتا ہے۔ کوئی تعلیم و تعلم تو کوئی ورزش اور ازدیادِ قوتِ جسمانی ہی کو واحد ذریعۂ نجات سمجھے بیٹھا ہے۔ غرض جتنے دماغ اتنی رائیں جتنے منہ اتنی باتیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہر چیز علیحدہ علیحدہ ہماری توجہ کی محتاج ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ان میں ایک بھی ہمارے مرض کا اصلی علاج نہیں کیونکہ اصول علاج کے مطابق نہیں۔ مگر مریض جو حصولِ تندرستی کی آس میں مبتلا ہے کبھی ایک حکیم کا نسخہ آزماتا ہے اور اگر اس سے فائدہ نہیں پہنچا تو گھبرا کر دوسرے کی بتائی ترکیب پر عمل کرنے لگ جاتا ہے لیکن حقیقت الامر یہ ہے کہ ان میں کوئی بھی داروئے شفا نہیں بلکہ یہ چند علائی نسخے اور ٹوٹکے ہیں جنہیں ہم

اصلی معالجہ سمجھ کر ان کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں پھر آخر علاج کیا ہو اور کیسے ہو؟ -

---

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل قوم عرب کے پاس بظاہر اُن چیزوں میں سے کوئی چیز نہ تھی جس کو حصولِ سعادت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے نہ اس میں کسی طرح کا علم تھا نہ حصولِ علم کا کوئی ذریعہ نہ اُس کے پاس دولت تھی نہ حصولِ دولت کے اسباب تھے اُس کے پاس طاقت تھی نہ حصولِ طاقت کے لئے ملک کی آب و ہوا مناسب تھی نہ ملک تھا نہ حکومت تھی نہ اتفاق تھا نہ یکجہتی تھی - ایک قوم تھی جو اگرچہ حیثیت میں انسان تھی مگر واقعتاً اُس کے اوصاف بہائم کے سے تھے نہ اس پر تہذیب و تمدن کا سایہ پڑا تھا نہ علم و ہنر کا آفتاب چمکا تھا سارے ملک میں درندگی اور وحشیانہ پن کا دور دورہ تھا - یہ عرب کا نقشہ ہے کہ ابھی خورشیدِ قرآن نے عرب کے تاریک ریگزاروں پر اپنی منور کرنے والی کرنوں سے ضیا پاشی نہیں کی تھی -

لیکن جب قرآن پاک نازل ہو چکا ہے اگرچہ ابتدا میں مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ ضعیف اور خستہ حال تھے اور تعداد میں گنتی کے چند ہاتھوں میں طاقت تھی نہ اچھے آلاتِ حرب تھے - نہ کھانے کو روٹی تھی نہ جسم پر سالم کپڑے تھے ان کی کائنات لے دے کے جو کچھ تھی وہ یہی قرآن تھا اور بس مگر وہ اپنی ان تمام کمزوریوں اور نامرادیوں کے باوجود اس قرآن کا عَلَم لے کر اُٹھے - اِس کی تعلیم پر خود عمل کرنے کی کوشش کی اور سارے جہان کو اس پر عمل کی دعوت دی پھر نتیجہ کیا ہوا؟ -

فقط اس قرآن کی تعلیم کا اثر تھا کہ صرف بیس سال کے تھوڑے عرصہ میں عرب کے بت پرست وحشی جاہل لوگ دنیا میں سب سے زیادہ خدا پرست سب سے زیادہ متمدن سب سے زیادہ تہذیب یافتہ اور سب سے زیادہ طاقتور بن گئے - اسی قرآن کی تعلیم کا معجزہ اور کرشمہ تھا کہ دنیا کی سب سے زیادہ زبردست قومیں جھکنے لگیں ایران مصر اور شام کی قدیم اور قومی سلطنتیں ان کی طاقت کے سامنے جھک گئیں قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج ان کے قدموں تلے آگئے اور محض تھوڑی سی مدت میں عالم کا نقشہ بدل گیا - اس قرآن کی

تعلیم نے نہایت جلد ان درندوں کی سی خصلت رکھنے والوں اور وحشت و بربریت کے پیکروں میں ایسے کامل ترین اخلاق پیدا کر دیے کہ ایک طرف تو چند سال کے عرصے میں دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں نے متفقہ طور سے ان کے سامنے سرِ اطاعت خم کر دیا اور دوسری طرف وہ سب سے زیادہ خدا پرست بن گئے اور ایسے زبردست خدا پرست کہ خدا کے احکام کی تعمیل کے لیے وقت اور دولت کی تو حقیقت ہی کیا۔ نہایت گرمجوشی اور مسرت سے جان دینا اپنی بہترین سعادت اور کامیابی سمجھنے لگے۔

ہماری مذہبی کتاب کی تعلیم تو ایسی ہے کہ غیر مذہب والے بھی اس کے ان اوصاف کے قائل ہیں کہ اس پر عمل کرنے والے سب سے زیادہ مہذب، سب سے زیادہ متمدن اور سب سے زیادہ کامیاب و کامران ہوں گے۔ اس تعلیم کا تجربہ ہو چکا ہے، اس کے نتائج مشاہدے میں آ چکے ہیں۔ باوجود اس کے یہ تعلیم اب بھی قرآن میں موجود ہے اور ہم نہایت خراب و خستہ حالت میں ہیں۔ ہم مریض ہیں اور تمام دنیا میں نہایت پست اور کمزور ہیں۔ آخر کیوں؟

سچ یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم کو اس طرح سمجھ کر پڑھنا چھوڑ دیا ہے جس طرح سمجھ کر پڑھے جانے کا وہ مستحق ہے۔ اس کا بدیہی اور لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہم قرآنی احکام سے غافل ہو گئے، جوشِ عمل مفقود ہو گیا، حقیقی ولولۂ دینی اور روحانیت میں کمی آ گئی اور ان اسباب سے خلوص جاتا رہا اور اخلاق تباہ ہو گئے اور اخلاق کے ماؤف اور خلوص کے معدوم ہو جانے سے ہم کوئی کام بھی کما حقہٗ سر انجام دینے کے قابل نہیں ہے۔ تمام دنیاوی سعادت کا راز انہیں تعلیماتِ الٰہیہ کے اندر پوشیدہ ہے۔ ان پر عمل موجبِ رحمت و رافتِ الٰہی اور ان سے اعراض موجبِ شقاوت و ضلالت۔ جب مسلمانوں نے قرآن کی تعلیم پر عمل کیا تو ان کے لیے تمام سعادتیں وقف تھیں لیکن جب یہ تعلیم صرف زبانی اقرار تک محدود رہی، عملی اتباع سے بے پروائی ہو گئی تو ہم

قسم کی نحوست اور بدبختی اور گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ مسلمانوں کا ایک حصہ تو قرآن مجید کی تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہے اور دوسرا حصہ اس تریاق کو غلط طریقے سے استعمال کر رہا ہے کیونکہ آج بہت سی جگہوں میں قرآن کی تعلیم ہی نہیں دی جاتی اور جہاں دی بھی جاتی ہے تو وہ قرآن کی حقیقی تعلیم نہیں ہوتی۔ ہمارے اسلامی مدرسوں میں یہ دردناک منظر دیکھا جا سکتا ہے جہاں عام طور پر تقریباً سارا وقت صرف نحو اور منطق وغیرہ فنون کی تکمیل میں صرف کرایا جاتا ہے اس لیے قرآن پاک کی طرف توجہ کرنے کا موقع ہی حاصل نہیں ہوتا۔

قرآن کی تعلیم کچھ مشکل نہیں جیسا کہ عموماً لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اس کے طریقے قرآن نے خود بتلائے ہیں اور بہترین اور سب سے آسان طریقہ حصول تعلیم کا جو بتلایا وہ یہ ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ — تمہارے لیے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔

اس لیے قرآن حکیم کے معنی و مطلب جاننے اور اس پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور نمونہ ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ؟ — ہم نے قرآن کو لوگوں کی نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے۔؟

دوسری جگہ فرمایا:۔

غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ — اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں تاکہ لوگ ڈریں!

ان ارشادات الٰہی سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کی تعلیم بالکل سہل ہے اور یہ کہ قرآن کسی خاص طبقہ یا صرف علماء و فضلاء ہی کے لیے نہیں آیا ہے بلکہ یہ اپنے مخصوص انداز میں فرداً فرداً ہر بنی آدم کو دعوت عام دے رہا ہے کہ "آؤ آسانی کے ساتھ میری تعلیم حاصل کرو کیونکہ مجھ میں کسی طرح کی دشواری اور پیچیدگی نہیں"۔ اس کے بعد کیا اب بھی کسی حیلے بہانے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟۔

یورپ اور قرآن

از جناب ڈاکٹر خالد شیلڈرک صاحب (لندن)

(مترجمہ مولوی عزیز احمد صاحب بی۔اے)

مجلس تحریکِ قرآن مجید ممالکِ محروسہ سرکارِ عالی کے ماہانہ اجلاس (موخرہ ۱۷ شعبان ۱۳۵۱ھ) منعقدہ "سیف گلشن" دولتکدہ نواب سیف نواز جنگ بہادر سلطان الکلام صدر مجلس کو ملکی اس تقریر کا ترجمہ ہے جو الحاج جناب نواب فخر یار جنگ بہادر معتمد فینانس کی صدارت میں جناب مولانا ڈاکٹر خالد شیلڈرک پریسیڈنٹ ویسٹرن اسلامک اسوسی ایشن (لندن) نے بزبانِ انگریزی معززین تعلیمیافتہ جماعت کے سامنے کی تقریر اصل زبان میں پمفلٹ کی شکل میں الگ سے شائع ہو چکی ہے تاہم ضرورت تھی کہ اردو کا جامہ بھی پہنا دیا جائے تاکہ خصوصیت کے ساتھ تقریر کے ان ہر دو حصہ کی ایک مرتبہ پھر تکرار ہو جائے جس میں غیر مسلموں کے ترجمہ کی لائی ہوئی آفت اور خالص کسی مسلم کے ترجمۂ قرآن کی جلدیں بطور امداد کے یورپ میں پہنچانے کی تجویز پر غور کرنے اور اس میں شریک ہونیکا ناظرین "ترجمان القرآن" کو بھی موقع مل سکے۔

مجھے اپنے اسلامی بھائی مولانا ڈاکٹر خالد شیلڈرک صاحب کی تجویز سے پوری ہمدردی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے ذریعہ سے قرآن مقدس کی مجلدات بکثرت یورپ میں پہنچ جائیں۔ (مترجم)

جنابِ صدر اور برادران!

آپ نے مجھ سے یہ درخواست کرکے عزت بخشی ہے کہ میں بحیثیت ایک مغربی باشندے کے قرآنِ پاک کے متعلق اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کروں۔ میں نے اس مقدس کتاب کے متعلق سنہ ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۳ء میں مسٹر سیل کے ترجمے سے کچھ معلومات حاصل کیں۔ لیکن مجھے اس سلسلے میں سب سے پہلے کہہ دینا چاہیئے کہ جب میں نے صاحب مذکور کا لکھا ہوا طولانی دیباچہ پڑھا تو پہلی سورہ کی تلاوت سے پہلے ہی اصل متن سے کچھ نفرت سی پیدا ہوگئی۔ کیونکہ دیباچہ میں اس مقدس کتاب کو کچھ تو انجیل کی نقالی اور کچھ عرب کی نقالی روایتوں کا مجموعہ بنا کر پیش کیا گیا تھا۔ سیل کے بیان کے مطابق قرآن عربی ادب کی ایک معیاری کتاب کی شکل میں پیش

کی ہوئی چیز ہے جس کی معاشرتی اور مذہبی نقطۂ نظر سے کوئی قدر و قیمت نہیں۔ سیل صاحب نے متن کی بہت سی غلطیاں بتلانے کی کوشش کی ہے اور پیغمبروں کے متعلق عموماً اور حضرت عیسیٰ کے متعلق خصوصاً پراگندہ اور نامکمل چٹکلے بھی بیان کئے ہیں۔

بہرحال میں نے متن کا مطالعہ شروع کیا اور پہلی ہی سورۃ کے پڑھنے سے مجھ پر ایک کشف کا عالم طاری ہو گیا۔ میں اظہار خیال کی پاکیزگی سے بے انتہا متاثر ہوا اور اس عظیم الشان دعا کے ساتھ جسے اب میں اپنی روزانہ نمازیں دہرایا کرتا ہوں اپنی ذات کو بالکل ہم آہنگ پایا۔ اس کے بعد جب دوسری سورہ پر پہنچا تو مجھے محسوس ہونے لگا کہ میں نے اس کی ابتدائی چند آیتوں سے اسلام کی رُوح پر ادراک حاصل کر لیا ہے عمل اور ایمان میرے خیال میں سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتوں کا صحیح مفہوم ہیں۔ پھر میں ایک ایسی آیت پر پہنچا جس سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ اسلام اور صرف اسلام ——— ہی ایسا مذہب ہے جو دنیا میں حقیقی اخوت اور ہمدردی کی نشر و اشاعت کا حامل ہے۔ اور جو دوسرے مذاہب سے تعارض نہیں کرتا۔ پھر میں نے یہ آیت پڑھی۔ ان الذین آمنوا والذین ہادو والنصریٰ والصابئین من آمن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ اس سے مجھے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ اسلام میں خدا کا تصور کسی ایسے ایک قبیلے کے چھوٹے دیوتا کا نہیں ہے جو ایک مختصر سے گروہ کے لئے جسے وہ اپنے معتقدین کا گروہ سمجھتا ہو لڑتا جھگڑتا نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کا خدا عامتہ الناس کا خدا ہے جو بحیثیت مجموعی سابق بھی ہے اور اُن کا رازق بھی۔ اس سے مجھے قرآن کریم کی پہلی سورۃ کا جملہ رب العلمین یاد آ گیا جس کے معنے تمام عالموں کا پیدا کرنے والے اور پالنے والے کے ہیں۔ گویا اسلام بحیثیت ایک فطری مذہب کے ہمارے اس مختصر سے پیاری زمین تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اور نگہبانی کرنے والا ہے جو ان بے شمار ستاروں میں موجود ہیں جو ہمارے نظام شمسی علاوہ معلوم و نامعلوم نظام ہائے شمسی کے اطراف گردش کر رہے ہیں۔ اور در اصل یہی اس عقل کا ثبوت اس عظیم صنع اس ذات لامتناہی کا صحیح

مفہوم ہے جو تمام خلاء و ملاء پر محیط اور حاوی ہے۔ اور صرف یہی الفاظ اس خدائے بزرگ و برتر کو سمجھنے کا صحیح نقطۂ نظر پیش کرنے کے لئے کافی ہیں۔

اس کے بعد میں نے پڑھا "وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ" جس میں یہ نقطہ سمجھایا گیا ہے کہ فاصلہ و وقت، مقام اور قوم کی تعریفیں بے حقیقت ہیں اور یہ کہ صفات خداوندی ہر سمت کو گھیرے ہوئے ہیں۔ ان امور کے ساتھ ساتھ اظہار کی ایک ایسی عملی شکل کی بھی ضرورت ہے جو صحیح روحانی عبادت کی ہدایت کی حس سے مسلمانوں کا آفتاب پرست یا بت پرست فرقوں کی طرح بننا ناممکن ہو جاتا ہے وہ آیت یہ ہے۔ "وحیث ما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ" اس آیت شریف کے پڑھنے کے بعد میری آنکھوں کے سامنے ان لوگوں کا ایک نقشہ کھنچ گیا جو شمال، جنوب اور مشرق و مغرب ہر چہار سمت سے ایک مرکز کی جانب اپنا رخ کئے ہوئے ایک عظیم الشان حلقہ بنائے ہوئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ایک غیر مرئی ہستی کی عبادات اور تخیل کے متحدہ اظہار کی قوت کو سمجھ سکتے ہیں نیکی کے اس زبردست حلقہ کو مکمل کر دیا گیا ہے۔ پھر آیت ۱۷۷ میں یہ نظر آیا کہ اگرچہ ہمارے لئے بعض مقررہ احکام کی تعمیل ضروری ہے مگر یہ نہیں چاہئے کہ اپنی عبادت کو بے جان اور بے معنی اشاروں یا اقوال کی پست صورت ہونے دیں جیسا کہ ارشاد ہوا "لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن" سے ظاہر ہے کہ ہمیں اس ایک آیت میں خالق اور مخلوق دونوں کی خدمت کرنے کی تاکید کی گئی ہے اس لئے کہ ایمان بغیر عمل بے کار کہا جا رہا ہے۔ مجھے اس موقع پر محسوس ہوا کہ اسلام روحانی اور اخلاقی ہر دو نقطۂ ہائے نظر سے ہر مرد و ہر عورت کی رہنمائی صراط مستقیم پر کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے یا یہ مجھے سیل۔ میور اور دیگر یورپی مؤلفین کی نیتوں میں شبہ ہونے لگا

میں نے قرآن مجید کی چند آیتوں کا ترجمہ اس کتاب میں پڑھا جو مسیحی معلومات کی نشر و اشاعت کی مجلس کیمبرج سے شائع ہوئی تھی اور جس کا نام قرآن تھا میں نے یہ دیکھا کہ اس ترجمہ میں ایک پیشہ ور مبلغ اور پادری نے سیل کی گڑبڑیوں کا اعادہ کیا ہے۔ چنانچہ اب میرے لئے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ میں نہایت

احتیاط کے ساتھ ترجمہ کا مطالعہ کر دں۔ اس لئے کہ میرا دل اس مقدس کتاب سے ایک نہ رکنے والے جذبہ کے تحت
متاثر ہو رہا تھا۔ آگے چل کر مجھے پتہ پڑا کہ موجودہ تمدن کی دو بدترین لعنتیں یعنی شراب اور قمار بازی اس
عظیم الشان کتاب میں قطعی طور پر ممنوع قرار دی گئی ہیں۔ اس بارے میں اس کے احکام دوسری جملہ مذہبی کتابوں
کے متضاد احکام کے بخلاف بالکل واضح اور بین ہیں۔ مجھے ہر اس موقع پر قرآن پاک کے اس تفوق کا احساس
ہونے لگا جو اسے اپنے پیشتر و صحائف آسمانی پر حاصل ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں میں ہی انسانوں کے تنزل
اور تخریب کے دو بدترین ذرائع معدوم کر دیئے گئے ہیں۔

یہاں میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس مختصر سی تقریر میں ہر آیت اور ہر سورہ کے متعلق اظہار خیال کروں
بلکہ میں صرف قرآن شریف کی ان خوبیوں کا تذکرہ کروں گا جن سے میں بےحد متاثر ہوا۔ اس وقت تک میں نے
مسلمانوں کی لکھی ہوئی ایک کتاب بھی نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی کسی مسلمان سے ملاقات یا مراسلت کی تھی۔ میں
دائرہ اسلام میں نصرانی تصانیف کے توسط سے اس توفیق کی وجہ سے داخل ہوا جو خدا نے مجھ میں ودیعت کی تھی
نیز یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ میں اس زمانہ میں تن تنہا تھا۔ ضلالت کی قوتیں مجھے گھیرے ہوئی تھیں میرا ایسا
کوئی دوست یا رہنما نہ تھا جو مجھے صحیح رستہ بتلاتا یا میرے مطالعہ میں حوصلہ افزائی کرتا۔

اس کے بعد میں نے آیت الکرسی کی تلاوت کی جس میں خدا تعالیٰ کی اعلیٰ اور پاکیزہ ترین تصویر
نظر آئی۔ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مطالعہ قرآن کے ابتدائی درجہ میں ہی مجھے یہ محسوس ہونے لگا کہ حقیقت یہی
وہ کتاب ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ ایک مغربی باشندے کے دل پر آیت الکرسی کے الفاظ یقینی اور طاقتور
آواز کے ساتھ اپنا اثر کرتے ہیں۔ اور اس ایک آیت میں ایک اوسط فہم کے آدمی کے لئے بھی خدا کے تصور کا وہ خلاصہ
موجود ہے جسے ہر فرد سمجھ سکتا ہے۔ اور اس کے لفظ لفظ کے پردے میں وہ روحانی رشد و ہدایت موجود ہے جس سے
اہل بصیرت صبر و سکون اور روحانی ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔

آیت الکرسی کے بعد ہی ایک اور آیت ہے جس میں تحمل اور رواداری کا ایسا حکم موجود ہے جو

آج تک کسی مذہب کی جانب سے انسانیت کو عطا نہیں کیا گیا یعنی لا اکراہ فی الدین۔ کائنات میں کوئی
ایسی شریعت موجود نہیں ہے جو کسی ایسی کتاب پر فخر کر سکے جس میں ضمیر کی اس قدر مکمل آزادی کا اعلان موجود ہو
اور میرے خیال میں صرف اسی ایک آیت نے ہر زمانے میں کروڑوں انسانی جانوں کو بچایا ہے مسلمانوں پر
یہ لازم گردانا گیا ہے کہ وہ تبلیغ کریں اور اُن لوگوں کے ساتھ تحمل اور رواداری کا برتاؤ کریں جو اُن سے
اختلاف کرتے ہیں! اقتدار کے باوجود انہیں یہ نہیں چاہیئے کہ کسی پر بجبر اسلام ٹھونسیں اور میری نظر میں صرف
یہی ایک واقعہ کہ آج ہم ایک ایسی ریاست میں ہیں جس کا فرمانروا ایک مسلمان ہے اور اس کے باوجود
اس کی رعایا کی اکثریت غیر مسلموں کی ہے جو ہمارے مذہب کی حیرت انگیز قوتِ رواداری کا بہترین ثبوت
ہے۔ میں نے گولکنڈہ کا قلعہ بھی دیکھا ہے جس میں ہندوؤں کا مندر موجود ہے۔ پھر صدر اعظم بہادر کو ہی
لیجیئے جو اسلام کے پیرو نہیں ہیں جن سے مجھے متعدد مرتبہ گفتگو کر کے مسرت حاصل ہوئی اور جنہیں ہر شخص عزت و
احترام کی نظر سے دیکھتا ہے۔ میں بغیر کسی مزید تفصیل کے اس عظیم الشان ریاست حیدرآباد کے خاص خاص
واقعات پر ہی اکتفا کرتا ہوں جہاں پہنچ کر میں بے حد خوش و خرم ہوں اور جس کی عنانِ حکومت ایک
روشن خیال اور پرہیزگار فرمانروا کے ہاتھ میں ہے اور جس نے مجھے کچھ عرصہ قبل قصرِ شاہی میں شرفِ تکلم
بخش کر میری بے حد عزت افزائی فرمائی جو کہ متذکرہ آیت کا زندہ نمونہ ہیں۔ اور یہ کہ اُن کا ابرِ کرم بلا تفریق
مذہب و ملت ان کی جملہ رعایا پر سایہ فگن ہے۔ کاش آج دنیا میں اُن کے جیسے اور فرمانروا بھی ہوتے تو مجھے
یقین ہے کہ اس صورت میں یہ کائنات زیادہ حیرت انگیز سکونت کی جگہ ہوتی۔

حضرات! آپ اس امر کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مجھ جیسے مبتدی کے لئے اسلام کی حقانیت سمجھنے
میں کن کن دشوار گزار منزلوں سے گزرنا ہوا ہوگا۔ مجھے اسلام پر بذاتِ خود غور کرنا پڑا اور اس راستہ میں قدم کو
ٹھہر ٹھہر کر اٹھانا پڑا۔ اس لئے بعض تصانیف نے میری رہبری کی اُن میں اسلام کے خلاف کوٹ کوٹ کر مواد
بھرا ہوا تھا۔ ان میں بالخصوص ایک ایسے شخص کا ترجمہ بھی تھا جس نے اپنی تمام کوششیں اس امر میں صرف کر دی ہیں

اس کے قارئین کے دل متن کے مطالعہ کے قبل ہی اس کے خلاف نفرت کے جذبات سے لبریز ہو جائیں۔

حضرات! آپ یہ باور فرمالیجئے کہ میں نے بہت قبل یہ امر تسلیم کر لیا تھا کہ قرآن پاک ہی وہ مکمل و صحیح مقدس کتاب ہے جس کی مجھے تلاش تھی لیکن اس کے بعد سے کلام ربانی کا بہتر ادراک کے ساتھ مطالعہ شروع کیا اور ہر بار اس کی نئی نئی خوبیوں سے حیرت زدہ ہو گیا ہوں اور جو آج بھی مجھ پر ہر روز آشکار ہوتی رہتی ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی عمارت میں برقی روشنی کی ایک لہر دوڑا دی جائے جو منزل بمنزل اس کو منور کرتی جاتی ہے اور جیسے جیسے ہم اپنے ادراک میں ترقی کرتے جاتے ہیں ہماری آنکھوں کے سامنے نئے نئے نظاروں کا انکشاف ہوتا جاتا ہے۔ قرآن شریف کے مطالعہ میں میری بالکل یہی کیفیت آج تک ہے۔

قرآن مقدس کے متعلق جو ہم مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے اور جس میں ہماری رہنمائی کے لئے ہدایت ربانی موجود ہے ایسی ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں مجھ سے بہتر انشا پردازوں نے اس صداقت سے لبریز لافانی کتاب کی لاکھوں اور کروڑوں خوبیوں و عظمتوں پر خامہ فرسائی کی ہے میں ان مشہور اور معروف مسلمان اہل قلم صاحب کے بیان کردہ نکات اور تفسیر کی برابری کا دم نہیں بھر سکتا میں تو صرف ایک ایسے ناچیز طالب علم کی حیثیت سے خیالات کو پیش کر سکتا ہوں جس نے اپنی پر آشوب زندگی میں احکام ربانی کو سمجھنے کی رفتہ رفتہ کوشش کی ہو۔

اب میں آپ کے سامنے اپنی مقدس کتاب کے متعلق مغربی نقطۂ نظر کو پیش کرنا چاہتا ہوں میں پہلے سے قبل سیل کے ترجمہ کا ذکر کر چکا ہوں اس کے علاوہ پادری راڈویل کا ترجمہ ہے جس کا اسلوب بیان زیادہ تر شاعرانہ ہے لیکن سورتوں کو اس عجیب غریب طریقہ سے ترتیب دیا گیا ہے کہ ہر طالب علم اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ راڈویل کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے اپنے ترجمہ میں سورتوں کی ترتیب ان کے نزول کے اعتبار سے کی ہے اس ترجمہ کے نئے ایڈیشن میں عربی زبان کے مشہور پروفیسر مارگولیتھ کی لکھی ہوئی ایک تمہید بھی شائع ہوئی ہے جو اگرچہ سیل کے دیباچہ کی طرح طولانی تو نہیں ہے لیکن قرآن مجید کے خلاف تعصب سے لبریز ہے ایک

زمانہ میں یہ ایڈیشن کافی مقبول تھا لیکن اب شاذ و نادر ہی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ پامر کے ترجمہ کا نسخہ ایک اوسط درجے کے طالب علم کیلئے بہت
قیمتی تھا لیکن اس کو دوسری مرتبہ شائع کیا گیا ہے اور اب اس کی قیمت دو روپیہ فی جلد ہے۔ یہ نسخہ اکثر آجکل کانوں میں نظر آتا ہے۔ با ایں ہمہ یہ حقیقت نظر انداز
نہیں کی جا سکتی کہ ان میں کوئی ترجمہ بھی اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ مترجم نے قرآن پاک کو ایک ایسی عربی کتاب تصور کیا ہے جو ایک غیر مذہبی نقطۂ
نظر سے لکھی گئی ہو اور جسے انجیل سے کمتر سمجھا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ مرزا ابو الفضل الہ آبادی کا ترجمہ ہے جو انگلستان میں دستیاب نہیں۔ دوسرا مولانا محمد علی
لاہوری کا ترجمہ ہے جس کو انگلستان میں اکثر مسلمان استعمال کرتے ہیں۔ آخر الذکر کے دو ایڈیشنوں کی اشاعت انجمن احمدیہ لاہور اور دفتر اشاعت مسجد
ووکنگ کی جانب سے ہوئی ہے۔ اس ترجمہ کے ایک ایڈیشن میں جو زیادہ قیمتی ہے ترجمہ کے ساتھ عربی متن بھی موجود ہے اور ایک دوسرے چھوٹے ایڈیشن میں
صرف انگریزی ترجمہ نوٹس کے ساتھ ہے۔ ان حالات کے تحت یہ امر نہایت ضروری تھا کہ ایک ایسا ترجمہ شائع ہو جو نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ انگریزی بولنے
والے ممالک کے باشندوں کو بھی مطمئن کر سکے اور وہ ایک ایسے شخص کا کیا ہوا ہو جو اہل مغرب کی نظروں میں بھی ایک مشہور ادیب کی حیثیت رکھتا ہو اور خود بھی
ایک ممتاز مسلمان ہو۔ اسلامی تخیل کے نقطۂ نظر سے لفظ "ترجمہ" بہت ہی تکلیف دہ ہے اس لئے کہ عربی متن کے مطالب کی باریکیوں کو بعینہ منتقل کرنا ناممکن نظر آتا
ہے اور اس کلام ربانی کو بھی جسکا حامل قرآن پاک کا ہر لفظ ہے کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا بھی انسانی طاقت سے باہر ہے۔ ایک ایسے شخص نے جسکا
مشرق و مغرب دونوں میں احترام کیا جاتا ہے اور جسکی متعدد تصانیف ہر شخص کے مطالعہ میں آچکی ہیں جو بلا شبہ زمانہ موجودہ کے عربی کے بہترین عالم ہستیوں اور ادیبوں
میں مانا جاتا ہے اور جو خود مسلمان بھی ہے اور جسکی بنا پر وہ ہماری مقدس کتاب کے معانی کو احترام کے صحیح جذبہ کے ساتھ پیش کرنے کی قابلیت رکھتا ہے اپنے
سالہا سال کی محنت و عرق ریزی کے بعد ایسا ترجمہ شائع کیا ہے جس نے انگریزی زبان میں معیاری درجہ حاصل کر لیا ہے۔ حضرات! ان صفات کے جامع مسٹر
پکتھال ہیں جن سے آپ کو متعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ خود انہیں اچھی طرح واقف ہیں۔ مسٹر موصوف کی تالیف "قرآن عظیم کے معنی" ایک ایسے زمانہ
میں شائع ہوئی ہے جب اس کی شدید ضرورت تھی۔ اس ترجمہ کی اکناف عالم میں تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ شکر کا مقام ہے کہ آخر کار ہماری
مقدس کتاب کا انگریزی زبان میں ایک ایسا ترجمہ موجود ہو گیا جسکو ہم اعتماد کیساتھ کیا دوست اور کیا دشمن ہر شخص کو پڑھنے کیلئے دے سکتے ہیں۔ ہمیں اب اس کی تشریح کی بالکل
ضرورت نہیں ہے کہ دوسرے مترجمین نے متن کی شکل بگاڑ دی یا ان سے مختلف قسم کی غلطیاں سرزد ہوئیں اور یہ کہ یہ ترجمہ معاندانہ تنقید کی روشنی میں بھی
پڑھا جا سکتا ہے۔ الغرض مسٹر پکتھال نے ایک ایسی تالیف مرتب کی ہے جو موجودہ زمانہ کی ضروریات کو بخوبی پورا کرتی ہے اور جو مغربی اقوام کو قرآن مجید کے مطالعہ کیلئے ایک
محرک ثابت ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں مجھے ایک تجویز پیش کرنے کی اجازت ہو تو میں عرض کروں گا کہ میرے خیال میں مسلمانوں کو اس تالیف کے متعدد نسخے خریدنے چاہئیں تاکہ مغرب کے
جملہ انگریزی بولنے والے ممالک کے کتب خانوں میں طالب علموں کے استفادہ کیلئے وہ دستیاب ہو سکیں۔ اس طریقہ سے یہ ممکن ہو جائیگا کہ قدیم ترجموں کی جگہ یہ تازہ ترین ترجمہ لے سکیگا

فصیح و بلیغ اور بے عیب انگریزی میں شائع ہوا اور جس سے قرآن مجید کے معلومات کی توسیع میں بہت مدد ملیگی۔ بہر سبیل تذکرہ یہ اطلاع بھی آپکے لئے دلچسپی کا باعث ہوگی
کہ اول سال میں فورٹ ہام ہمپشائر کے حاکم نے مجھ سے قرآن شریف کے چھ نسخے ان مسلمانوں کے استعمال کیلئے طلب کئے جو وہاں قید تھے۔ چنانچہ یہ نسخے روانہ کر دیئے گئے اور انکے
رسید بھی حاکم مذکور اور طالبوں نے فرداً فرداً کی کمیٹی مجالس کی جانب سے وصول ہو گئی۔ اب میں ایک ایسی چیز کا ذکر کرتا ہوں جسکی ضرورت میں ضرور محسوس
کیجا رہی ہے۔ برطانیہ عظمیٰ میں اس وقت تقریباً تین ہزار مسلمان آباد ہیں جو جزائر برطانیہ کے اکثر حصوں میں مقیم ہیں اور بعض ان میں مختلف گروہوں سے ہیں فرداً اکثر و بیشتر ملکر
اور حتی المقدور ایک مذکرے کے تحت حاصل کرتا ہوں۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ مجھے مسلسل سفر کرنا پڑتا ہے اور سینکڑوں میلوں کی مسافت چند مہینوں میں طے کرنی پڑتی ہے۔ اس دوران
میں مسلمان مرد اور عورتوں کی تعلیم کیلئے قرآن شریف کے ایک مستند ترجمہ کی جسے بہر وقت مطالعہ کیا جا سکے ضرورت ہے۔ زندگی کی شدید کشمکش نے ان لوگوں کیلئے مطالعہ میں وقت صرف کرنا ناممکن کر دیا ہے
جسکے باعث ہمارا ایک بہت ہی اہم مسئلہ سے سابقہ ہو گیا ہے۔ لوگ عربی زبان کی پوری طرح تعلیم نہیں پا سکتے لیکن تمام عربی پڑھ سکتے ہیں اور جب تک اسکے مطالب و معانی کو
نہ سمجھ سکیں۔ اب صرف قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ کے نسخے نکالے جائیں جن کو لوگ پڑھیں اور بچوں کی تعلیم کیلئے ضروری ہے۔ انگریز عورتوں نے جو قرآن مجید کے
نسخے اور تمام مسلمانوں کے دیگر فرائض کے متعلق انگریزی کتابچے جو مسلسل مطالعہ کیا جاتا ہے اس سلسلے میں اپنی حقیر بساط کے مطابق ان کو پورا کرنے کی امکانی کوشش کی
لیکن اتنا ہے کہ تمام تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ یہ انجمن کی شاخ ہے جو مرکز سے آئی تھی۔ ملک کے مختلف مقامات میں قائم ہیں اس قسم کے
سلسلے میں مطالعہ ہو رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ خدا کوئی ایسی صورت پیدا کر دیگا جس میں اس طرح کے مسائل کا حل ہو۔ میری آرزو ہے کہ اہل علم اور
مسلمان ان کا صحیح ترجمہ مطالعہ کرتے ہیں بلکہ لوگوں کی طلب صادق ہے جنہوں نے عرصہ سے تبلیغ کا کام ترک کر دیا ہے اور جو ایک صحیح اور مستند مذہب کے متلاشی ہیں
میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم یقیناً اپنی طرز عمل سے آئندہ علم کی روشنی پیدا کرینگے جس سے تمام لوگ اسلام کی برادری میں داخل ہو کر ایک خدا کی پرستش
کرنے کیلئے تیار ہو جائینگے اور ان مقاصد کیلئے اپنی زندگی وقف کرینگے۔ اسلام جو آج سخت ضرورت ہے اس وقت کی دینی و دنیوی فلاح کا خیال رکھنا چاہئے اور اس سلسلے میں
کے سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ ان کے ذریعہ مشکلات کا حل ہو۔ اس کتاب کو ممکنہ غلط فہمیوں سے پاک کیا جائے اور ہمارے مقاصد
کا اخبار و رسائل اور تقریروں میں اعلان کیا جائے۔ ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم اپنے فرائض کو پورا کریں اور ہمیشہ کام کرتے رہیں
ہر وقت ذکر کرو۔ یہی کشمکش حیات میں انکا مقصد ہو اور انکے معاملات میں دیانت اور معیشت کیلئے علاوہ مالی امداد کی ضرورت ہے جو آج ہندوستان میں ایک ایسا خطرہ
محسوس کر رہا ہوں جسے میں رخصت نہیں کر سکتا۔ میں مغرب میں لوگوں کے سامنے جو کچھ پیش کرتا ہوں اور جسکی شمار میں اپنی خدمات انجام دیتا ہوں۔ یہ لوگ سچے
اہل ایمان ہیں اور انکی گھروں میں اسلام کا بہتر اور صحیح ترجمہ ملیگا تو قرآن مجید مسلمانوں کا ہتھیار ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ ہم انکی خوبیوں کو لوگوں کے سامنے پیش
کرینگے جنہیں خدا کی نیکی کی تلاش ہے تو ہمارا جماعت کے ساتھ تعاون ہے۔ آج جو آپکے غار کی کنارے کھڑے ہیں انہیں خدا کے آخری پیغام سے

قرآنی عربی کس قدر آسان ہے

(نواب سیف نواز جنگ بہادر سُلطان المکلا)

مُسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ قرآنِ مجید کی تعلیم اور اُس کی برکات سے اِس لیے بھی محروم ہے کہ اُس کو پہلے سے ہی مشکل اور بعید از فہم سمجھ لیا گیا ہے۔ قرآن کا عربی زبان میں ہونا گویا جُرم ہے اور عام طور پر ہوّا بنا ہوا ہے۔ اور صرف و نحو کے دونا قابلِ عبور دریا بیچ میں حائل سمجھے جاتے ہیں۔ لہٰذا اُن دردمندوں کا جو اللہ تعالیٰ کے اس آخری پیغام کو دُنیا کے لئے ہدایت اور مُسلمانوں کے لئے اُن کی زندگی کا دستورالعمل سمجھتے اور اُن کی دینی و دنیاوی ترقی کا واحد ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ یہ خوشگوار فرض ہے کہ اس طرح کے وسائل اختیار کریں جس سے یہ غلط خیالات دور ہوجائیں اور اسبابِ مجبوری کا پردہ چاک ہو کر قرآن کی اصلی خوبی اور اُس کا عام فہم اور سہل ہونا آفتاب کی طرح روشن ہوجائے۔

قرآنی عربی کس قدر آسان ہے اِس سلسلے میں قارئین "ترجمان القرآن" کے لئے نمونتاً سورۃ الفتح کو پیش کیا جاتا ہے جو کل بارہ سو ایک (۱۲۰۱) الفاظ کے مجموعہ پر مشتمل ہے مگر صرف اٹھائیس (۲۸) لفظ ایسے ہیں جنکے مشتقات اُردو میں عام طور پر مستعمل نہیں ہیں۔ جیسے اعداء دمصیر بخش۔ تعیر۔ اعمیٰ۔ کفت۔ ہدی۔ سیما وغیرہ تاہم اُردو دان ادبا کے کلام اس سے خالی بھی نہیں ہیں۔ یقیناً یہ مثال اُردو جاننے والوں کے لئے آج قرآن مجید کا معجزہ سمجھنے کے لائق ہے اور اِس بات کی طرف اشارہ کہ وہ صرف ذرا سی محنت کر کے بھی قرآن کو جان سکتے ہیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

وہ ۲۸ الفاظ جن کے مشتقات اردو میں مستعمل ہیں

نمبر	لفظ	معنی
۱	أَعَدَّ	اُس نے تیار کیا
۲	مَصِيرًا	لوٹنے کی جگہ
۳	بُكْرَةً	صبح کا وقت
۴	أَصِيلًا	شام کا وقت
۵	نَكَثَ	عہد توڑنا
۶	لَيْسَ	نہیں ہے
۷	بُورًا	ہلاک ہونے والے
۸	أَعْتَدْنَا	ہم نے مہیا کیا
۹	سَعِيرًا	جہنم
۱۰	اِنْطَلَقْتُمْ	تم چلے
۱۱	ذَرُونَا	ہم کو چھوڑ دو
۱۲	يُؤْتِكُمْ	تم کو دے گا
۱۳	تَتَوَلَّوْا	تم پھر جاؤ گے
۱۴	أَعْمَى	اندھا
۱۵	أَعْرَجِ	لنگڑا
۱۶	كَفَّ	اُس نے روکا
۱۷	صَدُّوكُمْ	انہوں نے تمہیں روکا
۱۸	هَدْيَ	قربانی کا جانور
۱۹	مَعْكُوفًا	کھڑا ہوا
۲۰	تَطَئُوهُمْ	ان کے پس جانے کا
۲۱	مَعَرَّةٌ	ضرر
۲۲	تَزَيَّلُوا	وہ لوگ ٹلے
۲۳	مُحَلِّقِينَ	سر منڈانے والے
۲۴	مُقَصِّرِينَ	بال کترانے والے
۲۵	جَعَلَ	اُس نے کیا
۲۶	سِيمَاهُمْ	نشانیاں اُن کے
۲۷	شَطْأَهُ	اُس کی سوئی
۲۸	فَآزَرَهُ	اُس کو قوی کیا

ان الفاظ کے سوا باقی کل الفاظ کے مشتقات کا اردو زبان میں استعمال ہے البتہ چند ضمائر و اسماء موصولہ اور اسماء اشارہ حروف جر اور افعال ناقصہ اُن کے علاوہ ہیں جو اردو میں مستعمل نہیں ہیں قارئین کرام آپ سورت الفتح کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورَۃُ الفَتح

ہیں کل بارہ سو ایک ہے جسمیں سے حرف ۲۸ الفاظ مشکل ہیں

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝
لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ
مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَ
يُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ
صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَيَنصُرَكَ
اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ هُوَ الَّذِي
أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ
لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ
وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ لِّيُدْخِلَ
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ
ذَٰلِكَ عِندَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ
اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی ساری خطائیں
معاف فرما دے۔ اور آپ پر اپنے احسانات
کی تکمیل فرما دے اور آپ کو سیدھے
راستے پر لے چلے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو
ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو
وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں
تحمل پیدا کیا تا کہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ
ان کا ایمان اور زیادہ ہو اور آسمان و زمین
کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے
والا حکمت والا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں
اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے
جنکے نیچے نہریں جاری ہونگی جنمیں ہمیشہ کو رہیں گی
اور اللہ تعالیٰ انکے گناہ دور کر دے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے

وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ
وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ
بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ
وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝
وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝
إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ
مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ
وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ
يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ
فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ
عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ
اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝
سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ
شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا
يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ
قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ

اور اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو
اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے
جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بُرے بُرے گمان رکھتے
ہیں اُن پر بُرا وقت پڑنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ
اُن پر غضبناک ہوگا اور انکو اپنی رحمت سے دور کر دیگا
اور انکے لیے تو دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی بُرا
ٹھکانا ہے اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے
اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے ہمنے آپکو گواہی
دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے
تاکہ تم لوگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اسکی
مدد کرو اور اسکی تعظیم کرو اور صبح و شام اسکی تسبیح میں لگے رہو
جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے
بیعت کر رہے ہیں۔ خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر
جو شخص عہد توڑیگا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر
پڑیگا اور جو شخص اس بات کو پورا کریگا جسپر خدا سے عہد کیا ہے
تو عنقریب خدا اسکو بڑا اجر دیگا۔ جو دیہاتی پیچھے رہ گئے
وہ عنقریب آپ سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال اور عیال نے
فرصت نہ لینے دی سو ہمارے لیے معافی کی دعا کر دیجیے۔ یہ لوگ
اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں۔ آپ کہہ دیجیے

أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ
كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾ بَلْ ظَنَنتُمْ
أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ
إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ
فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَ
كُنتُمْ قَوْمًا بُورًا ﴿١٢﴾ وَمَن لَّمْ يُؤْمِن
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا
لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿١٣﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ
وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
رَّحِيمًا ﴿١٤﴾ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا
انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا
ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا
كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ
قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ
تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ
إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾ قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ
سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ
شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ

کہ سو وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لیے کسی چیز کا اختیار رکھتا
ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان یا نفع پہنچانا چاہے
بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہے بلکہ تم نے یہ سمجھا کہ
رسول اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے۔
اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوتی تھی اور تم نے
بری بری گمان کئے اور تم برباد ہونے والے لوگ ہوگئے اور جو
شخص اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان نہ لائیگا سو ہم نے
کافروں کیلئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ اور تمام آسمان اور زمین
کی سلطنت اللہ ہی کی ہے۔ وہ جسکو چاہے بخشدے اور جسکو
چاہے سزا دے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے
جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم غنیمتیں لینے
چلو گے تو کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ تمہارے ساتھ چلیں
وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں۔
آپ کہدیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلسکتے۔ خدا تعالیٰ
نے پہلے یوں ہی فرمادیا ہے۔ تو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم لوگ
ہم سے حسد کرتے ہو۔ (نہیں) بلکہ خود یہ لوگ بہت کم کی بات
سمجھتے ہیں۔ آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہدیجئے
کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں کی طرف بلائے جاؤ گے
جو سخت لڑنے والے ہونگے یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع

فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ
تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
أَلِيمًا ۝ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَ
عْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ
يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ
عَذَابًا أَلِيمًا ۝ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ
إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي
قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ
فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۗ
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللَّهُ
مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ
وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً
لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَ
أُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ
بِهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝
وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ
ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ سُنَّةَ
اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ

ہوجائیں سو اگر تم اطاعت کروگے تو تم کو اللہ نیک عوض
دیگا اور اگر تم روگردانی کروگے جیسا اسکے قبل روگردانی کرچکے ہو
تو وہ دردناک عذاب کی سزا دیگا۔ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے
اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور جو
شخص اللہ اور رسول کا کہنا مانیگا اسکو ایسی جنتوں میں
داخل کریگا جنکے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور جو شخص روگردانی
کریگا اسکو دردناک عذاب کی سزا دیگا۔ بالتحقیق اللہ تعالیٰ
ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے
تھے اور انکے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا
اور اللہ نے ان میں اطمینان پیدا کردیا اور انکو ایک لگتے ہاتھ
فتح دیدی اور بہت سی غنیمتیں بھی جنکو یہ لوگ لے رہے ہیں اور
اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت
سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جنکو تم لوگے سو سردست تم کو یہ دیدی
اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تاکہ یہ اہل ایمان کیلئے ایک نمونہ ہوجاوے
اور تاکہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے اور ایک فتح اور بھی ہے
جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اسکو احاطہ کئے ہوئے ہے
اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ
پھیر کر بھاگتے پھر نہ انکو کوئی یار ملتا نہ مددگار۔ اللہ تعالیٰ نے یہی
دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور آپ

تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ
كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ
بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ
عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرًا ۝ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْ
كُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ
مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ
مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ
اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ
بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ
مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ اِذْ جَعَلَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ
حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ
كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَ
اَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝
لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا
بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

خدا کے دستور میں دو بدل نہ پاؤگے اور وہ ایسا ہے کہ اسی نے ان کے
ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے عین مکہ میں روک دیے
اس کے بعد تم کو ان پر قابو دیدیا تھا۔ اور
اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا
تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور
تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی
کے جانور کو جو رکا ہوا رہ گیا اس کو موقع میں پہنچنے
سے روکا اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت
سے مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی
نہ تھی یعنی انکے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس کی
وجہ سے تم کو بھی بیخبری میں ضرر پہنچتا تو سب قصہ طے
کر دیا جاتا لیکن ایسا اسلئے نہیں کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی
رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے اور اگر یہ ٹل گئے ہوتے تو اب
جو کافر تھے ہم انکو دردناک سزا دیتے جبکہ ان کافروں نے
اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی سو
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل
عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقوی کی بات پر
جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں اور
اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے

إِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ
رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ط
فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ
دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ هُوَ الَّذِيْٓ
اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط وَكَفٰى
بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا
سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ
وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ
مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ
فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ
كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَا
سْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ
يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ
بِهِمُ الْكُفَّارَ ط وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ
مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

—— اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقع
ہے کہ تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور جاؤ گے
امن و امان کے ساتھ تم میں کوئی سر منڈا آتا ہوگا کوئی بال
کترا آتا ہوگا کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا سو اللہ کو وہ باتیں
معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں پھر اس سے پہلے ایک لگتے ہاتھ
فتح دیدی۔ وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت
اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب
کردے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو
لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں
تیز ہیں۔ آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان
کو دیکھیگا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں
اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی میں لگے ہوئے ہیں
انکے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں
انکے اوصاف توراۃ میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف
ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اسکو
قوی کیا پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی
کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ ان سے کافروں
کو جلاوے۔ اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں
اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے

قرونِ اولیٰ میں اشاعتِ قرآن کے طریقے

اللہ کی یاد میں

(مصلح)

اللہ اللہ کس قدر پیارا ہے نام اللہ کا
ہائے ہائے کیا رسیلا ہے کلام اللہ کا

بندگی کا حق نہ ہم سے ہو سکا کوئی ادا
آہ! ہم سے ہو سکا کوئی نہ کام اللہ کا

میں سنے جاؤں سنائے جا بس اے ہمنشیں
ذکر میرے سامنے کر صبح و شام اللہ کا

دیکھ اے اہل نظر اے چشم بینا دیکھ تو!!
ہائے ہائے کس قدر جلوہ ہے عام اللہ کا

لاکھ مجنوں کوئی پھر بھی ہے عشق نا تمام
کیا بتائیں ہو گا کیا حسن تمام اللہ کا

چومتے ہیں اس زباں کو ہم اس مصلح ہوں کو
جس زبان حسن لب پہ جاری ہو کلام اللہ کا

رشک کے قابل ہے مصلح اپنا وقت آخری
دل میں یاد اللہ کی ہے لب پہ نام اللہ کا

معبودِ برحق

(مولوی ابوالعطا امجد دہلی)

دنیا جس کے ارادے سے پیدا ہوئی ہے اُس کا ذکر فطرت میں منقوش ہے ہر شئے اپنے موجد اور خالق و مالک کی حمد و ثنا کرتی ہے۔ قرآن کریم نے اس راز کو ان خوبصورت الفاظ میں پیش کیا ہے۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۵ جس کا مطلب یہ ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین جو کچھ ان میں ہے اُس کی توصیف و ثناء کرتے ہیں اور کوئی بھی شئے ایسی نہیں جو اپنی صورت و سیرت اور زبانِ حال و قال سے اس واحد لاشریک اللہ کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثناء نہ کرتی ہو اگرچہ ان کی اس حمد و ثناء کو ہم میں سے کوئی سمجھ نہیں سکتا۔

یہ ہے وہ امر جو فطرت میں منقوش ہے اور قرآن کریم کی خوبی کا یہ ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔

قرآن کریم نے معبودِ برحق خالقِ کل کا جو نام پیش کیا ہے وہ بجائے خود اپنے اندر اس امر کا مفہوم رکھتا ہے جو معبودِ برحق کیلئے ضروری ہے۔ علامہ رازی نے اپنی بے نظیر تفسیر کبیر کی جلد اول میں اس راز کو جس خوبی سے بیان فرمایا ہے اس کو کسیقدر یہاں پر بیان کر دینا فائدہ سے خالی نہیں۔

تمام عرب اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام نے جو نام اللہ تعالیٰ کا پیش کیا ہے وہ کبھی او کسی حالت میں اصنام کے لئے تجویز نہیں کیا گیا یعنے اسم "اللہ"۔ ۳۶۰ بتوں کی پرستش کے جنون کے باوجود عربوں میں یہ نام بھی ذاتِ واحد کے لئے مخصوص تھا۔ اگرچہ بتوں کی محبت اور شوقِ پرستش نے اس کی جانب سے بے پرواہی کی وبائے عام کو پھیلا دیا تھا۔

علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ "اللہ" کی اصل "الالٰہ" تھا۔ الف۔ لام۔ تعریف خاص کا ہے

"اِلٰہ" معبودِ مطلق کو کہتے ہیں۔ اَلْاِلٰہ کے معنے اس لحاظ سے مختلف بیانات اور ترکیبوں سے یہ لکھتے ہیں کہ: خاص معبود۔ ایسا معبود جو تمام صفات کاملہ کا جامع اور تمام خوبیوں سے موصوف مشابہت، ممکنات اور مناسبت و ترکیب و تعدد سے بالاتر۔ ممتاز ذاتِ واحد جس کے تصور حقیقت اور کنہ کے دریافت کرنے سے عقولِ انسانی حیران و ششدر جس کی طرف تضرع کے ہاتھ کل مخلوق کے آڑے وقت اور مصیبت کی گھڑیوں میں خود بخود اُٹھ جاتے ہیں۔ سارے جہان اور اہلِ جہان کا مامن و ملجا اور ماوی۔ اصلی اور حقیقی تسکین و طمانیت کا موجب وغیرہ یہ تمام اوصاف جو حقائقِ برحق کیلئے مناسب موزوں ہیں۔ اُن سب کے سب کا اسم "اللّٰہ" جامع ہے۔ اور اسی لئے قرآنِ کریم نے اس اسم گرامی سے ابتدا کی ہے جیسے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ فاتحہ) تمام قسم کی حمد و ثنا کے لائق اللّٰہ ہے جو رب عالمین ہے

"اللّٰہ" کے اسم میں یہ خوبی بھی ہے کہ اسکے چاروں حروف ا۔ ل۔ ل۔ ہ میں سے اگر ایک ایک گراتے جاؤ تا ہم وہ اسم ذاتِ خاص ہی دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہ "اللّٰہ" کے لئے قرآن نے یوں بیان کیا یا اس کا تعارف بنعل سے کرایا ہے۔" اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ سورۃ رعد رکوع اول (اللہ۔ وہ ہے جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جیسے کہ تم اُن کو دیکھتے ہو اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کیا یا تمہاری خدمت میں لگا دیا)

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً سورہ روم رکوع ۶
اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو ضعف سے (ضعیف شئی منی یا نطفہ ہے) اور بنایا کمزوری کے بعد طاقتور۔

اب اگر اللّٰہ میں سے الف گرا دیجئے تب بھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت عامہ پر لِلّٰہ کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ قرآنِ کریم نے اس کو یوں پیش کیا ہے۔ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (اللہ کا ہی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اللہ کے تابع

فرمان ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں) اس کے بعد اگر ایک لام کو بھی نکال دیا جائے تو "لَہٗ"
رہ جاتا ہے جو اس کی ذات اور ملکیت کے قائم رکھنے کا ذریعہ رہتا ہے۔ قرآن نے اس کا راز یوں ظاہر کیا
ہے۔ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ط سورہ تغابن رکوع اول لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ ط
سورۃ قصص رکوع ۷۔ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ سورۃ شوریٰ رکوع اول) اسی کا ملک
ہے اور اُسی کے لئے حمد و ثنا واجب ہے وہی اول و آخر میں حمد و ثنا کے لائق ہے۔ اُسیکا ہے جو کچھ آسمانوں
اور زمینوں میں ہے)

اگر "لَہٗ" کے لام کو بھی نکال دیا جائے تو صرف "ہٗ" سے بھی وہی مطلب ادا ہوتا ہے جیسے کہ قرآن نے
اسکو یوں ظاہر کیا ہے۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ط سورہ حدید رکوع اول
(وہ اللہ ہے جسنے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام میں پیدا کیا) هُوَ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ط سورۃ
قصص رکوع ۷۔ (وہ اللہ ہی جسکے سوا کوئی معبود ، محبوب ، مطلوب اور مقصود نہیں ہے)

یہ سب وہ اُمور ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم ذاتِ واحد خالقِ کل مالک الملک کو اصلی حقیقی
طور پر ظاہر کرتا ہیں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ اسلئے خدا تعالیٰ کی واقفیت حاصل کرنے کیلئے قرآن کریم کی تلاوت کی کسقدر ضرورت ہے
ای پڑھنے والے! ای سننے والے!! دنیا کی زندگی کے سانس چند روزہ ہیں اسلئے انکو غنیمت جانکر
اُسکی واقفیت اور اسکا علم سب سے پہلے ضروری جو اس کائنات کا موجد اور خالق حقیقی ہے دیکھو اسکا قرآن
کیسے عمدہ اور پیارے الفاظ میں تعارف کراتا ہے۔ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ
سورۃ اعراف۔ (تم کو پیدا کرکے بہ تدریج تمہاری پرورش کرنیوالا تو وہ اللہ ہے جسنے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا)
یعنے قرآن ہی خالق حقیقی کا پتہ دیا۔ قرآن ہی انسان کی پیدائش کا مقصد بیان کیا اگر اپنی زندگی کے
مقصد سے آگاہی حاصل کرنا ہے تو معبود مطلق کے بتائے ہوئے راستہ اور اسکی نازل کئے ہوئے قرآن سے محبت کرو اسکو پڑھو
اُسکا مطلب سمجھو اور اسکی ہدایت پر عمل کرو جو در اصل کامیابی کی راہ اور فلاح کا ذریعہ ہے۔

علم اور جہل

(مولانا مناظر احسن گیلانی • پروفیسر جامعہ عثمانیہ)

یا تو علم صحیح ہے یا جہل، لیکن جہل یقیناً صحیح نہیں ہو سکتا، اس لئے علم ہی صحیح ہے۔
علم قرآن کا نام ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ جہل ہے اب تم ان دونوں میں سے جسکو چاہو اختیار کرلو۔

کائنات کے پیچ در پیچ اور باریک سے باریک قوانین کو کون سمجھ سکتا ہے۔ اور پھر اگر قرآن کو تم نے چھوڑ رکھا ہے تو تم سے زیادہ تاریکی میں کون ہے — کوئی نہیں —
یاد رکھو کہ "ایک یا پھر ہر ایک" سے تمہارا سابقہ ضروری ہے، مگر ہر ایک کو تم پکڑ بھی نہیں سکتے کیونکہ یہ لاتعداد اور لاانتہا کا احاطہ ناممکن ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ایک کو پکڑو اور وہ ایک ہی ایسا ہے جس کے پکڑنے سے سب گرفت میں آجاتے ہیں۔
خیال کرنے کی بات ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کو کہا جاتا ہے۔
لَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ تو پھر اس ایک کو چھوڑ کر دوسرں کا کہاں ٹھکانا ہے۔

تمہارے ہر کام میں علم اور جہل پنہاں ہے پس اگر تم کو کوئی کام کرنا ہے تو قرآن کی خدمت کرو جو مومن ہو چکا ہے۔ اس پر قرآن کو لازم کرو اور جو مومن نہیں ہوا ہے اس کو مومن بناؤ۔
تم کو اگر گورنمنٹ سے لڑنا ہے تو قرآن مجید کی تعلیم کیلئے لڑنا چاہئے اور کہنا چاہئے کہ کالج واسکول کے ذریعہ سے جہاں جہل کی چیزیں لازمی ہیں وہاں ایک علم کی چیز قرآن کی تعلیم بھی لازمی کرو۔
اور اگر ان میں سے کوئی مسلمانی کا دعویٰ کرتا ہے تو اس سے کہو کہ قرآن کی تعلیم سے بے اعتنائی برتنا کسی طرح روا نہیں کیونکہ بغیر قرآن کے مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا۔

قرآن اور تحریک قرآن

(مولانا شاہ محمد عبد الحامد قادری بدایونی)

یہ ایک حقیقت مُسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام سے قبل ہر قوم اور ہر ملک کیلئے ایک نہ ایک پیام بھیجا۔ مگر یہ کیونکر ممکن تھا کہ رب العلمین کی ہدایت و بشارت اور اُس کی رحمت کسی ایک خاص جماعت، مخصوص ملت و قوم کے ساتھ متعلق ہو کر محدود ہو جاتی۔

ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق خدائے برتر نے اپنا پیام ظاہر فرمایا مگر عام طور پر انسانوں نے خدا کے اس کلام اور پیام کو یا تو بھلا دیا یا ترمیم و تحریف کر ڈالی۔ اب ضرورت تھی کہ ابر رحمت یکساں طور پر برسے اور ایسا مکمل اور آخری کلام نازل ہو جس کی حفاظت کا ذمہ خود قدرت کے ہاتھوں میں ہو۔

قرآن حکیم چونکہ انسانوں کیلئے ہے اسلئے اُس نے سب سے پہلے یہی دعویٰ کیا کہ انسانی فطرت سب سے اعلیٰ ہے برعکس اسکے مذاہب عالم کی دوسری کتابیں اپنی موجودہ حالت میں فطرت انسانی کو مائل بہ بدی قرار دیتی ہیں محل تعجب ہے کہ عالم موجودات کے معمولی معمولی ذرات تو مکمل فطرت سے مشرف ہوں اور انسان جو حالیہ سائنس کی رُو سے بھی کائنات کا ملخص ہے اُس کی متعلق یہ یمان رکھا جائے کہ اسکی فطرت پست ترین ہے اور اگر وہ ازل میں اعلیٰ تھی تو وجود میں آنیکے بعد بگڑ گئی۔ قرآن مجید نے کھلے ہوئے الفاظ میں اعلان کر دیا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔

مسلمان ہوں یا اقوام عالم سب کیلئے یہی ایک کلام ہے جو رشد و ہدایت کا ضامن اور کفیل ہے جیسا کہ اس نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے دنیا کی سب سے زیادہ گری ہوئی اور بدتر قوم کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ حقیقت ہے کہ اسکی موجودگی میں امن عالم مفقود ہے، قومیں تباہ حال ہیں اور مسلمان سرگشتہ و حیران۔

حضرت ختمی مرتبت نے فرمایا تھا کہ دو چیزیں تمہارے اندر چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن دوسرے آل۔ الحمد للہ کہ

قرآن حکیم آج تک وعدہٴ الٰہی کے مطابق اپنی اصلی شکل و صورت میں باقی ہے۔ اور اس شان کے ساتھ صفحہٴ ہستی پر دُنیا کی کوئی مذہبی کتاب بے دخل و غش باقی نہیں۔ یہاں تک کہ اگر ساری قوتیں مل کر بھی اس کو مٹانا چاہیں تو ناممکن ہے کیونکہ قلوب اس کے حامل اور امین رہیں گے۔

ہاں ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں نے اسی قرآن حکیم کی بدولت عالم میں تلاطم برپا کر دیا تھا۔ دارالسلام بغداد کے پرسکوت در و دیوار کو دیکھو، مصر و شام کے عبرتناک کھنڈرات پر نظر ڈالو، وادیٔ بطحا کے ریگزاروں سے دریافت کرو۔ اُن حدیخوانوں، شتربانوں کو یاد کرو جنہوں نے قرآن کریم کی بدولت دنیا کی شہنشاہیوں کی بساط اُلٹ دی۔ قرطبہ و غرناطہ کی یادگاریں کہتی ہیں کہ ہمارے مکینوں نے جو کچھ کیا قرآن اور فقط قرآن ہی کی اتباع کی بدولت کیا اور جب سے مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تو زمانہ نے بھی انکو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔

اس بیسویں صدی عیسوی میں ہر علم و فن کی تعلیم کو سہل بنایا جا رہا ہے اور آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ جملہ علوم کی طرف تو ہر شخص نے اپنی تمام توجہات کو منعطف کر رکھا ہے مگر حیف ہے کہ نہیں سعی کی جاتی تو صرف قرآن حکیم کے لئے۔

مسلمانوں کی تعلیم گاہوں میں، مسلمانوں کے ہاتھوں، مسلمانوں کے روپے سے مسلمان بچوں کیلئے بیہودہ، بسا اوقات مخرب اخلاق قصے کہانیاں پڑھا کر انکی ذہنیت کو تباہ کیا جاتا ہے۔ کاش قرآنی قصص و حکایات حکیمانہ اقوال، اخلاق کی تعلیم سے لبریز آیات جس سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے اُن کے ذہن نشین کئے جائیں تو ابتدا سے ہی بچے قرآن کریم کی طرف مائل ہو جائیں۔ اُن کے ذہنوں میں اُن قصص و حکایات کی بدولت دنیا کی پُرانی تاریخ۔ مد و جزر۔ اور ہر قسم کی تعلیمات آ جائیں۔ یہ اسلئے بھی کہ اوائل عمر کی تعلیم کا اثر اخیر عمر تک رہتا ہے۔

حکایات وغیرہ کے علاوہ کئی اور طریق ہو سکتے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآنی الفاظ کے سادہ اور سلیس معانی دلچسپ طریقہ سے ذہن نشین کئے جائیں اور وہ بچوں کو یاد کرائے جائیں تا کہ وہ اُن الفاظ کی بدولت عبارت میں مرور سکیں جہاں کہیں وہ الفاظ آئیں گے وہ معنی کو آسانی سے سمجھ سکیں گے۔

یہاں میں صدیقی الافاضل جناب مولانا ابو محمد مصلح صاحب کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے تحریک قرآن کے ذریعہ تنہا اس علم کو بلند کیا ہے اور مختلف طریقوں سے اسکے نتائج کو ٹھوس، دور رس اور ہمہ گیر بنا دیا ہے۔

"تحریکِ قرآن مجید نے حیدرآباد اور ہندوستان میں خموشی کے ساتھ جڑ پکڑ لیا ہے اور اس کے شرکاء میں مقدس اور مشہور ہستیاں شریک ہو چکی ہیں۔ اور معلوم نہیں مولانا نے اس سلسلے میں کس قدر لٹریچر اب تک کروڑوں ہاتھوں تک پہنچا دیا ہے۔

"ترجمان القرآن" اسی مقدس تحریک کا ترجمان ہے جو اپنے رنگ کا غالباً تمام عالم اسلام میں واحد رسالہ ہے ہماری دلی دعا ہے کہ رب العزت تحریک قرآن کو قبول فرمائے۔ اور مسلمان اس اصل الاصول کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ اگر اس نازک دور ابتلا میں بھی مسلمان بیدار نہ ہوئے اور انہوں نے قرآن کریم کی تعلیم کو اپنا شعار نہ بنایا تو قانون ارتقا کے مطابق وہ جلد از جلد صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائیں گے۔

بلاشبہ یہی وہ نورانی قندیل ہے جسکی مدد سے دنیا کی تاریک اور دشوار گزار گھاٹی کو عبور کیا جا سکتا ہے اور مسلمان کامیابی و کامرانی قرآن پر عمل کرنے سے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

کاش مسلمان اس کے معنی پر غور کریں تو انہیں پتہ چل جائے کہ اس کتاب مقدس میں دین و دنیا دونوں موجود ہیں اور وہ قرآنی برکات صرف اسی طرح حاصل کر سکتے ہیں جو کہا گیا نہ کہ قرآن پاک کو طاقوں کی زینت بنائے رکھنے اور رسمیات میں مبتلا رہنے سے۔

ہاں اے مسلمانو!

اٹھو، قرآن کریم کو مضبوطی سے ہاتھ میں لو اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عزم صمیم کر لو۔

تم نے اس کے ذریعہ دنیا کی کایا پلٹ کی مگر اب تم اپنی ہی زندگی میں اس کے ذریعہ تبدیلی و زندگی پیدا کرو قرآن کریم کی تعلیم کو ہر گھر میں جاری کرو، تمہارے بوڑھے، جوان، بچے، عالم جاہل غرض ہر فرد مسلم قرآن پاک کی تعلیم کو اپنی زندگی کا جزو بنائیں۔ پھر دیکھو مختصر سی مدت میں کیا ہوتا ہے۔

اور ہر شخص کا امتحان لیا کریں اور جس کو قرآن کی کوئی آیت یاد نہ ہو اس کو سزا دیں۔

دار الخلافت سے جو مقامات دور تھے ان کیلئے بھی انتظامات تھے شام میں حمص، دمشق اور فلسطین کے اندر مدرسین مقرر تھے جن کا کام درسِ قرآن کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اسیطرح نو مسلموں کیلئے بھی انتظام تھا کہ ان کو قرآن مجید کی تعلیم دی جائے۔

اللہ اللہ وہ بھی کیا دور تھا جب کہ بڑی بڑی ملازمتوں کا ملنا بھی قرآن مجید کے علم پر موقوف تھا اور جب درخواست کرنیوالے سے قرآن کی سند مانگی جاتی تھی۔ آپ رضؓ کا دستور تھا کہ جب کوئی ملازمت کا طالب آتا تو اس سے پوچھتے کہ تجکو قرآن بھی یاد ہے چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص آیا اور کسی ملک کی حکومت کا طالب ہوا۔ آپ رضؓ نے پوچھا کہ تو نے قرآن بھی پڑھا ہے؟ اُسنے کہا نہیں فرمایا کہ جا قرآن پڑھنے کے بعد آنا۔ اس لئے کہ تجکو قرآن کے موافق حکم کرنا ہوگا جب قرآن نہیں پڑھا تو حکومت کیونکر کر سکیگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکومتِ الٰہی کے علمبردار تھے اسلام و قرآن کی رُوح سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ ہر مسلمان قرآن کا پیامی اور اسلام کا سپاہی ہے یہی سبب ہے کہ آپ کے عہد میں ہر فوجی جوان کیلئے بھی قرآنِ مجید کی تلاوت اور مطالعہ ضروری تھا۔ مجاہدین کے ایمان میں جو تازگی اور دین کی حرارت اس سے پیدا ہو سکتی ہے اسکا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

عہدِ فاروقی رضؓ میں جسطرح ہر مسلمان بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کو خدا کا سپاہی بنا لیا جاتا اور بیت المال سے اسکے نام کا وظیفہ مقرر ہو جاتا۔ اسیطرح ابتدا میں قرآن سیکھنے والوں کے روزینے بھی مقرر تھے۔

ابتدائے عہدِ خلافت میں تو آپ نے حکم دیدیا تھا کہ قرآنِ مجید کے سوا کوئی حدیث بھی بیان نہ کرے آپ رضؓ کا قول تھا کہ ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ درحقیقت یہ سب اس بات کا نتیجہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو ایسی ہی تعلیم ملی تھی خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئس ۲۳ سالہ زندگی قرآن کے سوا اور کیا تھی اور پھر جب آپ صلعم دنیا سے تشریف لے گئے تو اللہ کی حفاظت میں اور کس چیز کو چھوڑ گئے۔

قرآنِ کریم کا اندازِ کلام

(مولوی محمد عبدالقادر صدیقی نائب منتظم دفترِ نظامت سررشتہ علاج حیوانات سرکارِ عالی)

مثل مشہور ہے کہ درخت اپنے پھل سے اور آدمی اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے اور یہ بات عملی زندگی میں مسلم الثبوت حقیقت مانی جاتی ہے۔ اس اصل کی روشنی میں قرآنِ کریم کے اندازِ کلام کو ذرا بھی بچشمِ انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ آوازِ خالقِ کائنات اور خالقِ فطرت کی ہے جس کی وجہ سے اس کی طرف دل اس طرح کھنچ جاتا ہے جیسے مقناطیس سے لوہا۔ لوگ گھبراتے ہیں کہ قرآن کی عبارت عربی ہے جو عام فہم نہیں اس میں باہمی کوئی ربط نہیں مضامین سلسلہ وار نہیں۔ کتاب ابواب و فصول میں منقسم نہیں لیکن بادنیٰ تامل یہ باتیں حد درجہ ناقابلِ وثوق اور ناقابلِ اعتنا ہو جاتی ہیں بات اصل میں یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے کو اس کتاب کے متعلق چنان و چنین میں ڈالا اور اپنی فہم و فراست سے قید و بند میں جکڑنا ضروری سمجھا انہوں نے اس امر کو سمجھا ہی نہیں کہ خالق و مالک کا اپنی مخلوق و مملوک سے کیا راز و نیاز ہے؟ کیا تعلق اور کیا پیار ہے؟ کیا کوئی شخص اپنے کسی عزیز و قریب کو خط لکھتے وقت اس بات کا لحاظ رکھتا ہے کہ اس میں لایعنی تکلفات کے الفاظ مستعمل ہوں اور ایسا رنگ اس میں پیدا ہو جو بالعموم اپنے مقابل یا حریف سے مخاطب ہوتے وقت ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ جس کا منشا یہ ہے کہ وہ ہم سے ہماری رگِ جان سے بھی قریب ہے جب ہم اس کی صفات کی جانب توجہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمیع ہے یعنے وہ اپنے بندوں کی باتوں کو ہمیشہ سنتا ہے بصیر ہے وہ افعال و اعمال و اقوالِ انسانی کو ہمیشہ دیکھتا ہے وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ عالم الغیب ہے۔ قدیر ہے ہمیشہ اپنے بندوں کے لئے اپنی قدرت نمائی کا جلوہ دکھاتا ہے۔ یہاں تک حدیث شریف صحیح میں وارد ہے کہ انسان نوافل پڑھتے پڑھتے خدا کے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاؤں ہو جاتا ہے،

جن سے وہ چلتا ہے آنکھیں ہوجاتا ہے جن سے دیکھتا ہے ہاتھ ہوجاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے۔ غرضکہ مصداق اس شعر کا ہوجاتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازآں من دیگرم تو دیگری

ہر انسان معناً اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے پس ایسے مقرب کیلئے حجاب و پردہ کی قید، تکلفات و تصنعات کی پابندیاں ظلم عظیم نہیں تو اور کیا متصور ہوسکتا ہے جسطرح ماں باپ اپنے بچوں سے تنزل اختیار کرکے ہمکلام ہوتے ہیں۔ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر خدائے تعالیٰ اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے لیکن اس کلام میں ندرت یہ ہوتی ہے کہ وہ بجائے خود اتنا پر حکمت و پر معرفت ہوتا ہے کہ اس سے ہر استعداد کا انسان اپنی اپنی فہم و سمجھ کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے اس کے کئی ظواہر ہوتے ہیں اور کئی بواطن۔ جنکے تفصیلی اظہار کی اس جگہ گنجائش نہیں۔ غرض اس روشنی میں قرآن کریم کو دیکھا جائے کہ ایک مالک نے اپنے غلاموں کے نام ہدایت نامہ بھیجا ہے اور اس عشق و محبت کو مدنظر رکھا جائے جو عبد و معبود میں لابدی ہے تو طرز کلام قرآن نہایت دلکش و دلنشین پیرایہ اختیار کرتا ہے اور حق یہ ہے کہ یہی حق اور درست ہے۔

ایک اور امر لائق لحاظ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے اس کا کلام بھی لامحدود اثر رکھتا ہے اس پر بھی ہم اپنے عقلی ڈھکوسلے اور ذہنی قواعد و ضوابط استعمال کرنا شروع کریں تو یہ ایک نہایت فاش غلطی ہوگی۔ اس کتاب کو نازل ہوکر ساڑھے تیرہ سو برس ہوتے ہیں۔ اس کی پیروی سے کتنے اولیاء کتنے اقطاب کتنے برگزیدگان بارگاہ ایزدی ہوئے اس کی تفصیل بے ضرورت ہے کیونکہ یہ بزرگان دین تبلیغ حق کے فریضہ کو ادا کرتے ہوئے تمام روئے زمین پر پھیل گئے اور مختلف اقطاع عالم میں ان کے مزارات وخانقاہیں اس امر کا کھلا ثبوت ہیں کہ ان کی پاک زندگیاں ان کے پاک جذبات ان کے نمایاں کارنامے بیش بہا کامیابیاں اخلاقی فتوحات سب کی سب محض اس وجہ سے تھیں کہ ان کی گردن قرآن کے جوئے

کے نیچے تھی۔ یہ دلیل بھی اس امر پر ہے کہ قرآن کریم پر بے ترتیبی و بے ربطی و عدم مفاہمت کا الزام ہرگز درست نہیں۔ اس زمانہ میں بھی بندگانِ خدا ایسے ہیں جو اپنے وجود باجود سے قرآنی تعلیم و عظمت کو ثابت کر سکتے ہیں۔

غلطی ہماری ہے اور بیشک و بے خطا ہم غلط راستہ پر جا رہے ہیں۔ ہماری ذہنیت قرآن کی نسبت نہایت پست ہو گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا ماحول سائنس و فلسفہ کے اعتراضات سے اس قدر مرعوب ہے کہ وہ یہ ہا ہو کر جواب دینے میں حد درجہ متامل نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ بالکل صاف ہے قرآن چھوڑا گیا۔ فہم قرآن جاتا رہا۔ آنکھ بند کر لینے سے تاریکی کا آنا لازمی ہے۔ روشن آفتاب خفتہ انسان کو کوئی روشنی نہیں پہنچا سکتا۔ ہم نے اپنے دلوں کو قرآن سے موڑ لیا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دوسری تعلیموں نے اس کی جگہ لے لی۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز خالی ہو گئی ہے دوسری اس کی جگہ لیتی ہے اسی لئے فلاسفر کہتے ہیں نیکی سے انحراف کر لیا جائے تو معاً بدی کی عملداری شروع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ بدی بدی کو کھینچتی ہے اور نیکی نیکی کو۔ ایک شاعر کیا خوب کہتا ہے:-

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

کبوتر با کبوتر باز با باز

مسلمانوں کے ادبار و نکبت کی محض یہ وجہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ اب قرآن کو یا تو قسم کھا لینے کے لئے استعمال کرتے ہیں یا سوم یا دہم یا چہلم میں میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے برتتے ہیں اگر بہت کچھ ہوا تو یہ کر لیتے ہیں کہ جس وقت کوئی مرنے لگے تو کسی یٰسین خواں کو بلوا کر سورۂ یٰسین پڑھوا دی تاکہ اس کا دم فوراً نکل جائے کیونکہ اس کی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ یٰسین شریف صرف اسی وقت پڑھی جاتی ہے جبکہ زندگی کی کوئی امید نہ ہو۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ قرآن کو پڑھتا قرآن کو سمجھتا۔ قرآن پر عمل کرتا تو دیکھتا کہ اس کی جاہ و وجاہت میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی ہے

یا نہیں۔ جیسا کہ سلف صالحین نے ترقی کی یہ بھی ترقی کرتا اور اپنے اسلاف کا صحیح معنوں میں خلف الرشید ہوتا ہے۔ یہ حقیقت کم و بیش میرے نزدیک آفتاب جیسی روشن ہے کہ قرآن کریم میں ایسی تعلیم موجود ہے جو ہر بچہ ہر بوڑھے ہر جوان ہر لڑکی ہر عورت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ تمدن و معاشرت کا بہترین اساس سیاست مدن روحانیت اتم کا بکلی لحاظ ہے۔ سردست میں اسی پر زور دوں گا کہ یا ہر سے قرآن سے متنفر نہ ہو جاؤ۔ بلکہ اندر داخل ہو کر مشاہدہ کرو کہ آجکل کی مسموم ہواؤں اور وباؤں کا علاج بتایا گیا ہے یا نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے خدا کی کتاب بس ہے۔ قرآن خود فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بطور وعید حسرت کا فرمائیں گے کہ افسوس کہ میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ

قرآن کا مقام اول علم باری تعالیٰ ہے، پھر لوح محفوظ پھر قلب مطہر جناب خاتم الانبیا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم!۔

قرآن کی عظمت کا اس سے اندازہ لگانا چاہئے کہ یہ جس کا کلام ہے وہ خود کیسا ہے ؟ ؟ ؟

انسان جس طرح خلاصہ کائنات ہے اسی طرح قرآن انسان کے پیدا ہونے کی غرض و غایت کا ملخص ہے اور بغیر اس کے انسان حیوان سے بھی بد تر ہے۔

پس اذرا انسان اپنی ہستی پر غور کرے اور قرآن سے اپنے انکار کو دیکھے اور اس کے انجام کو سوچے۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ

عبدیتِ الٰہی

قرآنی قصے

اصحاب کہف

قرآن مجید کا یہ عجیب و غریب قصہ ہے۔ خدا کے سچے پرستار اپنا ایمان کس طرح محفوظ رکھتے ہیں اور اپنے معبود کے ساتھ اپنی عبدیت کے رشتے کو قائم رکھنے کیلئے کس طرح سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں پھر ان کا آقائے حقیقی انکی کس طرح امداد فرماتا ہے یہ سب کچھ اصحاب کہف کے قصے میں موجود ہے۔

اس قصے کے محیر العقول نتائج میں سے ایک نتیجہ یہ بھی ہے جسکو قرآن مجید میں حضرت باری تعالیٰ عز شانہ نے فرمایا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا۔ اس طرح ہم نے انکی قوم کے لوگوں کو مطلع کر دیا تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت کے آنے میں کچھ بھی شبہ نہیں۔ مس یر

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا

اے صاحب قرآن کیا تو ایسا خیال کرتا ہے کہ غار اور کتبے والے یعنی اصحاب کہف ہماری قدرت کی نشانیوں میں ایک عجیب نشانی تھے؟ یہ کیا دنیا کے معمولی واقعات اور معمولی مخلوق سے بھی ہماری قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہیں۔"

"ایک زمانے میں چند نوجوان غار میں جا بیٹھے اور دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر اپنی جناب سے رحمت نازل فرما اور جس ارادے سے ہم یہاں پوشیدہ ہوئے ہیں اسمیں کامیاب فرما۔

ہم نے انکی دعا کو قبول کیا اور کئی برس تک اس غار میں انکو سلائے رکھا۔ پھر اسکے بعد ہم نے انکو جگایا تاکہ انکے سونے کی مدت ظاہر ہو جائے۔

اصحاب کہف کا قصہ

اصحاب کہف کے قصے کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝ هٰۤؤُلَاۤءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَیُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝

اے صاحب قرآن! اصحاب کہف کا قصہ ہم تم سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ چند نوجوان تھے جو صدق دل سے اپنے پروردگار پر ایمان لائے اور ہم نے بھی ہر روز ان کی ہدایت میں زیادتی ہی کی۔ ان کے دلوں پر استقلال کی گرہ لگا دی کہ جب ان کو غیر خدا کی پرستش پر مجبور کیا جانے لگا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا اور ہجرت پر آمادہ ہو گئے کہ ایسی بستی میں رہنا بھی گناہ ہے جس میں خدا کی نافرمانی پر مجبور کیا جائے ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو زمین و آسمان کا پروردگار ہے۔ لہٰذا ہم تو اللہ کے سوا ہرگز ہرگز کسی کا کلمہ نہیں پڑھیں گے کیونکہ یہ بڑی ہی بیجا بات ہے۔"

افسوس ہے ہماری قوم کے لوگوں پر جنہوں نے خدا کے سوا اور معبود اختیار کر رکھے ہیں حالانکہ ان کے معبود ہونے کا یہ لوگ کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے اور حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہ بڑا جھوٹا بہتان ہے اس لئے ان لوگوں سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں۔"

بہرحال ان نوجوانوں نے ان حالات کے تحت آپس میں طے کیا کہ جب ہم اپنی قوم کے لوگوں سے اور خدا کے سوا جن کی یہ لوگ پوجا کرتے ہیں ان سے بیزار اور کنارہ کش ہو چکے ہیں تو اس بستی کو چھوڑ دیں اور چل کر کسی غار میں پناہ لیں، ہمیں ہمارا پروردگار اپنی رحمت سے ڈھانپ لیگا اور ہمارے لئے سہولت کے سامان مہیا کر دیگا۔

دقیانوس بادشاہ

کہتے ہیں کہ ملک روم کے دقیانوس بادشاہ نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اس کی بادشاہت میں بتوں کی پرستش کا عام رواج تھا اس نے ایک دوسرے ملک کے چند شہزادوں کو غلام بنا رکھا تھا اور مجبور کرتا تھا کہ یہ بھی اس کے سامنے سر جھکائیں مگر ان توحید پرست شہزادوں نے آپس میں صلاح کی کہ کسی دوسرے مقام کو ہجرت کر جائیں جہاں اپنے پیدا کرنیوالے معبود برحق

کی دل کھول کر آزادی کے ساتھ عبادت کر سکیں۔

دقیانوس ایک دن تخت پر بیٹھا خدائی کا دعویٰ کر رہا تھا اور لوگ اس کے سامنے سجدہ بجا لا رہے تھے کہ اتنے میں ایک بلی اوپر کو دی دقیانوس چونک پڑا اور ڈر گیا۔ شہزادوں نے دل میں کہا اگر یہ ملعون خدا ہوتا تو اپنی مخلوق بلی سے کیوں ڈرتا۔

اسی طرح ایک دن بر سر دربار ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں نمودار ہوا اور دقیانوس سے کہنے لگا کہ اے ملعون اگر تجھ کو خدائی کا دعویٰ ہے تو سب سے ادنیٰ جانور مکھی ہے اس کو پیدا کر دے تو ہم سمجھیں کہ تیرا دعویٰ حق ہے۔ دقیانوس نے بہانہ کیا اور کہا کہ ہم ایسا حقیر جانور پیدا کرنا پسند نہیں کرتے۔ فرشتے نے جواب دیا کہ خالق کل شئی نے اس کو جو پیدا کیا ہے تو اس میں یہی حکمت ہے کہ خدائی کے جھوٹے دعویداروں کا اس کے نہ پیدا کر سکنے سے عجز ظاہر ہو۔ دقیانوس نے یہ سنکر ندامت سے سر جھکا لیا۔

ہجرت شہزادے ایماندار تھے ان کے ایمان میں ان واقعات سے اور بھی زیادتی ہوتی گئی اپنے کئے ہوئے عہد کے مطابق آخر ایک دن بادشاہ کے ساتھ گیند کھیلتے کھیلتے گھوڑا بڑھا کر دور نکل گئے شام کا وقت تھا کسی کو کچھ خیال نہ ہوا اور یہ رات بھر چل کر صبح کے وقت ایک پہاڑ کی کھوہ میں داخل ہو گئے چونکہ گھوڑے سے اتر کر پیدل چلے تھے اس لئے تکان ہو کر چور چور تھے نیند نے غلبہ کیا اور تھک کر ایک غار میں سو رہے۔

عجیب و غریب معاملات کا اظہار وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ

يَرْجُمُوكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا

اور جس طرح سے ہم نے اپنی قدرت سے اُن کو سُلادیا تھا اسیطرح جگا اُٹھایا بھی تاکہ آپس میں پوچھ گچھ کریں" چنانچہ جاگنے کے بعد اُنہیں میں سے کسی نے کہا بھائیو تم لوگ غار میں کتنی مدت تک رہے انہوں نے جواب دیا کہ ہم بہت رہے ہونگے تو ایک دن یا اس سے بھی کم۔ مگر اسکا فیصلہ نہ ہوسکا اور آخر کار اللہ کی طرف رجوع ہوئے یعنی اس بات کا اقرار کیا کہ اس بات کو ہم نہیں جانتے خدا ہی جانتا ہے کہ ہم لوگ کتنی مدت سے اس غار میں ٹھہرے ہوئے ہیں"۔

چونکہ یہ لوگ بہت طویل مدت تک سوئے تھے اسلئے بیدار ہوئے تو بھوک کا شدید غلبہ تھا اسلئے فیصلہ ہوا کہ اب اپنے میں سے ایک شخص کو سکہ دیکر شہر کی طرف بھیجنا چاہئے تاکہ بقدر ضرورت اچھا کھانا لیکر چپکے سے چلا آئے اور کسی کو ہماری خبر نہ ہونے پائے کیونکہ اگر ہماری قوم کے لوگ ہماری خبر پاجائیں گے تو آکر سنگسار کردینگے یا پھر اپنے دین میں لوٹانے کیلئے سختی کرینگے اور اگر ایسا ہوا تو ہم ہرگز فلاح کو نہیں پاسکیں گے۔

بہر حال ان میں ایک شخص جسکا نام یملیخا تھا وہ سکے لیکر کھانا لانے کو روانہ ہوا مگر ہر چیز اس کیلئے نئی تھی راستے مکانات کوئی بھی پہلے جیسے نہ تھے، شہر کے دروازے پر پہنچا تو لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ عیسیٰ رسول اللہ اور شہر میں داخل ہوا تو بتخانوں کی جگہ پر کلیسا نظر آئے دو شخصوں کو دیکھا کہ ایک بحرمت مسیح اور دوسرا اللہ کی قسم کھا رہا ہے اور کچھ لوگ انجیل مقدس کی تلاوت کررہے ہیں بے دینی کی جگہ پر دینداری کا چرچا ہے۔

یملیخا بار بار آنکھوں کو ملتا اور خیال کرتا کہ کہیں میں خواب میں تو نہیں ہوں آخر ایک رات میں اتنا بڑا انقلاب عظیم کیونکر ہوگیا۔

اس حال میں ایک نانبائی کی دکان پر گیا پہلے پوچھا کہ اے بھائی تمہارے بادشاہ کا کیا نام ہے اس نے کہا عبدالرحمن یہ سنکر یملیخا بہت خوش ہوا اور کہنے لگا اگر تو سچ کہتا ہے تو بیشک توحید پرست ہے۔ یہ درہم لے اور اسکے بدلے مجھکو کھانا دیدے نان پز نے جب درہم لے تو دیکھا کہ وزن بھی اس کا زیادہ ہے اور کسی سابق زمانہ کا ہے نان پز بولا کہ اے شخص تو نے شاید قدیم زمانے کا خزانہ کہیں سے پایا ہے میں اس کی خبر بادشاہ کو کرتا ہوں یملیخا نے کہا نہ تو میں نے خزانہ پایا ہے

کسی غیر کا مال چھین لیا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ میں نے اپنی کھجوریں بیچی تھیں اس کی قیمت کے یہ درہم ہیں اور اس بات کو ابھی
کچھ مدت بھی نہیں ہوئی، تیسرا دن ہے کہ میں اس شہر سے نکلا ہوں اور لوگوں کو دقیانوس بادشاہ کی عبادت کے لیے پوچھا گیا
نانبائی نے خفا ہو کر کہا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے دقیانوس کو مرے ہوئے تین سو نو برس گزر چکے ہیں اور ایسے
ظالم کا تو نام لیتا ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اس بحث میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور آخر کار یملیخا سلوس قاضی
کے پاس حاضر کیا گیا قاضی نے واقعہ سنا تو اسکو بھی یہی گمان ہوا کہ یہ کہیں سے پرانے زمانہ کا خزانہ لایا ہے یملیخا نے اس
سے انکار کیا اور کہا کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں اور فلاں محلے میں مکان ہے قاضی نے دریافت کیا تو اسکا کچھ پتہ نہیں
چلا آخر کار یہ معاملہ بادشاہ تک پہنچا، بادشاہ کو بھی یہی خیال گزرا کہ اسنے دقیانوس کے وقت کا کوئی خزانہ پایا ہے
اسلئے اس نے بھی یہی کہا کہ تجھسے ہم سارے کا سارا خزانہ نہیں چھینتے اس میں سے صرف پانچواں حصہ لیں گے جو ہمارے
قانون کے مطابق ہے یملیخا حیران تھا کہ اسکے ساتھ یہ کیا معاملہ گزر رہا ہے بادشاہ سے بھی وہی کہا جو اب تک دوسروں
سے کہہ چکا تھا۔ بادشاہ نے پھر کہا اگر تو سچا ہے تو بتا کہ تجھے کوئی یہاں پہچانتا بھی ہے یملیخا نے کہا ہاں اور پھر ایک
ہزار آدمیوں کے نام بتا دیئے۔ بادشاہ نے حضار مجلس کی طرف دیکھا سب نے ہاتھ باندھ کر کہا یہ نام ہمارے زمانے
کے نہیں ہیں اور اب ان ناموں کا ایک شخص بھی ہمارے شہر میں نہیں ہے یہ نام اگلے وقتوں کے ہیں۔ اب گھر کی باری
آئی بادشاہ نے یملیخا کے اشارہ پر اپنے آدمی بھیجکر گھر دریافت کرانا چاہا معتمدان سلطانی ساتھ ہو لئے اور گلی
کوچہ پھرتے ہوئے یملیخا ایک حویلی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ یہ میرا مکان ہے حالانکہ اس شہر میں اس وقت
اس سے زیادہ کوئی بلند مکان نہ تھا۔ دروازے پر دستک دی گئی تو ایک نہایت ہی ضعیف سن رسیدہ جسکی پلکیں تک سفید
ہو گئی تھیں گھر سے باہر نکلا اور خلقت کا ہجوم دیکھکر گھبرایا اور کہنے لگا کہ تم لوگوں نے ہمارے گھر کو کس سبب سے گھیرا ہے
معتمدان شاہی نے حقیقت حال سے اسکو آگاہ کیا اور کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ یہ گھر اس کا ہے۔ یہ پیر مرد یہ سنکر غصہ
میں آیا اور یملیخا سے پوچھا کہ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے یملیخا نے اپنا نام بتایا تو بوڑھے نے کہا پھر تو نام لیتا ہے اسنے
پھر اعادہ کیا اس وقت شیخ بے ساختہ اسکے قدموں پر گر پڑا اور بولا کہ یہ میرا دادا ہے اور قسم کھا کر کہا کہ یہ

ان نوجوانوں میں سے ایک ہی جو دقیانوس کے خوف سے خدا کی طرف بھاگے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان
کے قصہ کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ وہ عنقریب زندہ ہوں گے۔

اس واقعہ عجیب کی بادشاہ کو خبر ملی تو وہ سوار ہو کر حاضر ہوا اور یملیخا کو دیکھتے ہی گھوڑے سے کود کر بغلگیر
ہوا اور اس کے علاوہ جو لوگ تھے یملیخا کا ہاتھ پاؤں چومتے تھے انجام کار یملیخا سے باقی ہمراہیوں کا حال دریافت
کیا تو اس نے مفصل بیان کیا اور کہا کہ وہ غار میں ہیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ اس شہر کے دو بادشاہ تھے ایک مسلمان توحید پرست اور دوسرا نصرانی تثلیث پرست
دونوں یملیخا کو لے کر اس غار پر حاضر ہوئے۔ یملیخا نے قریب پہنچ کر کہا مناسب یہ ہے کہ آپ سب لوگ ہجوم کر کے
یکبارگی غار کے اندر نہ آجائیں دور ہی ٹھہرے رہیں کیونکہ ہمارے ساتھیوں کو دقیانوس کا خوف لگا ہوا ہے ممکن ہے کہ
آپ لوگوں کو دیکھ کر وہ یہی خیال میں آئیں کہ کوئی نقصان پہنچایا ہے پہلے میں اندر جا کر ان سے سارے واقعہ کا اظہار کرتا ہوں اس کے
بعد آپ لوگوں کو بلاؤں گا۔ بادشاہوں نے اس رائے کو پسند کیا اور یملیخا تنہا غار میں پہنچا ساتھیوں نے دیکھ کر
کہا خدا کا شکر ہے کہ تو دقیانوس کے شہر سے صحیح و سالم واپس آیا یملیخا نے کہا اس بات کو چھوڑو یہ بتاؤ کہ تم
کتنی مدت تک سوتے رہے قولہ تعالیٰ لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ۔ انہوں نے کہا ہم یا تو ایک دن پورا یا ایک دن سے
بھی کچھ کم سوئے یملیخا نے کہا نہیں بلکہ تم تین سو نو برس سوئے ہو۔ دقیانوس مر گیا اب تمہارے شہر کا ایک مسلمان اور ایک
نصرانی بادشاہ ہے وہ دونوں تمہاری ملاقات کو آئے ہیں۔ سب نے کہا یملیخا کیا تم چاہتے ہو کہ ہم دنیا میں انگشت نما ہوں
اور ہماری وجہ سے فتنہ و فساد پھیلے یملیخا نے کہا آخر کیا ارادہ ہے سب نے کہا تم آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاؤ اور ہم بھی ہاتھ اٹھاتے
ہیں غرض سب نے مل کر ہاتھ اٹھایا اور جناب باری میں عرض کی خدایا ہم تجھ سے اور کچھ نہیں چاہتے مگر ہماری خواہش یہ ہے کہ ہماری روحوں کو
قبض کر لے اور کسی کو ہمارے حال سے آگاہ نہ کر بارگاہ ایزدی میں ان کی دعا قبول ہوئی اور ملک الموت نے ان کی روحیں
قبض کر لیں اور غار کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا۔ جب یملیخا کو بہت عرصہ گزرا تو دونوں بادشاہ گھبرا کر غار کے
پاس آئے اور کئی روز تک اس کے چہار طرف دروازے کی تلاش میں رہے مگر کچھ پتہ نہیں چلا۔ سب کو تعجب ہوا اور

حیران رہ گئی اور اُن کا حال محلِ عبرت بن گیا۔ واقعہ چونکہ عجیب و غریب اور عظیم الشان تھا اسلئے اسکی یادگار قائم کرنیکا خیال ہوا۔ اب بحث چھڑی کہ اس مقام پر کس کی طرف سے بطور یادگار عبادتخانہ بنایا جائے۔ نصرانی بادشاہ کا خیال ہے کہ یہ ہمارے دین پر تھے اسلئے ہم یہاں کلیسا بنائیں گے اور مسلمان بادشاہ کا کہنا تھا کہ نہیں یہ مسلمان تھے اسلئے ہم مسجد بنائیں گے قولہ تعالیٰ۔ قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا۔

اصحابِ کہف کی گنتی اور سگِ اصحابِ کہف

اصحابِ کہف کتنے تھے انکی گنتی تعداد ہی کو معلوم ہے۔ مگر اتنا معلوم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کر کے گھر سے چلے تو پیچھے ایک کتا بھی ہو لیا تھا۔ ان لوگوں نے بہت چاہا کہ اسکو بھگا دیں مگر اس نے پیچھا نہ چھوڑا مجبور ہو کر رہنے دیا۔ انکے ساتھ وہ بھی غار میں داخل ہو گیا تھا اور جو معاملہ ان کے ساتھ گزرا وہ بھی اسمیں برابر کا شریک ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ۝ وَتَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْهِمْ لَوَلَّیْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا۔ "اے مخاطب اگر تو اصحاب کہف کو ایسے وقت دیکھے جبکہ آفتاب نکل رہا ہو تو اُن کے غار سے داہنی طرف کو بچا ہوا رہتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو اُن سے بائیں طرف کو کترا جاتا ہے اور یہ بات غار کی تنگی کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ تو بہت کشادہ ہے بلکہ اسلئے کہ وہ آفتاب کی تمازت سے محفوظ رہیں اور روشنی بھی ملتی رہے جسمیں آرام سے سو رہیں سو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرتوں میں سے ایک قدرت ہے جسکو خدا ہدایت دے وہی راہ راست پر آتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کرے تو اسکا کارساز اور راستہ دکھلانے والا کوئی نہیں۔ اور اے مخاطب اصحاب کہف اس حال میں اپنی غار کے اندر پڑے سو رہے ہیں کہ اگر تو ان کو دیکھے تو سمجھے کہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم انکو داہنے بائیں کروٹیں بھی بدلواتے ہیں اور انکا ایک کتا بھی ہے جو غار کے در پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے۔ اگر اے مخاطب اس حال میں تو ان کو غار کے اندر جھانک کر دیکھے تو ضرور اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہو اور ان کی صورت حال کا ایسا رعب ہے کہ تجھ میں ایک دہشت سما جائے"۔

محبتِ الٰہی

عشق اور محبت

(مولانا مولوی صوفی سید شاہ عبدالقادر صاحب شمس آبادی)

یُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط کی خلاصہ تفسیر یہ ہے کہ مشرکین بتوں کو خدائے پاک کے ساتھ محبت کے معاملہ میں برابر تولتے تھے لیکن ایمان والوں کا معاملہ اس کے برعکس تھا کیونکہ ان کو خدائے پاک کے ساتھ محبت زیادہ تھی۔

مگر آیہ کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اہل شرک بھی محبت رکھتے ہیں صرف کمی اور بیشی کا سوال باقی رہجاتا ہے اور یہی چیز اصل محبت قرار پاتی ہے۔

مشرک خدا کو بھی چاہتا ہے اور بتوں کو بھی لیکن ایماندار خدا کی محبت میں ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ اسکے سمع و بصر میں خدا کے سوا کسی کا شہود ہی نہیں ہے حدیث حبک الشی یعمی و یصم کا پوری پوری تصدیق نہیں ہوتی ہے اور اسی شدید محبت کا نام عشق ہے۔

قرآن پاک میں عشق کا لفظ مستعمل نہیں ہوا ہے بلکہ اسکی تعبیر اشد حباً سے کیگئی ہے۔ گویا زیادتی محبت خود عین عشق ہے مطلب یہ ہے کہ محبت جب دل کو ڈھانپ لیتی ہے تو اس محبت کا نام عشق قرار پاتا ہے جیسے آپ نے پانی میں غوطہ مارا تو چہرہ سے پانی کا احاطہ آپکے وجود پر ہو چکا اب آپ جس طرف دیکھیں گے پانی ہی پانی ہوگا اور اینما تولوا فثم وجہ اللہ کے یہی معنی ہیں۔

فانی فی الحق مومن بذریعہ عشق یعنی اشد اور افراط محبت کے فانی فی الحق ہو جاتا ہے۔ اسکے کان آنکھ سرطرف بند ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے کو نہیں پاتا ہے وہ مقام ہے جہاں فانی فی الحق کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔

مثال

قرآن مجید میں ذات باری تعالیٰ عز اسمہٗ نے اسی معنی میں زلیخا کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا۔ زلیخا کے دل کو محبت کے پردے نے ایسا ڈھانک لیا کہ گویا محبت اس کے دل کی شغاف

بن گئی اور شغاف اُس جھلی کو کہتے ہیں جو دل کے اوپر منڈھی ہوئی رہتی ہے۔ اور دل اُس جھلی میں بند رہتا ہے تو گویا محبت زلیخا کے دل کی شغاف بن گئی مراد یہ کہ قرآن نے زلیخا کو محبت کی چادر میں ہر طرف سے ڈھکا ہوا بتایا مومن کی مثال بھی یہی ہونی چاہئے کہ خدائے پاک کے سوا اس کے دل میں کسی کی محبت گھر بنا ہی نہ سکے

مومن کے دل کی مثال آئینہ سی مومن کے دل کی مثال آئینہ کی سی ہے جسکے اندر وہی تصویر پیدا ہوتی ہے جو حواس خمسہ کے ذریعہ اسکے اندر اترتی ہے۔ تو مومن کے جب حواس خمسہ میں ایک ذات وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی کا جلوہ ہی نہیں ہے تو کسی غیر کی صورت کا عکس اس کے دل کے آئینہ میں کیونکر پیدا ہو سکیگا محبوب تو وہی ہوتا ہے جو دل میں اور دلمیں وہی ہوتا ہے جو محبوب ہوتا ہے پس مومن کے لئے اللہ کے سوا دوسرا کون محبوب ہے۔

معلوم ہوا کہ دلمیں شئے جو آتی ہے وہ حواس خمسہ کے دروازوں سے آتی ہے اور مومن وہ ہے جسکے دل کا دروازہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے سواسب کیلئے بند ہوتا ہے تو جب غیر کیلئے دروازہ ہی بند ہے تو مومن کے دلمیں غیر کا آنا محال ہے لہٰذا مومن کے دلمیں خدا ہی خدا ہو گا کیونکہ خدا ہی اس کا محبوب خدا ہی اسکا معشوق خدا ہی اسکا مطلوب اور خدا ہی اسکا مقصود و مراد ہے۔

خدا اور غیر خدا کی محبت ہم نے یہ بتلایا ہے کہ دل میں جس شئے کا جلوہ ہوتا ہے وہی محبوب ہوتی ہے لیکن دلمیں بعض وقت ایک صورت آتی ہے اور نکل جاتی ہے پھر دوسری آتی ہے پھر تیسری آتی ہے۔ اسطرح متعدد شکلیں دل کے اندر آتی اور جاتی ہیں اور یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دل کے اندر دو صورتوں کی ایک وقت گنجائش نہیں ہے جس وقت جو شئے دل کے اندر ہو گی وہی دل کی مالک اور مختار ہو گی۔ دل کے اندر آئی ہوئی صورت جبتک از خود نکل نہ جائے یا نکالی نہ جائے دوسری شئے کی سمائی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ جب دل میں غیر خدا کی محبت ہے تو خدا کی محبت موجود نہ ہو گی اور اگر خدا کی محبت ہے تو غیر خدا کی محبت باقی نہ رہیگی۔ دل میں خدا ہے تو غیر نہیں ہے اور اگر غیر ہے تو خدا نہیں۔ اس کو قاعدہ کلیہ کے طور پر تسلیم کر لینا چاہئے۔

ایک شبہ کا ازالہ بت اور خدا دونوں کی محبت کے برابر برابر ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک ہی آن میں دل کے اندر اپنے اپنے حصہ کے لحاظ سے بت بھی ہیں اور خدا بھی کیونکہ اس بات پر تمام ہی متفق ہیں کہ نص قرآن و احادیث دوکام نہیں کر سکتے۔ یا دو شئی کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے جب حال یہ ہے تو ظاہر ہے کہ بت اور خدا دونوں کا ایک ساتھ جمع ہونا محال ہے لیکن قرآن مجید میں یحبونھم کحب اللہ موجود ہے

جسکا مطلب دونوں محبتوں کا برابر برابر ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اسکا یہ مطلب ہے کہ کبھی بت کی صورت دل میں آجاتی ہے اور کبھی خدا کی اور یہی شرک ہے اور جسکے دلمیں کبھی خدا ہو اور کبھی غیر خدا وہ مشرک ہے پس صاحبِ دل یہاں سے اس بات کا تصفیہ کرسکتا ہے کہ وہ مومن ہے یا مشرک۔

مومن و مشرک

مومن وہ ہے جس کے دل میں خدا کے سوا کسی کی محبت نہ ہو بلکہ اسکی توجہ کسی آن بھی غیر خدا کی طرف نہ ہو۔ اور مشرک اسکو سمجھنا چاہئے جسکے دل میں کبھی خدا ہو اور کبھی غیر خدا۔ اسکا دل کبھی خدا کی طرف متوجہ ہو اور کبھی غیر خدا کی طرف اور یحبونہم کحب اللہ کے بھی یہی معنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مشرک کے دل سے اپنی محبت کی نفی نہیں کی ہے یہ نہیں فرمایا ہے کہ مشرک مجھسے محبت نہیں رکھتے بلکہ مجھسے محبت اتنی ہی رکھتے ہیں جتنی کہ بتوں کی۔ اور لطف یہ ہے کہ مشرک حق تعالیٰ کے اس فرمان مقدس کے بموجب خدا اور غیر خدا دونوں سے برابر برابر محبت رکھتا ہے اور پھر بھی مشرک ہے اور اگر غیر خدا کی محبت غالب ہو تو نہیں معلوم کہ اسکا نام قرآن کی اصطلاح میں خدا کے نزدیک کیا ہے۔ اب بتایئے کہ آپ اپنے بال بچے، مال و دولت، عزت و آبرو، جاہ و ثروت وغیرہ اور خدا پاک کی محبت ہموزن رکھتے ہیں یا کم و بیش۔ اگر ہموزن ہے تو آپ مشرک ہیں اور خدا کی محبت غالب ہے تو مومن اور خدا نخواستہ اگر کہیں غیر خدا کی محبت غالب ہے تو ہم کو آپ کا نام نہیں معلوم۔ کیونکہ مرتد۔ زندیق۔ منافق اور کافر و مشرک کے الفاظ تو قرآن مجید میں ملتے ہیں لیکن اس کیلئے کوئی لفظ ہی نہیں۔

ایک اور شبہ کا ازالہ

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کسی امر کی کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا اور درحقیقت شریعت بھی یہی ہے۔ اسلئے یہاں سے اس دوسرے شبہ کا ازالہ بھی ہونا چاہئے کہ النکاح من سنتی ”ان لازوجک علیک حق“ ان لنفسک علیک حق اور الکاسب حبیب اللہ وغیرہ کا کیا مطلب ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ توجہ الی الغیر جو احکامات قرآنیہ یعنی مرضیات الٰہیہ کے خلاف ہو وہی ممنوع ہیں۔ اور جب آپ کی توجہ بامتثالِ احکامِ قرآن اپنی تجارت، اپنی نوکری، اپنی کاشتکاری یہانتک کہ گائے بیل بکری وغیرہ کی طرف بھی ہے تو وہی توجہ الی اللہ ہے۔ اسیطرح اگر آپنے بحکمِ قرآن کسی شئے کی طرف سے رخ پھیر لیا ہے تو وہ بھی توجہ الی اللہ ہی ہے اور آپکے محبوب حقیقی کا ہی شہود آپکے دل میں جاگزیں اور آپکے حواس خمسہ

ظاہری و باطنی پر مستولی ہے اور یہی الحب للہ و البغض للہ کا بھی مطلب ہے جو شرطِ ایمان بھی ہے۔

ایمان تحقیقی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا حقیقی معنے جو منصوص کتاب و سنت ہے۔ اور بزرگان دین کا دستاویز اور زندگی کا دستور العمل ہے۔ یہ دوسری وجہ اوپر کی بیان کی ہوئی پہلی وجہ سے بہت بلند اور اعلیٰ و ارفع ہے اس کا حصول ہی لا الٰہ الا اللہ کا تحقیقی ایمان ہے۔ ایسا مومن غیب سے شہود کے دربار میں آجاتا ہے۔ کل من علیہا فان کا جلوہ ہر آن اس کے پیش نظر ہوتا ہے اور ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کے خلوت خانہ خاص میں اس کی سکونت ہوتی ہے۔ قیامت کبریٰ اسی قائم کرلی ہوتی ہے اور اس کے دل کے اندر سے لمن الملک الیوم کی صدا بلند ہوتی ہے۔

مومن مذکورہ بالا ہر دو ذریعہ سے ہی اشد حبا للہ کے درجہ تک رسائی حاصل کرسکتا ہے یعنی ایک تو یہ کہ اپنی جملہ توجہات کی باگ حقتعالیٰ کے ارادے کے ہاتھ میں دیدی جائے دوسرے یہ کہ کلمہ طیبہ کا تحقیقی ایمان حاصل کرلیا جائے۔ پہلا راستہ عوام کیلئے ہے اور دوسرا خواص کیلئے۔ بیانات سابق سے عشق کے باہمی امتیاز بھی ظاہر ہوچکے ہیں یعنی دل میں جوش آکر چلے جاوے وہ محبت ہے اور جو متمکن ہوجاوے وہ عشق ہے اور اسکو قرآن کی اصطلاح میں اشد حبا یا قد شغفہا حبا سے تعبیر کیا گیا ہے اور عاشق ہو معشوق کی محبت کے جسقدر کرشمے یا قسم لوگوں نے بیان کئے ہیں اس سے عشق کے ہی کرشمے مقصود و متصور ہیں یعنی جبتک کہ محبت عشق کا درجہ حاصل نہیں کرتی ہو تبتک وہ کرشمے وہ نیرنگیاں وہ سوز وگداز وہ آہ و فغاں وہ نالہ و شیون اور شہود محبوب جو ہر ذرات کی صورتیں عین محبوب میں جلوہ گر ہو حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ فرط محبت کے یہی معنی ہیں کہ محبوب محب کی ہر مناسب چیز میں اتر جائے اور جملہ پر محبوب کا قبضہ ہوجائے اور محب معطل و بیکار اور مردہ بنجائے جس کے متعلق مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

زندہ معشوق است و عاشق مردۂ جملہ معشوق است و عاشق پردۂ

معشوق ہی زندہ ہے اور عاشق مردہ اور سب معشوق ہی معشوق ہے یعنی عاشق کے اندر جو کچھ ہے وہ جملہ معشوق ہی ہے مگر ظاہری صورت میں عاشق اس خیالی معشوق کا بھی پردہ ہے اور اسی وجہ کا نام عشق ہے اور ایسے محب کا نام عاشق اور ایسے محبوب کا نام معشوق

قرآن کے آئینے میں

حبیب کلبیؓ

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

اور جو کوئی اللہ سے ڈریگا اس کیلئے نجات کی راہ پیدا ہو جائیگی۔ اور اس کو ایسے رستہ سے رزق ملیگا جو سمجھ میں نہیں آئے گا

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قحط پڑا اور غلہ نایاب ہو گیا یہاں تک کہ اگر کوئی اس کا لین دین کرتا بھی تو پوشیدہ طور پر۔ حبیب کلبیؓ جو نہایت حسین اور نوجوان مسلمان تھے اس فکر میں گھر سے نکلے کہ کہیں سے کچھ غلہ مل سکے تو خرید کر لے آئیں۔ اتفاق سے ان کا گزر ایک نصرانی کے گھر کی طرف سے ہوا نصرانی گھر پر موجود نہ تھا اس کی عورت جو نہایت خوبصورت اور جوان تھی اس کی نگاہ ان پر پڑ گئی وہ دیکھتے ہی فریفتہ ہو گئی اور اپنی لونڈی کو دوڑایا کہ اس جوان کو اندر بلا لا اور کہہ اگر غلہ لینا چاہتا ہی تو آکر ہمارے پاس سے ہی خرید لے۔ لونڈی آئی اور ان سے کہا کہ اگر تم کو غلہ کی ضرورت ہے تو میری مالکہ کے پاس چل کر جتنا چاہو خرید لو۔ حبیب کلبی یہ سنکر لوٹے اور نصرانیہ کے دروازے پر آکر بیٹھ گئے، نصرانیہ نے پھر کہلا بھیجا کہ اگر غلہ میں باہر نکالوں گی تو ہجوم ہو گا اس لئے بہتر ہے کہ تم اونٹ کو باہر باندھ دو اور خود اندر چلے آؤ۔ حضرت حبیبؓ نے ایسا ہی کیا اس کے بعد نصرانیہ نے لونڈی کو اشارہ کیا اور وہ باہر کا دروازہ جا کر مقفل کر آئی۔ اب نصرانیہ آراستہ ہو کر حضرت حبیبؓ کے پاس آئی اور ان کو فسق و فجور میں آلودہ کرنا چاہا۔ آپ کو جب اس کا بد ارادہ معلوم ہوا تو اٹھ کر دروازے پر آئے تاکہ باہر نکل جائیں مگر دیکھا تو دروازہ کو مقفل پایا۔ ناچار اپنا سر در پر رکھ کر حیران کھڑے ہو گئے کہ اب کیا کریں۔

نصرانیہ نے اَب بھی ان کی پاک طبیعت کا اندازہ نہیں کیا اور پیچھے سے آکر کہنے لگی کہ اے شخص تو بھی جوان اور حسین ہے اور میں بھی جوان اور شکیل ہوں، اتفاق سے گھر بھی خالی ہے، میرا خاوند سفر کو گیا ہے ایسا موقع ہمیشہ ہاتھ نہیں آیا کرتا۔ غنیمت جان اور آ کہ ہم اور تو باہم وصال کے مزے لوٹیں اور عیش و عشرت میں مصروف ہوں غلّہ اور مال بہت ہے کچھ دن بے فکری کے ساتھ بسر ہوگی جب میرا خاوند آئیگا تو تو بھی اپنے گھر چلے جانا۔

حضرت حبیب کلبیؓ نے نصرانیہ کی گفتگو سنکر فرمایا کہ اے ماں مجھ سے کسی حال میں خدا کی نافرمانی کا کوئی کام نہ ہوگا۔ وہ بولی اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے تو چھوکریوں کو حکم دوں گی کہ کوٹھے پر چڑھ کر پکاریں کہ لوگو ایک نوجوان کرسے گھر میں گھس آیا ہے اور بری نیت رکھتا ہے تاکہ میری مالکہ کی عصمت میں فرق آ جائے یہاں تک کہ یہ خبر تمہارے رسول تک پہنچے گی اور تم تمام مدینہ میں فضیحت ہو گے۔

حبیب کلبیؓ نے جواب دیا کہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میری جان قربان ہو میں نہ دنیا میں رسوا ہونا چاہتا ہوں نہ عاقبت میں، نصرانیہ بولی کہ میں تجھ کو لونڈیوں سے پریشان کراؤں گی ورنہ میری رضامندی قبول کر۔

حبیب کلبیؓ نے کہا! تیرا جو جی چاہے کر مگر مجھ سے یہ نالائق کام کبھی نہ ہوسکے گا۔

عورت نے دامن پکڑ لیا اور مجبور کرنے پر آمادہ ہوگئی حضرت حبیبؓ نے کہا ذرا صبر سے کام لے میں جائے ضرور کو جانا چاہتا ہوں وہاں سے فارغ ہو آؤں عورت نے جگہ بتا دی طشت و آفتابہ رکھوا دیا اور سمجھی کہ اب مطلب برآری کا وقت آگیا ہے اس لئے مطمئن ہوکر بیٹھی ادھر یہ حجرے میں گئے اور کمر سے چھری نکال کر اپنا عضوِ تناسل کاٹنا چاہا۔ چھری ایسی کُند ہوگئی کہ یہ اس ارادے میں کامیاب نہ ہوسکے یہ حال دیکھ کر بے اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر ہاتھ اٹھایا اور کہا خداوندا! جو حبیبؓ کے اختیار میں تھا کرچکا اب تیری دستگیری اور تیرے فضل کا امیدوار ہے"۔

حضرت حبیب کلبیؓ کی دعا قبول ہوئی حجرے کی دیوار پھٹ گئی اور یہ باہر نکل کر اپنے اونٹ کے پاس آئے دیکھا تو اونٹ غلے سے لدا کھڑا ہے سوار ہو کر گھر واپس آئے اور اس وقت یہ آیت شریف نازل ہوئی۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

ایک دوسرا واقعہ

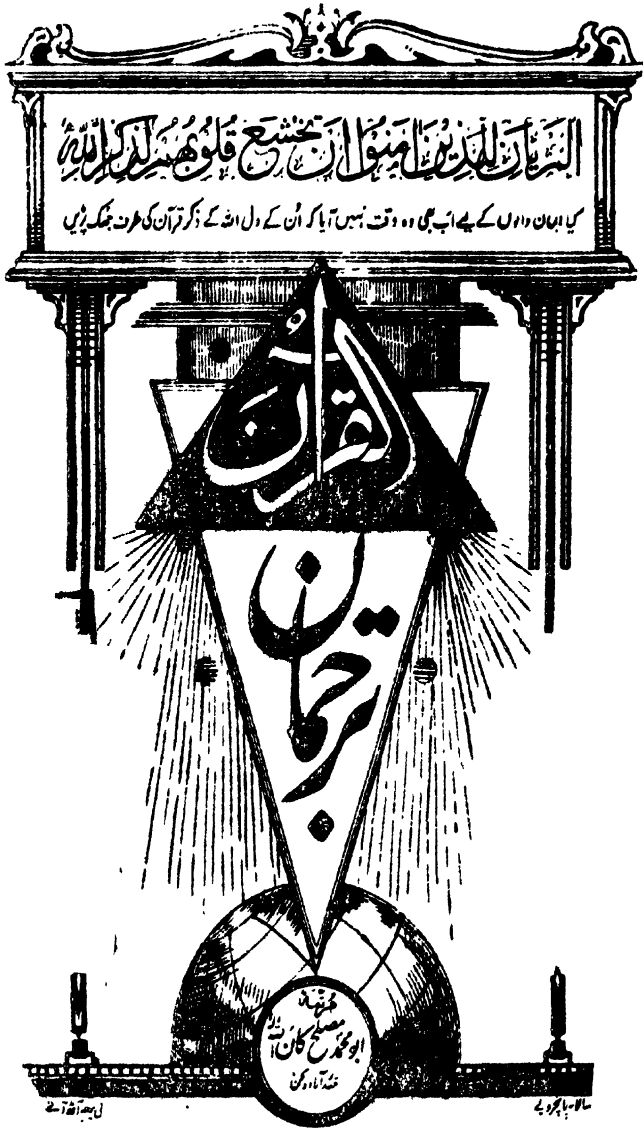
امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایک شخص نے اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی مقام کے حکومت کی خدمت طلب کی امیر المومنین نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تو نے قرآن بھی پڑھا ہے اور یہ آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی کہیں کے حاکم ہونے کی خدمت طلب کرتا تو آپ اس سے یہی سوال کیا کرتے تھے کہ تجھکو قرآن بھی یاد ہے یا نہیں۔

شخص مذکور نے جواب دیا کہ میں نے قرآن کو نہیں پڑھا ہے آپ کا ارشاد ہوا جا اور قرآن پڑھنے کے بعد میرے پاس آ اُس وقت تجھکو کہیں کا حاکم بنایا جا سکیگا۔ قرآن کا جاننا تجھکو اسلئے ضروری ہے کہ اسکے مطابق تجھکو حکومت کرنا ہوگی اور جب تو قرآن ہی سے واقف نہ ہوگا تو حکم کیونکر کر سکیگا۔

سائل بارگاہِ رسالت سے رخصت ہو کر گھر پہنچا اور قرآن کے سیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ مگر ایک عرصہ گزر گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔

حضرت امیر المومنین ایک روز کہیں تشریف لیجا رہے تھے کہ اتفاقاً اس شخص سے ملاقات ہو گئی آپ نے فرمایا کہ آپ نے ہم سے ملنا ترک کر دیا۔ اُسنے جواب دیا کہ یا امیر المومنین آپ ایسے نہیں ہیں کہ کوئی آپ سے ملنا ترک کرے مگر مجھے قرآن میں ایک ایسی آیت ملگئی ہے جسنے آپ سے بے پروا کر دیا ہے۔ امیر المومنین نے کہا وہ کونسی آیت ہے پڑھ کہ میں بھی سنوں۔ اسنے کہا یا امیر المومنین سماعت فرمائیے وہ آیت شریف یہ ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ


أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ
کیا ایمان والوں کے لیے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر قرآن کی طرف جھک پڑیں
ترجمان القرآن
مرتبہ
ابو محمد مصلح کان اللہ لہ
حیدرآباد دکن
سالانہ پانچ روپے
فی پرچہ آٹھ آنے

عالمگیر تحریکِ قرآن

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۲۰ ۱ ـہ

جلد ۱ | ترجمان القرآن ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ | نمبر ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صرف قرآن ہی دنیا کے اندر صحیح انقلاب پیدا کر سکتا ہے

ترجمان القرآن کے پچھلے نمبروں میں انقلاب کی ضرورت پر مقالات سپرد قلم کئے جا چکے ہیں۔ آج کی صحبت میں بتانا ہے کہ دنیا کے اندر انقلابات ہوتے رہے ہیں اور آج بھی آئرلینڈ، مصر اور ہندوستان وغیرہ اپنی اپنی جگہ پر انقلاب کے نعرے بلند کر رہے ہیں لیکن قرآن مقدس جس انقلاب کا حامی اور اس کے ہر صفحات جس انقلاب کی دعوت دے رہے ہیں، صرف وہی صحیح انقلاب ہے اسی سے حق اللہ و حق العباد کی حفاظت ہو سکتی ہے اسی سے امن عالم قائم رہ سکتا ہے اور حقیقت انسانیت کے شایان شان بھی صرف قرآنی انقلاب ہے۔

قرآنی انقلاب تنگ خیالی اور محدود دائرہ یعنی قوم و ملک اور رنگ و زبان وغیرہ کی قابل نفرین تخصیص و تفریق سے بہت بلند و پاک ہے۔ وہ سب کو ایک رنگ میں رنگتا ہے یہاں تک کہ خیال میں بھی یگانگت پیدا کر دیتا ہے۔

قرآنی انقلاب دماغی اور ذہنی اور روحانی انقلاب ہے وہ بے اعتباری، بے اطمینانی، خونریزی و ظاہر و باطن طور پر ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی کی بیخ کنی کرتا ہے اس لئے وہی عالمگیر بھی ہو سکتا ہے اور پائدار و قابل قبول بھی۔ قرآنی جو انقلاب پیدا کرتا ہے اس کے اندر حقیقی اطمینان، حقیقی امن اور حقیقی نظم نہاں ہے۔ اس کے علاوہ قرآنی انقلاب کے اندر صرف دنیا اور دنیا کی مسرتیں ہی نہیں پنہاں ہیں بلکہ ایک دائمی زندگی کی دائمی مسرتیں بھی چھلک رہی ہیں۔

اوپر تمثیلاً جن دو ایک ملکوں کا انقلاب کے سلسلہ میں نام لیا گیا ان کی غایت و غرض پر نگاہ کرنے کی ضرورت ہے اور یہ معلوم کرنے کی حاجت ہے کہ انسانوں کے جذبات اور ان کی طلب کس قدر سطحی اور معمولی ہے اور قرآن جن جذبات کے تحت انقلاب کی طلب پیدا کرتا ہے وہ کس درجہ ارفع و اعلیٰ ہے گویا ایک طرف زمین کی پستی ہے تو دوسری طرف آسمان کی بلندی۔

ملکوں اور سلطنتوں کے ذکر کے بعد اشخاص کی شخصیتوں کو بھی بے نقاب کیا جا سکتا ہے اور بڑے سے بڑے انقلابی اور کامیاب سے کامیاب بادشاہوں اور ڈکٹیٹروں کی زندگی کا ایک ایک ورق بھی الٹا جا سکتا ہے اور معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آخر انسانی تگ و دو اور جد و جہد کا مآل کار کیا ہے! وہ کہ ریت پر عالیشان قلعے

تعمیر کرنے کا آگے چل کر کیا انجام ہوتا ہے۔

ممکن ہے کہ کوئی شخص اس سلسلے میں گاندھی جی کا نام لے اور اپنی فریب خوردگی کا اظہار یوں کرے کہ اس مشہور شخص کی لڑائی تو کم سے کم روحانی ہے لیکن اس کو معلوم نہیں کہ یہاں ایک اور دوسری بڑی غلطی کار فرما ہے یعنی آئرلینڈ مصر وغیرہ تو وطن پرستی کا صاف صاف اظہار کر رہے ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں اس بے معنیٰ لفظ کو معنے کا جامہ پہنا کر مگر دنیا گاندھی ازم کو روحانی چیز سمجھ کر روحانی لڑائی صرف آسمانی دستور العمل کو سامنے رکھکر لڑی جا سکتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ گاندھی جی کسی مذہبی کتاب کے مطابق پروگرام نہیں پیش کر رہے ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ وہ قدم قدم پر لغزش کا شکار ہوتے ہیں اور اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے اندر بعض ایسی تحریکات اور ایسے ادارے بھی ہیں جو قومیت اور وطنیت کے محدود دائرے سے باہر ہیں اور جن کا ادعاء اظہار عالمگیریت لئے ہوئے ہے لیکن ان اندر بھی وہی خود ساختہ تجاویز اور انسانی غور و فکر کا نتیجہ اصل شئے ہے اور میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ اس کی بے بضاعتی سے کسی کو انکار کی مجال نہیں یقیناً فانی انسان کے دماغ کی یہ پیداوار بھی خدائے ذوالجلال کی مرضی کے سامنے مردود ہے کیونکہ اس کی مرضی تو اکی سچی۔ آسمانی کتابوں کے اندر ہے اور اس کی انبیاء و رسل کے پیروی میں۔

"قرآنی انقلاب" کو جس طرح خود قرآن پیش فرماتا ہے اس میں اور جو اسلام و مسلمانوں کے نام پر موجودہ جملہ چھوٹی بڑی تحریکات منتشر حالت میں پھیلی ہوئی ہیں ان میں امتیاز و فرق کی ضرورت کا بیان بھی ضروری ہے۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ خود مسلمان بھی آج جس کو خاص اسلامی تحریکات و اسلامی جد و جہد کے نام سے موسوم کر رہے ہیں در اصل وہ یا تو اسلامی ہی نہیں ہیں یا اگر اسلامی ہیں بھی تو اسلام کی کسی ایک عضو کا مصداق اور یہ معلوم ہے کہ جس طرح انسان کے کسی ایک عضو کا نام انسان نہیں ہوتا اسی طرح اسلام بھی صرف زاہدی روزہ، نماز، حج، زکواۃ اور اقتصادی حالت وغیرہ کا نام نہیں ہے کیونکہ یہ تو اسلام کے ایک ایک جزو ہیں نہ کہ کامل اسلام۔

موجودہ اسلامی جدوجہد میں ایک تو بڑی کمی ہی ہے کہ وہ درد کا کامل علاج نہیں مگر بڑی مصیبت یہ ہے کہ خود کارکن حضرات بھی اسی کو مکمل شے سمجھ کر مطمئن کرتے اور مطمئن ہوجاتے ہیں اس موقع پر انتہائی حسرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کہیں سے بھی قرآنی انقلاب کے ذریعے اس اسلام کے لئے جدوجہد جاری نہیں ہے جو خلفائے راشدین کا اسلام تھا اور جس کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش فرمایا تھا۔

اسلامی مملکتوں کے قائداعظم اور حکمرانوں کے کارنامے اور اس کے نتائج سامنے ہیں۔ اور اگر اس کو زیادہ نزدیک سے کوئی دیکھنا چاہے تو اسلامیان ہند کے زندہ قائدوں میں سے ڈاکٹر شیخ محمد اقبال اور مولانا ابوالکلام آزاد کو دیکھ سکتا اور قرآنی تعلیمات سے ان کا مقابلہ کر کے اور ان کے کام کے متعلق اندازہ لگا سکتا اور صحیح رائے قائم کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر اقبال اگرچہ ہیں تو قول کے اندر ہیں وہ بھی صاف صاف قرآن اور قرآنی انقلاب کیلئے نغمہ سرائی نہیں کرتے۔ تیسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی کارروائی سے مطمئن ہوجاتے ہیں۔ الغرض ایسے یہاں بھی سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں کیونکہ صرف قرآن ہی والا ان بھول بھلیاں سے باہر ہوتا اور دوسروں کو بھی پار کر سکتا ہے دوسرا بیچارہ مجبور ہوتا ہے اور مجبور مجبور کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے مولانا ابوالکلام آزاد۔ دوسرے شخص ہیں جن کی تحریر و تقریر سے بھی ایک طبقہ محظوظ ہو رہا ہے۔ وقت تھا کہ مولانائے مذکور اپنی آخری چیز ترجمان القرآن کے اندر کم سے کم اس چیز کو پیش کر دئیے ہوتے جس کی صرف مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ دنیا کو ضرورت ہے اور وہ قرآنی انقلاب ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے حکومت الٰہی کا قیام قوانین الٰہی کا نفاذ عبدیت الٰہی کا رواج اور محبت الٰہی کی فضا کے خواستگار ہوتے مگر وہ کلی طور سے زیادہ سوراج کے دلدادہ ہیں جس کا مطلب اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ چند مسلمان اور چند ہندو قوانین بنائیں گے اور اس کو ہندوستان کی تینتیس لاکھ خدا کی مخلوق پر نافذ کریں گے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔ ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا۔

یقیناً مجھے شخصیتوں کا ذکر نہیں کرنا تھا لیکن با دلِ ناخواستہ کرنا پڑا مجھے تو در اصل ان ہستیوں کے کاموں کا تجزیہ کر کے بتلا دینا تھا جو اسلام اور مسلمانوں کے نام پر کئے جا رہے ہیں

اور جس پر مسلمان خوش عقیدگی یا غفلت کے عالم میں تکیہ کئے بیٹھے ہیں مجھے یہ اس لئے کرنا تھا تاکہ مسلمان ان کو اور ان کی مساعی کو اپنے دکھ کا درمان سمجھنے سے باز آجائیں اور اس ہادی اور اس تریاق کی طرف ہر طرف سے منہ پھیر کر ہاتھ بڑھائیں جو حقیقی قطعی اور یقینی ہے اور اس کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر صرف قرآن ہے فبای حدیث بعدہٗ یومنون ۔ قرآن اور صرف قرآن مسلمانوں کی کھوئی ہوئی شئے ہے تعلیمات قرآن اور صرف تعلیمات قرآن مسلمانوں کا بھولا ہوا سبق ہے ۔ عمل بالقرآن اور صرف عمل بالقرآن مسلمانوں کا بھولا ہوا سبق اور دینی و دنیا کی گم کی ہوئی متاع ہے ۔

قرآن ہادی بھی ہے ہدایت بھی ۔ راہ بھی ہے زاد راہ بھی منزل بھی ہے مقصود بھی علم بھی ہے معلم بھی نور بھی اور منور کرنے والا بھی ۔ زندگی بھی ہے اور زندگی بخشنے والا بھی اور دنیا کے لئے بھی ہے اور دین کے لئے بھی ۔

قرآن بے نیاز خدا کا کلام ہے اس لئے وہ اپنے وابستگان کو سب سے بے نیاز کر دینے والا ہے اور اس کا ہو کر جو کوئی اس کی روشنی میں آگے بڑھنا چاہتا ہے وہی فلاح یافتہ ہے ۔

پس آج اگر وقت آگیا ہے تو دنیا کے لئے اور خصوصاً مسلمانوں کے لئے قرآن کے ذریعہ سے قرآنی انقلاب کی ضرورت ہے اور اگر ابھی وقت نہیں آیا ہے تو جب کبھی وقت آئے گا قرآن ہی کو اختیار کرنا ہوگا ۔

"ابو مصلح"

مذاکرۂ علمیہ

کیا نجات کیلئے صرف ایمان باللہ کافی ہے؟

مسٹر پکتھال اور ذوقی شاہ صاحب کی مراسلت۔

(مسٹر محمد مارماڈیوک پکتھال کے بعض مضامین سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ نجات کیلئے محمد صلعم کی رسالت پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں اور نہ اس ایمان کو دین اسلام کا کوئی لازمی رکن خیال کرتے ہیں۔ اس پر جناب ذوقی شاہ صاحب اور ان کے درمیان ایک دلچسپ اور مفید مباحثے ملو مراسلت ہوئی ہے جسے انگریزی زبان سے ترجمہ کرکے "ترجمان القرآن" میں شائع کیا جاتا ہے۔ آج کی اشاعت میں جناب ذوقی شاہ صاحب کے خط کا ترجمہ مندرج ہے۔ مسٹر پکتھال کا جواب اور شاہ صاحب کا جواب الجواب آئندہ اشاعت میں درج کیا جائیگا۔)

جناب من!

السلام علیکم۔ آپ کے اخلاق کریمانہ سے امید ہے کہ آپ اجازت دیں گے کہ میں اسلامی حقوق کی بنا پر کچھ ایک ایسے مسئلہ کے متعلق مخاطب ہونگا جو میرے نزدیک کافی اہمیت رکھتا ہے۔

"کلچرل سائڈ آف اسلام" پر آپ کے لکچروں اور "اسلامک کلچر" کی ایک جدید اشاعت میں آپ کے مطبوعہ خیالات سے مجھے معلوم ہوا ہے آپ کے ذہن میں اسلام کا جو تصور ہے وہ نجات کیلئے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کو لازمی قرار نہیں دیتا آپ اپنے اس استنباط کو قرآن کی مندرجہ ذیل آیت پر مبنی فرماتے ہیں

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور وہ لوگ کہ یہودی ہوئے اور عیسائی
وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اور صابئین جو کوئی ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور یوم
وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ آخرت کے اور عمل صالح کرے واسطے ان کے ہے ثواب انکا نزدیک
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ ۶۲) رب انکے کے اور نہیں ڈر اوپر انکے اور نہ وہ مغموم ہونگے

اس میں شک نہیں کہ جو خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اعمال بھی اسکے صالح ہیں وہ نجات کیلئے

کسی رہبر کا محتاج نہیں وہ مقصد اسلام کو کما حقہٗ پورا کر رہا ہے اور وہ بالکل ایک سچے اور پکے مسلمان کی طرح ہے۔ مگر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک سچے پیغمبر کی رہنمائی کے بغیر کیا سچے خدا پر ایمان لانا ممکن بھی ہے یا نہیں۔

توہمات انسانی کے پیدا کئے ہوئے فرضی اور ناقص خدا پر ایمان لانے سے کام نہیں چلتا مثلاً کوئی شخص ایک لکڑی کو خدا سمجھ لے تو کیا آپ اسے سچے خدا پر ایمان لانیوالوں میں شمار کر لیں گے ایسے لوگ بھی اس دنیا میں اپنا وجود رکھتے ہیں۔ جو اپنے خدا کو ایک ناقص اور مجبور خدا تصور کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ ایسے خدا نے دنیا تو پیدا کر دی مگر وہ اپنے بندوں کو گناہوں سے باز نہیں رکھ سکتا اور دنیا کو ظلم و ناانصافی و مصائب سے محفوظ رکھنے کی (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) قدرت نہیں رکھتا اور واقعات میں ترمیم کرنا اس کے اقتدار سے باہر ہے ایسے بھی لوگ ہیں جو قدامت کے لحاظ سے مادہ اور روح کو خدا کا شریک قرار دیتے ہیں ایسے بھی لوگ ہیں جو مندرجہ ذیل توہمات میں مبتلا ہیں۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰی نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ اور کہا یہود نے اور نصاریٰ نے کہ ہم بیٹے ہیں اللہ کے۔

(المائدہ۔۱۸)

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ (المائدہ ۶۴) اور کہا یہود نے ہاتھ اللہ کے بند ہیں۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ (التوبہ۔ ۳۰) اور کہا یہود نے عزیز بیٹا ہے اللہ کا اور کہا نصاریٰ نے مسیح بیٹا ہے اللہ کا۔

حالانکہ ان سب کا دعویٰ ہے کہ یہ لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں میں یہاں خدا کے متعلق ان توہمات اور مضحکہ انگیز خیالات کی تفصیل کی ضرورت نہیں محسوس کرتا جو دنیا کے بعض طبقوں میں پائے جاتے ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّبِعُ كُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ۔ (الحج۔ ۳) اور بعض لوگ وہ ہیں جو توحید خدا کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرنے لگتے ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ (الحج ۸) اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن (کی سند) کے۔

میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا اللہ کے متعلق اس قسم کے غلط عقائد کسی طرح بھی سود مند ثابت ہو سکتے ہیں

اللہ کو صحیح اسماء و صفات سے معرا کر دینا اور جو اسماء و صفات کی اس کے سچے پیغمبروں نے ہمیں خبر دی ہے اون سے انکار کرنا اور کہدینا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں حقیقتاً اللہ پر ایمان لانا نہیں تخیلات انسانی کی پرواز حق تعالیٰ تک پہنچنے سے قاصر ہے فلسفی کا دماغ اس کا محاصرہ کرنے سے عاجز ہے سائنٹیفک تحقیقات حقائق الٰہیہ میں موشگافیوں کے لئے بے بس ہے اللہ پر ایمان لانے کے لئے بندہ اللہ کے متعلق کسی قدر معلومات کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ معلومات اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے اور اسی کے رسولوں کی وساطت سے حاصل ہوتی ہے۔

آپ اللہ تعالیٰ کے متعلق صحیح عقیدہ قائم ہی نہیں کر سکتے تا وقتیکہ آپ رسولوں کی رہنمائی سے فائدہ نہ اٹھائیں اور رسولوں پر جو وحی نازل ہوتی ہے اسپر پورا ایمان نہ لائیں۔ اللہ پر ایمان لانا مشتمل ہے اس کے رسولوں پر ایمان لانے پر اس کے رسولوں سے انکار حقیقتاً اس سے انکار ہے"

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (الاعراف ۳۵ و ۳۶)

اے بیٹو آدم کے! اگر آویں تمہارے پاس پیغمبر تم میں سے (اور) اور بیان کریں اوپر تمہارے نشانیاں میری (اپنی) پس جو کوئی پرہیزگاری کرے اور اصلاح کرے پس نہیں خوف اوپر انکے اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جھٹلایا نشانیوں ہماری کو اور تکبر کیا ان سے وہ لوگ ہیں آگ والے بیچ اس کے ہمیشہ رہنے والے ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ

تحقیق جو لوگ کفر کرتے ہیں ساتھ اللہ کے اور رسولوں اس کے کے اور ارادہ کرتے ہیں یہ کہ جدائی ڈالیں درمیان اللہ کے اور رسولوں اس کے کے اور کہتے ہیں ایمان لاتے ہیں ہم ساتھ بعض کے اور کفر کرتے ہیں ہم ساتھ بعض کے ——— اور چاہتے ہیں کہ

هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (النساء ۱۴۹-۱۵۰)

یہ کہ پکڑیں درمیان اس کے راہ یہ لوگ ہیں کافر بالتحقیق اور تیار کیا ہے ہم نے واسطے کافروں کے عذاب رسوا کرنے والا۔"

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۔ (الاعراف ۴۰)

تحقیق جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور تکبر کیا ان سے نہ کھولے جائیں گے واسطے انکے دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہوں گے بہشت میں یہانتک کہ داخل ہو جاوے اونٹ بیچ ناکے سوئی کے اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں مجرموں کو۔"

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۔ (الانعام ۳۹)

اور جن لوگوں نے جھٹلایا نشانیوں ہماری کو وہ بہرہ ہیں اور گونگے میں بیچ تاریکیوں کے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ (النحل ۱۰۴)

تحقیق وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے ساتھ نشانیوں اللہ کی نہ ہدایت کرے گا ان کو اللہ اور واسطے ان کے عذاب ہے درد دینے والا۔

یہ سچ ہے کہ پہلے بھی انبیا گذرے ہیں اور انہوں نے اپنے متبعین کو تعلیمات ضروری سے سرفراز فرمایا ہے مگر وہ تعلیمات اب باطل کی آمیزشوں سے مسخ ہو چکی ہیں۔ جو صحائف آسمانی ان پر نازل ہو چکے تھے آج اپنی اصلی شان میں محفوظ نہیں اور ان کی موجودہ صورتوں میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (النساء ۴۶)

وہ تحریف کر ڈالتے ہیں کلمات کی اپنی جگہ سے۔

یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ قدیم صحائف آسمانی مدت دراز کے بعد اب تقریباً بالکل ہی تبدیل و مسخ ہو چکے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ نہ تو کبھی موسیٰ علیہ السلام نے

یہ تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ بھی ایک بیٹا رکھتا ہے جس کا نام عزیز ہے یہ عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حق تعالیٰ کی جانب سے ہدایت کا فیضان برابر جاری رہا حق تعالیٰ کی یہی ہدایت "اسلام" کے نام سے موسوم ہے اور یہی وہ اصلی اور قدیم مذہب ہے جو خدا کی نگاہ میں مقبول اور پسندیدہ چلا آتا ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران ۱۸) تحقیق دین نزدیک اللہ کے (بس) اسلام ہی ہے۔

مگر گذشتہ تیرہ سو صدی سے اسلام کی اسی صورت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اور اسلام کے اسی نقشہ کو قابل قبول سمجھا جا سکتا ہے جو پیغمبر خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہم تک پہنچا ہے۔

یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ فَقَدْ جَآءَکُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ المائدہ (۱۹)

اے اہل کتاب تحقیق آیا ہے تمہارے پاس پیغمبر ہمارا (جو بیان) کرتا ہے واسطے تمہارے بعد موقوف جانے پیغمبروں کے (تاکہ) ایسا نہ ہو کہ تم یہ کہو کہ نہیں آیا کوئی ہمارے پاس خوشخبری سنانے والا پس تحقیق آیا تمہارے پاس (ڈر) رانیوالا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ۔ (النساء ۴۷)

اے لوگو جو دئے گئے ہو کتاب (یعنی اے اہل کتاب) ایمان لاؤ ساتھ اس چیز کے اتاری ہم نے سچا کرنیوالی واسطے اس چیز کے ساتھ تمہارے ہے

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا نِ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ۔ (الاعراف ۱۵۸)

کہدے (اے محمد!) کہ اے لوگو! تحقیق میں پیغمبر ہوں اللہ کا طرف تم سب کے (وہ اللہ) جس کے لئے بادشاہت ہے آسمانوں کی اور زمین کی نہیں کوئی معبود مگر وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پس ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسول اس کے کہ جو نبی ہے امی جو ایمان لاتا ہے ساتھ اللہ کے اور باتوں اس کی کے اور پیروی کرو اس کی تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ اے لوگو تحقیق آیا تمہارے پاس پیغمبر ساتھ حق کے تمہارے
بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ پروردگار کیطرف سے پس ایمان لاؤ بہتر ہوگا واسطے
النساء (۱۷۰) تمہارے

هٰذَا هُدًى وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ یہ قرآن ہے ہدایت اور جو لوگ کہ کافر ہوئے ساتھ
لَهُمْ عَذَابٌ مِنْ رِجْزٍ أَلِيمٌ (الجاثیہ ۱۱) نشانیوں رب اپنے کے واسطے ان کے ہے عذاب دردناک۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي کہدے (اے محمدؐ) کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو پیروی کرو
آل عمران (۳۰) میری۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا کہدے (اے محمدؐ) کہ فرمانبرداری کرو اللہ کی اور رسول کی۔
فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ - آل عمران ۳۱ پس اگر پھر جاویں تو تحقیق اللہ دوست نہیں رکھتا کافروں کو
(یہاں جو محمد رسول صلعم کی اتباع سے گریز کریں تو انہیں صریحاً کافر کہا گیا ہے)

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ اور جو کوئی پسند کرے سوا اسلام کے کوئی (اور) دین پس
يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (وہ) ہرگز قبول نہ کیا جاویگا اس سے اور ایسا شخص بیچ آخرت کے
(آل عمران ۸۴) ٹوٹا پانیوالوں میں سے ہے۔

سورہ بقر کی آیۃ ۶۲ کی جو آپ نے تاویل فرمائی ہے اسے آپ متذکرہ بالا آیات سے کیونکر تطبیق دے سکتے ہیں! آیت قرآن کی صحیح معنی وہی ہو سکتے ہیں جو بقیہ قرآن کے ساتھ مطابقت کریں ورنہ پھر قرآن کے بعض حصوں کا اقرار اور بعض کا انکار لازم آئے گا۔

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ کیا پس ایمان لاتے ہو ساتھ بعض حصہ کتاب کے
بِبَعْضٍ (البقرۃ ۸۵) اور کفر کرتے ہو ساتھ بعض کے"

یہاں ایک اور نکتہ قابل غور ہے آپ کیونکر صادق القول اور صادق الحال ہو سکتے ہیں۔ اگر آپکو خدا پر ایمان ہونیکا تو دعوی ہے مگر خدا کی فرمانبرداری سے گریز ہے

آپ شاہنشاہ کی وفاداری کا دم کیسے بھر سکتے ہیں اگر آپ اس کے وائسرائے اور گورنروں اور دیگر حکام بالادست سے انحراف کریں ایک ادنیٰ پولیس کے سپاہی کی توہین بادشاہ کی توہین ہوتی ہے بادشاہ کے احکام کی توہین ایک سنگین جرم ہے مندرجہ بالا آیات قرآنی (۳: ۲۰-۳: ۸۰۔ ۴: ۱۷۰-۱۷۴۔ ۷: ۱۵۸-۱۶: ۱۰۴) میں بنی نوع انسان سے خطاب ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم سب شامل ہیں۔ آیات (۴: ۴۷ اور ۵: ۱۹) میں بالتخصیص اہل کتاب سے خطاب ہے۔ جنھیں بشمولیت اقوام دیگر حکم دیا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں ان احکام کی نافرمانی اور ان احکام سے لاپرواہی کیونکر کسی کو عقوبت سے بچا سکتی ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ اس مضمون کی جو بکثرت آیات قرآن میں موجود ہیں ان میں سے صرف چند ہی آیات اوپر نقل کی گئی ہیں

اسی طرح حیات بعد الممات کے متعلق بھی مختلف مبہم اور متضاد خیالات دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں مثلاً بکثرت لوگ تناسخ اور آواگون کے قائل ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ بھی حیات بعد الممات کے ماننے والے ہیں اس بارہ میں آپ صحیح اور غلط عقائد میں امتیاز کس صورت سے کریں گے؟ قرآن نے تو اس بات کے پرکھنے کے لئے ہمیں ایک کسوٹی عطا فرما دی ہے۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۔ (الانعام۔ ۹۳) اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں ساتھ آخرت کے ایمان لاتے ہیں۔ ساتھ اس (قرآن) کے"

چنانچہ آخرت کے متعلق ان جملہ لغویات کو ہمیں مسترد کر دینا پڑیگا جن کی تائید ہمیں قرآن پاک میں ملے۔ علاوہ بریں عمل صالح کے پرکھنے کے لئے آپ کے پاس کیا معیار ہے جس کے ذریعہ آپ حق و باطل میں اور عمل صالح و عمل غیر صالح میں تفریق کر سکیں؟ خیر و شر کے متعلق دنیا میں اس کثرت سے اختلاف رونما ہے کہ اگر دنیا صرف اپنے طور پر بلا امداد ہدایت ربانی اس کا فیصلہ کرنے کے درپے رہے تو امن و سکون و اطمینان اس عالم میں کبھی نصیب نہ ہو سکے

مختصر یہ ہے کہ اس دنیا میں ایک بھی فرد بشر ایسا نہیں جو اللہ و آخرت پر ایمان لانے اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کا متمنی ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیم و ہدایت کے بغیر اور جو وحی ان پر نازل ہوئی ہے اس کی روشنی سے مستغنی رہ کر اپنے ارادہ میں کامیاب ہو سکے۔

متذکرہ بالا عقیدہ کو ان عقاید سے کوئی سروکار نہیں جو یہود سے متعلق ہیں اور جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے نہ ان مختلف النوع عقاید میں باہم کوئی اشتراک یا مماثلت ہے۔ یہود اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ وہ خدا کے چنے ہوئے منتخب اور برگزیدہ بندے ہیں نہ اس بنا پر کہ ان میں ذاتی خوبیاں ہیں یا ان کے اعمال نیک ہیں۔ نہ اس بنا پر کہ وہ ایک برگزیدہ خاندان میں پیدا ہوئے اور نہیں یہ جھوٹا دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ان پر مہربانی خاص ہے جس کی بنا پر صرف وہی جنت میں داخل ہونگے گو اعمال نیک ان سے سرزد نہ ہوئے ہوں اور دوزخ میں وہ نہ جائینگے اور گئے بھی تو گنتی کے چند دن وہاں رہیں گے خواہ ان سے کیسی ہی کچھ بدافعالیاں اور شرارتیں سرزد ہوئی ہوں۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (المائدہ۔ ۱۸)
اور کہا یہود نے اور نصریٰ نے کہ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور پیارے ہیں اس کے۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى (البقرۃ۔ ۱۱۱)
اور کہا انہوں نے کہ ہرگز نہ داخل ہوگا بہشت میں مگر وہ جو ہوگا یہودی اور نصاریٰ۔"

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (البقرۃ: ۸۰)
اور کہتے ہیں ہرگز نہ لگے گی ہمکو آگ مگر گنتی کے چند دن

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (الجمعہ۔ ۶)
کہ اے پیغمبر) کہ اے لوگو جو یہودی ہوئے ہو اگر دعویٰ کرتے ہو تم یہ کہ تم دوست ہو اللہ کے سوائے اور لوگوں کے تو آرزو کرو تم موت کی اگر ہو تم سچے۔"

وہ لوگ اس ملک کے برہمنوں سے کم و بیش مماثلت رکھتے تھے جن کے نزدیک نسل و

پیدائش اور ذات پات کا بڑا احترام کیا جاتا ہے نہ کہ کمالات ذاتی کا مسلمانوں کے ساتھ معاملہ اور رہتے مسلمانوں کے نزدیک امتیاز نسل امتیاز ملک و رصورت کوئی چیز نہیں ان کے نزدیک مسلم و یہود و نصاریٰ وجملہ دیگر اقوام مساوی ہیں بشرطیکہ وہ اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کے سچے دل سے درپے ہوں قرآن نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی ہے۔

آیات قرآنی (۲: ۶۲) کے صحیح معنی یہ ہیں کہ:۔

"کاغذات مردم شماری میں اندراج کی غرض سے تم خواہ مسلمان ہو یہود ہو خواہ صابی اگر تم اللہ پر سچا ایمان رکھتے ہو تمہیں ہمارے پیغمبر کی ہدایت کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتا اور اگر تم حیات بعد الممات و آخرت پر اس نوع کا ایمان رکھتے ہو جس کی تعلیم کہ تمکو ہمارے رسول اور قرآن نے دی ہے اور اگر تم وہ اعمال کرتے ہو جن کی ہدایت حق تعالیٰ نے تمہیں فرمائی ہے اور ان افعال سے اجتناب کرتے ہو جن سے حق تعالیٰ نے تمہیں منع فرمایا ہے تو تمہارے لئے خوف کی کوئی وجہ نہیں اور نسلی امتیاز اور تمہاری پیدائش کا کسی نسل کسی ملک اور کسی خاندان میں وقوع حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر نیک حصول سے باز نہیں رکھ سکتا،

مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرما دی ہے کہ محض زبانی جمع خرچ پر اعتماد نہ کریں اور قولاً مسلمان ہونے پر اکتفا نہ کریں بلکہ کمالات ذاتی کے حصول میں کوشاں رہیں اور سچے معنی میں اپنی اصلاح کے درپے رہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (النساء ۱۳۶)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسول اس کے اور کتاب کے جو اتاری ہے اوپر رسول اپنے کے اور کتاب کے جو اتاری پہلے اس سے اور جو کوئی کفر کرے ساتھ اللہ کے اور فرشتوں اس کے اور کتابوں اس کی کے اور رسولوں اس کے کے اور دن پچھلے کے پس تحقیق گمراہ ہوا گمراہ دور کی سے۔"

پس مرد واقعی یہی ہے کہ نجات اس کے لئے ناممکن ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صدق و ایمانداری کے ساتھ اطاعت کرنے سے انکار کرے اور اس امر پر کسی نوعیت کے اعتراض کی مطلق گنجائش نہیں اگر کوئی شخص سنجیدگی و صداقت کے ساتھ صراط المستقیم پر چلنے کا خواہشمند ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ نبی آخر الزمان کی روشن کردہ اسلامی صورت کی حقانیت کو تسلیم نہ کرے بشرطیکہ قومی تعصب' اغیار سے نفرت' اور مسلک آبائی کی ملا وجہ اندھی تقلید سد راہ نہ ہوں۔ جو امور کہ جائز طور پر حدود عقل کے اندر واقع ہیں ان میں اسلام کا عقل سلیم کے مطابق ہونا' اسلامی بے تعصبی مساوات عالمگیرانہ شان' اور بین الاقوامی خصوصیات' اسلام کا عملی پہلو اور بلندی تخیل' اسلام کے دینی اور دنیوی برکات' اسکی امن پسندی' اسکے ذریعہ مادی سکون و مادی ترقی اور روحانی پرواز اور روحانی بلندیوں کا حصول' یہ تمام باتیں ایسی ہیں جو ہر صحیح الدماغ اور صحیح المزاج شخص کو گرویدہ کر لینے کی قوت شدید رکھتی ہیں۔ دنیا کے بعید و ناقابل خطاب گوشوں کے وہ باشندے جن کے کانوں تک اسلام اور پیغمبر اسلام کا نام تک نہیں پہونچا البتہ قابل معافی ہیں اور اغلب ہے کہ خدائے الرحم الرحمین انہیں معاف فرما دے۔ مگر ان لوگوں کے متعلق آپکا کیا خیال ہے جو "انسائکلوپیڈیا آف اسلام" کے غیر مسلم مضمون نگاروں کی طرح اسلام سے خوب واقف ہیں مگر اسلام کا مطالعہ ہدایت و رہنمائی کی غرض سے نہیں بلکہ اسلام کی صورت کو مسخ کر کے سامنے پیش کرنے اور اسلام کے متعلق بکثرت غلط بیانیوں کی اشاعت کی غرض سے کرتے ہیں؟ کیا واقعی آپکا خیال ہے کہ ایسے لوگ بھی کسی رحم کے مستحق ہیں؟

معاف فرمائیے کہ میں نے آپکا قیمتی وقت لیا آپکے خلوص اور آپکے اسلامی اور تبلیغی ذوق نے مجھے آمادہ کیا کہ میں یہ مراسلہ آپکی خدمت میں ارسال کر دوں مجھے امید ہے کہ اپنے ایک مسلمان بھائی کی اس تحریر کا آپ اسی نگاہ سے مطالعہ فرمائینگے جس نگاہ سے کہ یہ قلمبند کی گئی ہے میرا یہ خط ایک اسلامی مقصد کا شائد ذریعہ بن جائے۔ والسلام۔ آپکا مخلص سید محمد ذوقی

تفسیرِ کائنات

یا

الحمد للہ رب العٰلمین

قرآن

(علامہ کیفی چریاکوٹی)

اَلحَمدُ لِلّٰہِ۔ "تمام تعریفیں خدا ہی کے لئے زیبا ہیں"۔

انسان اپنے ملک کی تعریف کرتا ہے، قوم کی تعریف کرتا ہے، خاندان کی، اپنے ماں باپ کی، اپنی پھر اپنے بادشاہ، سردار، محسن کی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے۔ عرب کے شعرا اپنے زعم شاعری قوموں اور قبیلوں کو "مدح" سے آسمان پر اور "ہجو" سے تحت الثریٰ میں پہونچا دیتے تھے۔ گویا شعرا کے ہاتھ میں عزت اور ذلت کی عنان تھی۔

ایک شاعر نے "بنی انف ناقہ" کی تعریف میں یہ شعر کہا تھا۔

قومهم الانف والاذناب غيرهم

ومن يسوى بانف الناقة الذنبا

بنی انف ناقہ اقوام کی ناک، اور قومیں دم ہیں، دم کہیں ناک کی برابری کر سکتی ہے؟ اس شعر کا یہ اثر ہوا کہ قبیلہ بنی انف اپنے امتیاز پر مغرور ہو گئے اپنے مقابلہ میں دوسروں کو ذلیل سمجھنے لگے۔

"جریرؒ نے قبیلہ "نمیر" کی ہجو میں یہ شعر کہا۔

فغض الطرف انك من نمیر
فلا کعبا بلغت ولا کلابا

اس شعر نے قبیلہ "نمیر" کے امتیاز او غرور کو خاک میں ملا دیا، ان پر ذلت او حقارت کی نظریں پڑنے لگیں۔

نابغہ ذبیانی نے "نعمان" کی تعریف میں یہ شعر کہا۔

کانك شمس والملوك كواكب
اذا طلعت لم يبد منهن كوكب

"گویا کہ تو آفتاب ہے اور بادشاہ ستارے ہیں، جب آفتاب طلوع ہوجاتا ہے تو ستاروں کا پتا نہیں رہتا"

اسی طرح شعرا او خطبانے مدح اور ذم کو اپنی طبائع کا جولانگاہ بنالیا تھا، دنیائے عرب کو معلوم نہ تھا کہ اس دنیا سے باہر بھی کوئی عالم ہوسکتا ہے۔

ٹھیک اس عالمگیر تاریکی اور جہانسوز ضلالت اور گم گشتگی میں، اسلام کا آفتاب ہدایت کی جہانتابیوں کے ساتھ اپنے حسن بیساختہ سے نقاب پھینک کر "فاران" کے طور سے بلند ہوا، یہ نقیب صدا لگتے ہیں۔

جاءَ الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

حق آگیا، باطل مٹ گیا، یقیناً باطل مٹنے ہی کے لئے تھا۔ ترجمہ

معبودان باطل کے آستانوں پر جھکی ہوئی گردنیں اٹھالی گئیں اور "حی وقیوم، قائم و دائم ذات کے آستانے پر جھکادی گئیں" غلامی کی بیشمار زنجیریں توڑ دی گئیں، فانی آقاؤں کی پرستش روک دی گئی بتایا گیا کہ عبادت اور مدح وثنا کے لائق وہ ذات ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگی اس کی صفت اور ثنا کیا۔ جس کو طوفان حوادث کی معمولی حرکت بہالیجائے، جس کو مرورِ ایام کا ہاتھ حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹادے۔

قرآن حکیم سب سے پہلے یہی بتاتا ہے کہ "تمام تعریفیں خدا ہی کیلئے مخصوص ہیں" الحمد للہ یعنے جب ایک ذات اور صرف ایک ذات مخصوص ہوچکی تو اس کے علاوہ بادشاہوں، امیروں، محسنوں

دولتمندوں کی تعریف کے کیا معنے؟ ۔ اگر بادشاہی ملک وملک امارت احسان دولت اسباب ستایش ہیں تو خدا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ پروردگار جمیع عوالم ہے اسی کی ثنا وصفت کرو ربُ الْعٰلَمِیْنَ حاوی ہے تمام بادشاہوں امیروں محسنوں دولتمندوں پر بلکہ دنیا پر کائنات کے ذرے ذرے پر آسمان اور زمین پر اس کی تفصیل آتی ہے اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ مدح وستایش در اصل غلامی کی ایک بندش ہے قرآن اس بندش کو بھی توڑتا ہے غلامی اگر مناسب ہے تو صرف خدا کی ۔

رت بدل گئی اور ستی کے خزاں دیدہ باغ میں نئی بہار آگئی حق اور صداقت کی نئی کونپلیاں پھوٹیں عرب کے شاعر اعشیٰ اپنے قصیدے میں کہتا ہے:۔

وصل علی حین العشیات والضحی

ولا تحمد المثرین واللہ فاحمدا

رات اور دن خدا ہی کو بھجو ۔ رئیسوں اور امیروں کو نہیں ۔

اس تعلیم میں ایک عجیب راز اور غریب نکتہ ہے میں اس کو مغرب اور مشرق کے تمام عقل پرستوں سائنس کے پرستاروں فلسفہ کے گم کردہ راہوں، دہریوں، مادہ کے غلاموں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بہ آواز بلند پکار کر کہتا ہوں کہ "ھَاتُوا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ"۔ سنو کہ اس میں یہ راز ہے کہ جب ایک ذات عظیم الشان بے مثل واحد پرستش کے لئے مشترک ہوگی تو اس کی پرستار اسی نسبت سے دنیا کے تمام منتشر آقاؤں کے غلاموں سے برتر اور افضل ہوں گے وہ اپنی فضیلت قائم رکھنے کے لئے شجاع ہوں گے، غیور ہونگے، جانباز ہونگے سرفروش ہوں گے۔ دنیاوی امور سے موازنہ کرکے دیکھو کہ وزرا اور امرا کے خدام سے زیادہ نمایاں بادشاہوں کے خدام ہوتے ہیں اسی طرح جو بادشاہ جس قدر با جبروت ہوتا ہے اس کے خدام اسی نسبت سے شان اور شوکت والے ہوتے ہیں، ان میں اسی قدر تان بان ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کی تحفظ کے لئے یہ لوگ جان ومال اور عزت وناموس کی پروا نہیں کرتے، خدا جب احکم الحاکمین ہے تو اس کے خدام اور پرستار اسی نسبت سے افضل وبرتر ہونگے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ "اعمال و رجوارح روح کے تابع ہوتے ہیں۔ روح جس قدر قوی اور مستحکم ہوتی ہے۔ اسی قدر اعمال قوی اور مستحکم ہوتے ہیں، روح میں قوت یکسوئی سے پیدا ہوتی ہے" اسلام اور قرآن نے اسی چیز کو پیش نظر رکھکر توحید پر زور دیا ہے، اس کی پوری بحث کتاب "فلسفہ سیاسیات اسلام" میں موجود ہے جب تک مسلمانوں کے ہاتھ میں یہ جھنڈا تھا دنیا کی تمام سلطنتیں سرنگوں تھیں اس کی تفصیل دیکھو۔

(۱)

خلافت فاروقی کا زمانہ ہے۔ یزدگرد بادشاہ فارس کا مقابلہ ہے جس کا نام سنکر انسانی قلوب لرز اٹھتے ہیں، اسلام کم تنے چند جانبازوں کا حقیر لشکر مقابلے میں صف آرا اور خیمہ زن ہے نعمان بن مقرن سفارت لیکر یزدگرد کے سامنے گئے ہیں، اس کی شان و شوکت فوج کی کثرت سے زمین تپ رہی ہے، لیکن خدا کا پرستار ان چیزوں کی معمولی پروا نہ کرتا ہوا کہتا ہے "ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہم لوگوں کو انصاف کی دعوت دیں، اسی بنا پر ہم تم کو اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں، اگر تم نے انکار کیا تو تمہارے لئے برائی ہے"۔

غور کرو کہ اللہ کا پرستار غیر اللہ کے سامنے کس قدر دلیر ہے۔ اس کو خدا کی راہ پر اپنی جان کی پروا نہیں، اس کا انجام یہ ہے کہ خدا کے دشمن باوجود اپنی جمعیت اور جماعت کے بال تک بیکا نہ کر سکے۔

(۲)

دوسرا واقعہ حضرت زہرہ کا سنو! ایرانیوں کے کمانڈر انچیف رستم کے سامنے سفارت لیکر گئے ہیں۔

زہرہ۔ ہم تمہارے پاس دنیا کی طلب میں نہیں آئے ہیں بلکہ ہماری تمنائے آخرت لائی ہے۔

رستم۔ دین اسلام کیا ہے؟

زہرہ۔ توحید خالص، خدا کو ایک سمجھنا اور محمد کو اس کا رسول ماننا۔

رستم۔ اس کے علاوہ اور کیا ہے؟

زہرہ۔ بندوں کو بندوں کی بندگی سے آزاد کر کے اللہ کی بندگی پر مائل کرنا، کیونکہ تمام انسان آدم اور حوا کی اولاد ہونے کی وجہ سے بھائی ہیں۔

رستم۔ (حیرت سے) کیا اچھا اصول ہے؟

— ۳ —

ربعی بن عامر اسی رستم کے سامنے ایک دوسری سفارت لیکر جاتے ہیں۔ اس طرح کہ اپنے نیزے کی نوک سے شاہی مخملی قالین اور گدوں کو نہیں بلکہ دنیاوی سطوت کو مجروح کرتے ہوئے پہنچنے کے بعد کہتے ہیں کہ:۔ "ہم کو اللہ نے اس لئے بھیجا ہے کہ اس کے بندوں کو دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت کی طرف لائیں، مذاہب کے جور سے نجات دلا کر اسلام کے آغوش میں ڈال دیں"،

— ۴ —

مغیرہ بن شعبہ اسی سلسلے میں بلائے جاتے ہیں تو اس کے برابر تخت پر بیٹھ جاتے ہیں، اس کے خدام ان کو اتار دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ:۔

"تم سے زیادہ ذلیل و سفلہ قوم دنیا میں نہ ہوگی ہم عرب ایک دوسرے کی پرستش نہیں کرتے میں دیکھتا ہوں کہ تم میں بعض آدمی دوسروں کے خدا ہیں اگر یہی حال ہے تو تمہاری سلطنت ہتی نظر نہیں آتی"

دنیا کے پرستاروں سے پوچھو دولت کے پوجنے والوں کے دلوں سے سوال کرو، جاہ و جلال دنیاوی کے طلبگاروں سے استفسار کرو حکام ہی کو اپنی انتہائی پہنچ سمجھنے والوں کے دلوں اور زبانوں کو ٹٹولو اور سنو کہ وہ اس حق کیلئے کہنے کو تیار ہو سکتے ہیں؟

خصوصیات سورہ جس آیۂ عظیم المرتبت کا ٹکڑا پیش نظر ہے اس کی پوری سورہ کے فضائل شمار سے باہر ہیں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک روز مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "میں تمکو ایک ایسی سورۃ بتاتا ہوں جس کی مثل نہ تو توریت میں ہے اور نہ انجیل میں اور نہ قرآن میں کوئی دوسری سورۃ ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ارشاد ہو آپ نے فرمایا وہ سورۃ فاتحہ ہے وہ "سبع مثانی" اور "(پورا) قرآن ہے"۔ اس سورہ اور اس کا ہر ٹکڑہ توحید خالص کی تعلیم دیتا ہے اور خدا کا نام کیونکر لیا جاتا ہے، اس کی کیونکر تعریف کیجاتی ہے ہر حالت میں اس سے کیونکر مدد مانگی جاتی ہے

اس کو ہر نماز میں داخل کر نیکا منشا یہی ہے کہ ہر روز دن میں پانچ مرتبہ ان امور کی تجدید ہوتی رہے اور ہر آن روح کی قوت میں ترقی اور استحکام ہوتا ہے۔ یہ وہ سورہ ہے کہ اس کی پیشین گوئی زبور میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے

اس کا تلفظ اس طرح ہے۔

شیرو لیہوا شیر حاداش سیرو لیہو اخل ہارض:۔ اس کا ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ کو نئے معنی میں یعنی نئے الفاظ اور نئے انداز میں اس کی تعریف و توصیف بیان کرو۔

شیرو کے معنے تسبیح کرو، یعنی شیر کے معنی حمد کے حاداش کے معنی جدید (زبان طرز ادا طریقہ بیان)۔

اس سے غیر عبرانی یعنے عربی قرآن مراد ہے۔ حکم یعنی کی مخاطب تمام دنیا ہے، دیکھو تمام دنیا میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اور نماز پڑھی جاتی ہے "شیر" بالکل "حمد" کے مفہوم و معنی بیان کرتا ہے سورہ فاتحہ لفظ "حمد" سے شروع ہوتی ہے اس میں لفظ مطابقت موجود ہے۔ یعنی" کا لفظ "امر" ہے اس کے معنی حکم کے ہیں صحف انبیاء میں "حکم" کا ماننا فرض ہوتا ہے یا فرض کے معنی ہیں گے تاہے "قرآن کا پڑھنا فرض بھی ہوا ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن کے الفاظ دیکھو تجدید اور تخصیص قرآن کے لئے۔ اس طرح ثابت ہے کہ غیر قرآن یعنے توریت انجیل زبور وغیرہ کی کتب کا پڑھنا کبھی فرض نہ تھا نہ اس وقت مراد ہے۔

اس سے سورہ فاتحہ مراد ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ :۔ سورہ فاتحہ کو "سبع مثانی" قرآن میں فرمایا گیا ہے مثانی کے معنی گیت بالخصوص "شیب" کے ہیں سورہ فاتحہ روز دن کی پانچ وقتوں کی نمازوں میں اور ہر نماز میں کئی بار بار کر پڑھی جاتی ہے زبور کی پیشین گوئی اس سورہ کے علاوہ دوسری کسی عبارت کے لئے نہیں ہو سکتی سورہ فاتحہ اور اس کے ایک تجزیے کے اجمالی بیان کے بعد دوسرا تجزیہ پیش نظر رکھا گیا ہے۔

رب العالمین تمام عوالم کا پروردگار (پالنے والا) ہے۔

تمام عوالم ہستی کا مربی سرپرست ان کو نقص سے نکال کر مرتبہ کمال تک پہونچانے والا ابتداء سے انتہا تک رافت و رحمت کی نظر رکھنے والا۔

اس ترکیب میں دو لفظ ہیں ایک "رب" دوسرا "عالمین" ان کی علحدہ علحدہ تفصیل اور تشریح سن لیجئے۔

رَبّ اس لفظ کے جتنے مشتقات ہیں انپر نظر کیجئے۔

۱۔ رَبَّ الشیٔ چیز کو جمع کیا اور اس کا مالک

۲۔ ربّ القومَ = قوم کا سردار ہوا۔

۳۔ ربّ النعمۃ = نعمت میں اضافہ کیا۔

۴۔ ربّ الصبی = لڑکے کی تربیت کی یہانتک کہ وہ سمجھ دار ہو گیا

۵۔ رَبَّ الصبی = " " " "

۶۔ توبّب الرجل الارض = دعوی کیا کہ اسکا مالک ہے

۷۔ ربابۃ = مملکت۔

۸۔ رب۔ مالک و مطاع۔ مصلح

۹۔ رب کل شئی۔ مالک اور مستحق

۱۰۔ ربیب = منعم

۱۱۔ مربۃ = مملکت

۱۲۔ ربی الاحسان ربی النعمہ۔ ربی الجنۃ ربی العقدہ۔ وغیرہ

اب تربیت اور پرورش کی شکلیں ملاحظہ فرمائیے۔

شکل اول اس سلسلہ میں طنطاوی جوہری نے اپنی کتاب جواہر العلوم میں عجیب و غریب نکتے لکھے ہیں۔

جو اور گیہوں اور اسی قسم کے دوسرے دانوں کی بالیاں انسان کی غذا کے کام میں آتی ہیں لیکن ان کے متعلق کسی نے بھی غور نہیں کیا ہے کہ اللہ تعالی (پروردگار عالم) انکی پرورش کر کے کیونکر "دانہ" سے "بالی" اور منظم گچھے تک پہونچاتا ہے۔

علمائے طبعیات و زراعت کہتے ہیں کہ ایک بیج زمین کے گہوارے میں اعتدال مزاج سے پرورش پاکر جب پودے کی صورت میں ہوجاتا ہے تو اس جوف میں ایک چیز باریک سوئی کی طرح سفید ہوتی ہے اس میں بارش کا پانی رہتا ہے اور جیسا نطفہ رحم میں مادہ تولید پیدا کرتا ہے، پانی اس چیز میں بھی مادہ پیدا کرتا ہے اس سے بالیاں پیدا ہوتی ہیں جس طرح بچہ رحم مادر میں رہکر موسم کی سردی اور گرمی سے محفوظ رہتا ہے اس طرح بالیوں کی ابتدائی شکل محفوظ رہتی ہے اور انکی تدریجی قوت نمو کو مدد ملتی رہتی ہے، ہوا کی موافقت دھوپ کا اعتدال، شبنم اور باد نسیم کی لطافت اس کی حیات اور روزانہ ترقی کی ممد و معاون ہوتی ہے زمین کا مزاج اور پودے کی طبیعت اور

خاصہ بیماریوں کا دفعیہ کرتی رہتی ہیں یہانتک کہ پودہا بالکل مکمل ہوکر کام میں آنے کے لائق ہوجاتا ہے

شکل دوم کھجور کے درخت کا پھل بھی عجیب وغریب حکمت وتدبیر پروردگار سے طیار ہوتا ہے درخت عناصر ارضی کا رقیق مادہ لے کر اپنی شاخوں، پتیوں تنے اور پھولوں پھلوں تک پہونچاتا ہے، خدا کی قدرت اس میں اس طرح کارفرما ہوتی ہے کہ درخت کے ہر جزمیں یہ مادہ پورے تناسب کو مدنظر رکھتا ہے پھل جب طیار ہوتا ہے تو یہ مادہ شیریں شکل اختیار کرکے وہاں تک پہونچتا ہے، جو مادہ غیرشیریں ہوتا ہے وہ شاخوں پتیوں میں جذب ہوکر رہ جاتا ہے۔

شکل سوم موتی کیونکر طیار ہوتا ہے؟ اس میں کس کی حکمت پرورش کارفرما ہوتی ہے؟ اس پر بھی ایک نظر ڈال لینا چاہئے۔

موتی ایک دریائی جانور کے پیٹ میں پیدا ہوتا ہے ایک قسم کا مادہ اس جانور کے پیٹ میں داخل ہوتا ہے اور ایک خاص جگہ آکر موتی کی شکل اختیار کرتا ہے، تولید کے مقام سے پہلے ایک جالدار تھیلی ہوتی ہے اس میں گرد وغبار اور وہ چیزیں آکر رک جاتی ہیں جو موتی کے تولید میں نقص پیدا کرتی ہیں پھر یہ مادہ بتدریج رقت کی شکل چھوڑکر انجماد کی صورت اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ موتی بن جاتا ہے۔

شکل چہارم انسان کے بچوں کی پرورش وتخلیق بطن میں اس طرح ہوتی ہے کہ:۔
بہت چھوٹے چھوٹے جاندار کیڑے مرد اور عورت کے مادوں کے پہلے باہم ملکر ایک ہوجاتے ہیں پھر ان کا انقسام بحساب ۲۔۴۔۸۔۱۶۔۳۲۔۶۴۔۱۲۸ ہوکر ۹ مہینوں میں ان کا تکملہ ہوتا ہے پھر مادہ رقیق تجاذب اور تقسیم ایام سے آنکھ۔ناک۔کان، دماغ، جوارح اور جسم کی صورت اختیار کرلیتا ہے عقلیں حیران، فلسفہ سربہ گریباں اور سائنس انگشت بدنداں ہے کہ وہ کیا چیز اور کونسی طاقت ہے جو تناسب کو پیش نظر رکھتی ہے؟

یہ مسلم ہے کہ بغیر حکیم حکمت اور بغیر مدبر تدبیر کا وقوع محال ہے پس یہ مدبر اور یہ حکیم وہی پروردگار عالم ہے۔

شکل پنجم بچوں کی تربیت ماں کے دودھ سے کیونکر ہوتی ہے اور اس میں کیسی حکیمانہ شفقت و رافت کارفرمائی کرتی ہے۔ اس کا بیان کم دلچسپی اور تفکر کا نہیں ؟۔

بچوں کی پیدائش سے پہلے ہی پروردگار عالم ان کی غذا دودھ ماں کے سینے میں پیدا کر دیتا ہے بچہ جس قدر بڑا ہوتا جاتا ہے اسی نسبت سے دودھ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اس سے بڑھ کے یہ ہے کہ دودھ بچے کی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے غذا بھی رہتا ہے اور دوا بھی۔ یہاں تک کہ اگر کسی بچے کو اس کی عمر کے مناسبت سے علیٰحدہ کسی دوسری عورت کا دودھ پلا لیا جائے تو وہ موافق نہیں ہوتا بچے کی عمر کے اعتبار سے دودھ پلانے کے ایام بھی ہوتے ہیں۔ شریعت نے اس طبی اصول کے لحاظ سے دودھ پلانے اور چھوڑانے کا وقت مقرر کر دیا ہے، جب بچہ غذا کھانے لگتا ہے تو اس کے معدے کے اعتبار سے غذا بھی ہضم ہوتی ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ خون بننے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ پھر بھی انسان بہی کم ظرف اور ناشکرا انسان اس طرح پرورش پا کر ہوش سنبھالتا ہے تو خدا کے وجود سے انکار کرنے لگتا ہے فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ

شکل ششم کچھ طبی پرورش کا ذکر بھی سن لیجئے۔

ایک بار ایک عجمی طبیب نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ "قرآن میں علم طب کہاں ہے ؟" آپ نے فرمایا "صرف ایک آیت میں تمام علم طب موجود ہے"۔

پوچھا کون آیت ہے۔

فرمایا "كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا" کھاؤ پیو فضول خرچی مت کرو۔

اس کی تشریح فرمائی کہ :- المعدة بيت كل داءٍ والحمية رأس كل دواءٍ واعط البدن ما عودتهٗ "معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے، پرہیز تمام دواؤں کا سرآمد ہے، بدن کو وہ چیز دو جس کا وہ عادی ہے"

حکیم نے یہ سن کر کہا جو شخص اس پر عمل کرے اس کو جالینوس کی بھی ضرورت نہیں۔

طبیبوں کا قول ہے کہ صحت کی مراعات، استعمال دوا سے افضل ہے اس کا یہ مقصد ہے

کہ اگر صحت اور غذا کا خیال رکھا جائے تو دوا کی حاجت نہیں، پھر کیا ہے کہ جو لوگ مسہل اور استفراغ کی کثرت رکھتے ہیں ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ کثرت مسہل و استفراغ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کپڑے کا اکثر صابن سے دھونا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کپڑا بہت جلد گل جاتا ہے، یہی حال معدہ کا ہوتا ہے بعض وقت مسہل زہر اور ناقابل علاج بیماری بن جاتا ہے۔ مسہلیں، اخلاط ردیہ کو جو معدے میں مخفی ہوتے ہیں۔ حرکت میں لاتے ہیں۔

اطبا کا یہ قول بھی ہے کہ مریض غذا سے اچھا ہو سکے تو اس کو دوا نہ دینا چاہئے اگر مفرد اور خفیف دوا سے علاج ہو سکے تو مرکب اور قوی دوا دینا نہ چاہئے۔ غریب اور مجہول دوا سے بچی رہنا ضروری ہے۔

دیکھو اور سمجھو کہ ان امور میں کس کے دست قدرت کی پرورش شامل ہے۔

شکرِ منعم

تربیت اور تعلیم میں جو اسرار اور رموز ہیں وہ بھی سامنے رکھنا چاہتا ہوں ناظرین "ترجمان القرآن" ان نکات کو دیکھیں اور خدا کی اس توفیق کے سامنے سر بسجود ہو جائیں جس نے اپنے بندۂ ناچیز کو اپنا پیام پہونچانے کے کرم سے نوازا ہے اور اس کے رسول پر درود بھیجیں جس کا ادنیٰ غلام کشف رموز و اسرار کی جرأت کرتا ہے، اور اس سوز اور اس گرمی کو محسوس کریں جو خدا نے "ابو محمد مصلح" کے دل میں تعلیم اور تبلیغ قرآنی کے لئے ودیعت کر دی ہے۔ آمدم بر سرِ مطلب

اللہ تعالیٰ نے "دماغ" کو پیدا کر کے اس کو فکر، خیال، تذکر، حافظہ اور حس مشترک کا مرکز بنا دیا ہے۔ اس کا مادہ داخلی گندمی اور خارجی، سفید ہوتا ہے۔

دماغ کی مقدار کم سے کم ۱۶ اوقیہ اور زیادہ سے زیادہ ۴۶ اوقیہ ہوتی ہے۔ جس طرح ہمارے اجسام خلایائے کثیرہ سے مرکب ہیں، اسی طرح دماغ میں لاکھوں خلایا ہیں، ان کی شکلیں چھوٹی چھوٹی مستدیر کی ہوتی ہیں ان کے گرد باریک جھلیاں پائی جاتی ہیں! اللہ تعالیٰ نے ان خلایا کو دماغ کے لئے لوح محفوظ بنا دیا ہے۔ اس کے ذریعہ سے نفس پر کیفیت سمع و بصر وغیرہ طاری ہوتی ہے۔

ان خلایا میں کچھ قبول محسوسات کیلئے مخصوص ہوتی ہیں اور کچھ غیر محسوسات یعنے تفکر تعقل تذکیر قوت ناطقہ وغیرہ کے لئے کچھ ایسی قوتوں کے لئے جن سے صنعت و حرفت، کتابت وغیرہ صادر ہوتی ہیں ان خلایا میں جن کا تعلق جس صنعت وغیرہ سے ہوتا ہے اگر مختل ہو جائیں تو وہ قوت سلب ہو جاتی ہے تعلیم ناممکن ہو جاتی ہے۔

معلم کی سب سے بڑی فراست یہی ہے۔ کہ اس کو سمجھکر تعلیم دے، فرض کیجئے کہ ایک شخص کتابت سیکھنا چاہتا ہے لیکن اس کے حروف اور مشق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ مناسبت نہیں تو کوشش بیکار ہے۔ اسی طرح اور علوم عقلی و نقلی کا حال ہے اس تناسب اور حکمت کا خالق پروردگار عالم ہے۔

شکل ششم تربیت عقول کا بیان اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے:۔

حواس خمسہ کی حاکم عقل ہوتی ہے فرض کیجئے کہ ایک شخص دن، دوپہر کو دور سے شراب کو پانی دیکھتا ہے جہاں تک دیکھنے کا تعلق ہے وہ صحیح ہے لیکن عقل کہتی ہے کہ پانی نہیں بلکہ شراب ہے

اسی طرح مصنوعی پھل کے رنگ و روغن کو نظر "پھل" دیکھتی ہے لیکن عقل بتا دیتی ہے کہ یہ پھل نہیں ہے پروانہ چراغ پر گر کر جان دیتا ہے، اس لئے کہ اس نظریہ پر عقل حکومت نہیں کرتی یہی حال آجکل فلسفہ اور دہریت کے گمراہوں کا ہے کہ ان کا احساس عقل سلیم سے کام نہیں لیتا اور ان کو ضلالت کے جہنم میں گرا دیتا ہے وہ اپنی رویت کو حقیقی رویت سمجھ لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عقول کی اور ان کے ذریعہ سے صالح انسان کی پرورش کر کے ان کو صحیح راستہ بتاتا ہے۔ یہ مسئلہ مزید تفصیل کا طالب ہے کسی آئندہ فرصت کا انتظار کیجئے کہنا یہ ہے کہ تعریف کے لائق تو پروردگار ہے جس کی یہ پرورش اس طرح کائنات میں ساری لو جاری ہے۔

ان مسائل کو اجمالی طور پر بیان کرنے کے بعد دوسرے ٹکڑے پر توجہ کی ضرورت ہے۔

عٰلمین بجمیع عوالم :۔

عوالم تمام کائنات کو حاوی ہے اس کی دو مستقل قسمیں ہیں عالم علوی عالم سفلی

عالم علوی میں آسمان۔ عرش کرسی آفتاب، ماہتاب، تارے، سیارے، فرشتے

وغیرہ شامل ہیں تفصیلی اور پیچیدہ مسائل اور مباحث سے بچنے کے لئے ہم صرف فلکیات وغیرہ کو سامنے رکھتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ پروردگار عوالم کی حکمت پرورش ان میں کیونکر جاری ہے۔

انجیل "برنا باس" میں آسمان اور کواکب وغیرہ کے متعلق جو کچھ ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

مسیح کا قول ہے کہ آسمان نو ہیں ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی مسافت اس قدر ہے کہ ایک شخص اگر زمین پر سفر کرنے کے حساب سے چلے تو پانچ سو برس میں پہنچ سکتا ہے اتنی ہی مسافت اور بعد زمین سے فلک اول تک ہے آسمان اول سے زمین کو وہی نسبت ہے جو بالو کے ذرّے کو زمین سے ہے اسی طرح فلک اول سے فلک دوم کو۔ علیٰ ہذا القیاس جنت اسی حساب سے تمام آسمانوں سے بڑی ہے۔ انجیل میں ہے کہ ایک بار جبرئیل مسیح کے پاس آئے ان کے ہاتھ میں ایک آئینہ آفتاب کی طرح چمکتا تھا، اس میں یہ عبارت تھی۔

میں جنت میں اس قدر بڑا ہوں کہ میری نسبت سے آسمان اور زمین تمام کائنات ایک ذرّے کے برابر ہیں بلکہ اس سے بھی چھوٹے ہیں"

فلسفہ یونان نے بھی نو آسمان تسلیم کئے علماء اسلام ابن سینا اور فارابی نے سات آسمان مانے ان کے علاوہ کرسی کو فلک ثوابت، اور عرش کو فلک محیط تسلیم کیا اور کہا کہ اسی کے تابع حرکت یومیہ اور حرکت افلاک، شرق و غرب ہے۔

اس عقیدہ پر ایک زمانہ گذرا تو اجلہ علماء اور حکمائے امّت نے محسوس کیا کہ یہ مذہب باطل عقل اور شرع دونوں کے مخالف ہے۔

ان کے خیال میں، قرآن کے اندر آسمان کی تعداد محدود اور محصور نہیں، مثلاً کوئی شخص کہے میرے پاس کچھ گھوڑے ہیں۔ تو اس کا یہ کہنا اس کے منافی نہیں کہ اس کے پاس کثیر تعداد میں گھوڑے ہیں۔

ان علماء نے اس کی بھی مخالفت کی کہ آسمان اور کواکب قدیم ہیں، ان کو فنا ممکن نہیں ان کی رائے میں زمین کی حرکت اپنے ہی گرد نا قابل تسلیم تھی۔ فلک اطلس کا کوئی وجود نہیں اور کواکب فضا میں حرکت کرتے ہیں۔

یہ سلسلہ چھٹویں اور ساتویں صدی تک مسلم تھی، ترکی حکومت کا دور شروع ہوا تو یہ عقیدہ مسلم ہوا جس کو عام اور خاص سب نے قبول کیا اور اب تک یہی پیش نظر ہے اس کا خلاصہ یہ ہے
یہ تمام عوالم متعدد، آفتابوں، ماہتابوں، زمینوں کے تحت میں ہیں پہلے یہ چیزیں منتشر ذروں کی طرح سریع الحرکت تھیں ہزاروں لاکھوں برسوں کی حرکت کا نتیجہ یہ ہوا کہ متعدد آفتاب کی شکل میں لاکھوں برسوں کے بعد آفتاب سے سیارے بنے ان آفتابوں میں سے ایک آفتاب یہی ہے جو ہم کو روشنی دیتا ہے۔ پھر اسی آفتاب سے ان آٹھ سیاروں کا وجود ہوا یعنے عطارد۔ زہرہ مریخ۔ زمین، مشتری، زحل اور رانوس، اور نیتوں کا۔

محققین علماء نے معلوم کیا کہ مریخ اور مشتری کے درمیان تقریباً چھ سو چھوٹے چھوٹے تارے ہیں ان کی مجموعی تعداد بھی چاند کے برابر نہیں ہوتی، ان تاروں میں سب سے بڑے تارے کا نام "سرس" ہے اس کا قطر پانچسو میل سے زیادہ نہیں ان میں بعض تاروں کا قطر دس میل سے زیادہ نہیں یا ان سے چھوٹے تاروں کا وجود بھی ہے جن کا دیکھنا ممکن نہیں۔

یہ سیارے، سورج کے گرد گھومتے ہیں عطارد اپنا دور ۸۸ دن میں، زہرہ ۲۲۶ دن میں مریخ ۳۲۱ دن میں، زمین سال بھر میں، مشتری ۱۱ سال اور ۳۱۲ دن میں، زحل ۲۹ سال اور ۱۶۷ دن میں، اور رانوس ۸۴ سال اور ۷ دن میں، نیتون ۱۶۴ سال اور ایک دن میں اپنے دورے پورے کرتے ہیں، ان کے علاوہ بھی آفتاب کے گرد کچھ سیارے ہیں جو ابھی تک معلوم نہیں ہوئے

مصر کے فاضل طنطاوی جوہری نے اپنی تفسیر "الجواہر" میں ایک جدول دیا ہے اس سے ان سیاروں کا بعد سورج سے صحیح اعداد میل میں معلوم ہوتا ہے، ناظرین کی دلچسپی کے لئے ہم درج کر دیتے ہیں:۔

	تعداد	اضافہ	مجموعہ + ۹	ر ملین میل
۱۔ عطارد	۰	۴	۴ × ۹	۳۶
۲۔ زہرہ	"	۴	۷ × ۹	۶۳

۳ - زمین	۶	۴	۹ × ۱۰	= ۹۰
۴ - مریخ	۱۲	۴	۹ × ۱۶	= ۱۴۴
۵ -	۲۴	۴	۹ × ۲۸	= ۲۵۲
۶ - مشتری	۴۸	۴	۹ × ۵۲	= ۴۴۸
۷ - زحل	۹۶	۴	۹ × ۱۰۰	= ۹۰۰۰
۸ - اورانوس	۱۹۲	۴	۹ × ۱۹۶	= ۱۷۱۴
۹ - نیتوں	۲۸۴	۴	۹ × ۲۸۸	= ۲۵۹۲

یہ حساب سیاروں کے سورج سے بعد کا تقریباً میل کا ہے۔

چونکہ عطارد سورج سے ۳۶ ملین میل کے فرق پر ہے اس لئے اس کا بعد صفر فرض کر لیا گیا

اسی طرح زہرہ ۳، زمین ۶، مریخ ۱۲ یہ طریق تنصیف ہیں، ہر ضعف میں ۴ کا اضافہ کرکے ۹ میں ضرب دیا گیا اس کا حاصل ملین میل ہوا، اسی طرح جب مریخ اور مشتری تک پہونچتے ہیں تو درمیان میں تارے ملتے ہیں، جو مشتعل نظر آتے ہیں۔

زہرہ اور عطارد زمین سے قریب ترین آسمان کے سیارے ہیں، اور سیارے زمین سے بہت دور ہیں البتہ کواکب ثالث شمار سے باہر ہیں ان میں سے کچھ دوربینوں اور فوٹوگراف کے ذریعہ معلوم کئے گئے ہیں

آفتاب کی روشنی زمین تک ۸ دقیقہ اور ۲۰ ثانیہ میں پہونچتی ہے، اگر اس مسافت کو ہم [illegible] ریل سے چلکر طے کرنا چاہیں تو تقریباً ۲ سو پچاس سال سے کم مدت میں طے نہیں کر سکتے۔

آفتاب کی روشنی بحساب فی ثانیہ ایک سو چھیاسی ہزار میل سفر کرتی ہے۔ آفتاب کی روشنی کی سرعت رفتار کا موازنہ کرنا ہو تو دوسرے کواکب اور انجم کو سامنے رکھ لیجئے۔

ہم سے قریب ترین ستارے کی روشنی ہم تک ۴ سال میں پہونچتی ہے، شعری عبور کی روشنی ۹ سال، نسر طائر کی ۱۴ سال، نسر واقع کی ۳۰ سال، عیوق ۳۲ سال، سماک رامح کی ۴۰ سال

میں روشنی پہنچتی ہے۔

کواکب ثابتہ اپنی روشنی کے اعتبار سے چھ قدروں میں تقسیم کئے جاتے ہیں یہ رائے قدما کی ہے۔ علمائے جدیدہ نے اس کو ۲۰ تک تسلیم کیا ہے۔

قدر اول کی روشنی پوری ہے اس میں ۱۴ تارے ہیں، ان میں سماک رامح وغیرہ ہیں

قدر دوم میں تاروں کی تعداد ۴۷ ہے ان میں ایک "سعد سعود" مشہور ہے

قدر سوم میں ۲۰۷ ہے، ان میں "فرقدان" بہت مشہور رہے۔

قدر چہارم کی ۱۸۹، قدر پنجم کی ۶۵۰ قدر ششم کی ۲۰۰ ۲ ہے اسی طرح تعداد بڑھتی اور روشنی گھٹتی ہوئی قدر بستم تک پہونچتی ہے، اس قدر میں نجوم کی تعداد ۲۰ ملین ہے ان کی روشنی بہت دھندلی اور خفیف ہے۔ انسان کے علم میں اتنک جتنے تاروں کی تعداد آچکی ہے وہ ۲۲۴ ملین ہے، اس اجمالی بیان کے بعد انجیل کا قول آسمانوں کے متعلق سمجھنے میں عقول کو حیرت نہ ہونا چاہئے، اس طرح مسلمانوں نے جو کچھ معلوم کیا ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ان میں بعد عقلی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

چند نکتے — "یورپ" کے اقسام اختراع وایجاد کے ایک پجاری نے ایک بار یہ اعتراض وارد کیا کہ جدید رائے میں کواکب فضا میں حرکت کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کواکب کا فضا میں حرکت کرنا نہ تو جدید علما کے نزدیک ثابت ہے اور نہ قدیم علما کے نزدیک۔

قدما نے ثابت کردیا ہے کہ فضا سرے سے موجود نہیں ان کے نزدیک خلا محال ہے، اس پر یہ دلیل قائم ہوتی ہے کہ ہم لوگ "خلا" کا تصور کرلیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کا تصور دماغ میں روشن ہوگا یا تاریک روشنی اور تاریکی یا تو "عرض" ہونگے یا "جوہر" یا ایک عرض ہوگی اور دوسری جوہر۔

اگر دونوں جوہر ہیں تو ان کا کوئی عرض ہوگا، اگر دونوں عرض ہیں تو ان کا کوئی جوہر

ہوگا۔ اگر ایک عرش دوسری جوہر ہو تو ہمارا مدعا ثابت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ خلائکا وجود مستحیل ہے

علمائے جدید کہتے ہیں کہ:۔

جو روشنی آسمان سے زمین تک پہنچتی ہے وہ کسی جسم پر محمول ہوگی۔ اس نظریے پر وائرلس ٹیلیگراف کی ایجاد ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ سوال باطل و رد ہوگا ہے۔

اس قسم کے اور اکثر لاطائل اور لغو اعتراضات ہیں جن کو یورپ پرست بہت اہم سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی معمولی وقعت بھی نہیں۔

ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

۱۔ آسمان کو انسان کی آنکھیں صرف ایک دیکھتی ہیں۔

۲۔ مذہب نے سات ۷ اور فلسفہ نے نو مانا ہے۔

۳۔ قدمائے مسلم نے آسمانوں کی تعداد سات بتائی عرش اور کرسی کو شامل کرکے ۹ تسلیم کی، برنابا کی انجیل میں بھی ۹ ہے۔

۴۔ مذہب جدیدہ نے تسلیم کیا ہے کہ قدمانے خدا کی عظمت جس قدر تسلیم کی ہے اس سے بہت زیادہ ہے۔

۵۔ عالم میں خلا نہیں۔

۶۔ آسمان ۷ ہیں اور طبق در طبق ہیں۔

۷۔ مذہب جدید نے ثابت کیا ہے کہ "عالم" اور "کواکب" کو فنا ہے۔

ان مسائل کو پیش نظر رکھکر دیکھنا چاہیئے کہ یہ کہاں تک "قرآنی" اقوال کے قریب ہیں؟

ان مسائل کا ہمارے موضوع سے یہ تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم علوی میں "کواکب" آفتاب آسمانوں کیلئے مدبر خاص مقرر کرکے اپنا تصرف ان میں جاری کیا ہے۔

عالمِ سفلی

عالم علوی کے بعد عالم سفلی میں ہم سب سے پہلے

عالم نباتات

کو بحث اور اظہار خیال کے لئے سامنے رکھتے ہیں۔

انسان روزانہ ہزاروں قسم کے پودے، گھاس اور قسم قسم کی نباتات دیکھتا ہے۔ لیکن اس کی عقل یہ سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے کہ دنیا میں جتنے نباتات اور درخت ہیں اور ان درختوں میں جتنے پتے ہیں "ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار" ان میں ہزاروں قسمیں ایسی ہیں جن کی خاصیات معلوم ہو چکی ہیں لاکھوں قسمیں ایسی ہیں جو ابھی تک پردہ خفا میں ہیں ان کی صحیح تعداد سوا خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔

طنطاوی جوہری نے اپنی کتاب "نظام العالم والامم" میں لارڈ ایفیری کی ایک تقریر نقل کی ہے اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

> اے مخاطب! جب تم کسی دریا کے کنارے کھڑے ہو کر نباتات کا حاذب نظر عالم دیکھتے ہو اور سبز پوشوں کا حسن بیاختہ تمکو کسی اور طرف متوجہ ہونے کی اجازت نہیں دیتا، اس وقت تمہارے دل میں یہ خیال بھی گذرتا ہے کہ ان نباتات میں بھی حرکت ارادی موجود ہے۔ ان میں تمہاری طرح عقل، فہم، احساس تک پایا جاتا ہے۔
>
> یہ تمہارے نزدیک عرصہ سے مسلم ہے کہ نباتات میں حرکت ارادی موجود نہیں بلکہ وہ متحرک بارادۃ الغیر ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم نے مبدع کون کی حکمت کا مطالعہ نظر غور سے نہیں کیا ہے "بعض محققین کا اتفاق ہے کہ نباتات میں حرکت ارادی اور احساس دونوں ہیں"

حکمائے اسلام میں علامہ شیرازی اور صوفیہ میں ابن عربی اس خیال کو وسعت دیتے ہیں اور ایک حد تک اس کے قائل ہیں۔

بقول جوہری قرآن کی آیت ربنا الذی اعطا کل شئی خلقہ ثم ھدی۔

ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر شئے کو پیدا کر کے ہدایت دی۔

اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ارشاد اور ہدایت کے تحت میں نباتات بھی داخل ہیں کیونکہ ان میں احساس ہے وہ ارشاد اور ہدایت کے مصداق ہیں۔

جوہری کی یہ رائے بہت کچھ رد و قدح کی محتاج ہے۔

اول تو یہ ہے کہ "احساس" کبھی "ادراک" اور شعور کے معنی میں نہیں آتا۔ یہ ممکن ہے کہ جسم نامی یا غیر نامی میں "حس" ہو۔ لیکن اس میں "شعور" اور "ادراک" کا ہونا ضروری نہیں دیکھئے چھوئی موئی اور سنگ مقناطیس میں خاصے کی صورت میں "حس" ہے لیکن اس کو کسی طرح ادراک یا احساس نہیں کہہ سکتے۔

احساس خاصہ حیوان (جاندار) اور ادراک و شعور کا خاصہ عقل ہوتا ہے۔

حس کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں اور ان کو معلوم کرنے کے مختلف معیار ہیں جن لوگوں نے اس مسئلہ میں دھوکا کھایا ہے ان کے نزدیک "حس" ادراک ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ آیت کا منشا صرف تعمیم ہے تو اس میں غیر نباتات حجر، غیر جسم سب شامل ہیں کیونکہ یہ سب خدا کی مخلوق ہیں اور ہدایت کا اطلاق سب پر ہے۔

اب ڈاروں کے نعرے پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے:

ڈاروں بھی نباتات میں احساس کیا تھا ادراک کا قائل ہے دلیل یہ لاتا ہے کہ انگور کے لیے مکان یا ٹٹی پر چڑھنے والی بیلیں اپنی نمو میں سہل ترین راہ اختیار کرتی ہیں لیکن کیا "داروں" اسی یورپ میں یہ نہیں دیکھتا کہ مشینیں اس سے زیادہ حیرت انگیز کام کرتی ہیں لیکن کوئی شخص نہ تو ان کے احساس کا قائل ہے اور نہ ادراک کا۔

"انار" میں دانوں کی تنظیم و ترتیب کیا انار کی قوت احساس و ادراک ہے، اسکا جواب یہ ہے کہ اس کا خاصہ یہی ہمارا مدعا ہے۔

دنیا میں جتنی چیزیں ہیں نامی غیر نامی جسم غیر جسم حیوان انسان ان میں کوئی نہ کوئی اثر

اور خاصہ ہوتا ہے اس میں نباتات کو کیا خصوصیت ہے۔

اثر اور خاصیت کے اعتبار سے نباتات کا وجود حیرت انگیز ہے اس میں کچھ کوکام ہے شیخ ابو اسحٰق نباتی نے چھتیس سال جنگلوں میں رہکر نباتات کے خواص پر دو ضخیم جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے جو اب مفقود ہے بعض کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں ان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی یورپ کے مکتشفین اور ہندوستان کے بوس بابو اس حد تک نہیں پہونچے ہیں۔ اسی سلسلہ میں بعض نباتات کا ذکر آتا ہے جو اس طرح کرتے ہیں گویا کسی حد تک احساس و ادراک کا تعارف کراتے ہیں، مثلاً :-

۱- ڈنڈلین Dandelion ایک گھاس کا نام ہے، ابتداء وہ سر جھکائے رہتی ہے لیکن جب اس میں کلیاں نکلتی ہیں تو اپنا سر اٹھاکر (باد نسیم) ہوا کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اس کے اور عجائب غرائب ہیں۔

۲- فلیسیر اسپیرل Falio nuria spiral اس میں کلیوں کی تعمیر نر و مادہ کے طور پر ہوتی ہے اس کے ضمن میں اور عجائبات بھی ہیں اور ہزاروں قسم کی گھاس ہیں جنکی خاصیتیں عجیب و غریب ہیں:-

حیران ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں؟

یہ رب العالمین کی پرورش ہے کہ وہ اسطرح پالتا ہے کہ عقلیں حیران اور فلسفہ سرگرداں ہے اور کنہ سمجھنے سے عاجز ہیں۔

عالم نباتات میں بعض درخت ایسے بھی دریافت ہوئے ہیں کہ خلقت انسانی سے پہلے ان کا وجود دنیا میں ہے وہ اب تک سرسبز و شاداب ہیں۔

اب اسکے بعد عالم حیوانی کا ذکر زیادہ دلچسپ صورت میں سامنے آتا ہے۔

عالم حیوانی

حیوان کے تین قسمیں ہیں۔

۱۔ جو نہ تو توالد و تناسل سے پیدا ہوتے نہ انڈا دیتے ہیں۔

۲۔ جو انڈے دیتے ہیں اور ان کو سے کر بچے نکالتے ہیں طیور وغیرہ۔

۳۔ وہ جو بچے دیتے ہیں اور دودھ پلاتے ہیں۔

یہ تمام جانور غیظ وغضب، صبر وضبط اور دوسرے طبائع میں بالکل مختلف ہوتے ہیں ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں البتہ بعض حیوان کا ذکر اس جگہ ضروری ہے۔

مارذجان لیاک نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے اس کا کچھ اقتباس درج کیا جاتا ہے

۱۔ ایک جانور (کیڑا) "مرجان" نام کا ہوتا ہے جو انڈے سے پیدا ہوتا ہے اور پھر اس میں لاانتہا نمو ہونے لگتا ہے اور بتدریج بڑھتا ہے۔ پھر اس میں لاانتہا نمو ہونے لگتا ہے معلوم ہوا ہے کہ یہ جانور ہزاروں سال تک زندہ رہتا ہے۔

۲۔ ایک کیڑا ایسا ہوتا ہے جو کچھ دنوں تک ایک رہتا ہے پھر اس کے بعد اس کے جسم کے دو حصے بیچ سے علیحدہ معلوم ہوتے ہیں وہ دونوں مستقل کیڑے بن کر زندہ رہتے ہیں۔

یہ کیڑے ایک حد تک بالکل معروف ہیں جو معروف ہیں ان میں چیونٹیوں پر نظر کرنے سے ان کی حیرت انگیز خصوصیات معلوم ہوتی ہیں

چیونٹی

صاحب دلوں روح قرآن کے ایسے محققین نے چیونٹی کے متعلق حسب ذیل معلومات بہم پہنچائی ہیں چیونٹی کی ایک ہزار سے زیادہ قسمیں ہیں ان میں ہر قسم دوسری قسم کے مقابلہ میں خاص صفت رکھتی ہے۔ فضلائے موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک قسم کی چیونٹی کاشتکار کہی جاتی ہے، تمام چیونٹیاں علیحدہ علیحدہ نظام کی تابع ہوتی ہیں

ان میں فوج، سپہ سالار، بادشاہ سب ہوتے ہیں۔ فوجوں کی ترتیب باقاعدہ ہوتی ہے چیونٹیاں اپنی ملکہ کے حکم اور ارادے کے اشاروں پر چلتی ہیں اور اپنی جان سے دریغ نہیں کرتیں ان کے رہنے کے دیہات شہر تک ہوتے ہیں، ان کا دیہات پانچ ہزار چیونٹیوں کا مسکن ہوتا ہے

انسان کو اس چیونٹیوں سے اتحاد و اتفاق، ہمدردی، مواخاۃ کا سبق حاصل کرنا چاہئے، اور چیونٹیوں میں کبھی رنگ اور قومیت، مکان اور مقام کی غیریت کی وجہ سے لڑائی نہیں ہوتی دو چیونٹیاں آمنے سامنے آتے ہوئے ہمیشہ ملتی ہیں اور باہم مصافحہ کرتی ہیں، کوئی چیونٹی زخمی یا بیمار ہوتی ہے تو اور چیونٹیاں اس کا علاج اور عیادت کرتی ہیں اس قسم کی اور بہت باتیں ہیں جن کا ذکر موضوع کو طویل کر دیگا۔

اسی طرح شہد کی مکھیاں اور دوسرے حشرات اور حیوانات میں کچھ نہ کچھ خصوصیت ضرور ہے رب العالمین ان سب کی پرورش کرتا ہے اور کسی خصوصیت میں فرق آنے نہیں دیتا۔ یہ ایک مستقل بحث ہے کہ ان کو دشمنوں سے کیونکر محفوظ رکھتا ہے۔ اس کی یہاں ضرورت نہیں اب اس کے بعد عالم کبیر انسان کا اجمالی ذکر ہے اس کے بعد یہ مضمون کا حصہ ختم ہو جائیگا۔

انسان

انسان ابداع اور ایجاد کا آخری نقطہ ہے مخلوقات میں فضیلت اور بزرگی کا تاج اسی کے سر پر رکھا گیا خدا کی امانت کا بوجھ اٹھانے کے لئے اسی کا وجود مناسب تھا۔ اس انسان کو بعض علماء نے ذیل کی چار قسموں پر تقسیم کیا ہے۔

ا۔ شعرا۔ ۲۔ اہل ریاضی ۳۔ علمائے تشریح ۴ علمائے فلسفہ والہیات وغیرہ۔

ا۔ **شعرا** وہ ہوتے ہیں جو فطرت اور قدرت کے چھپے ہوئے راز معلوم کر کے صاحبان احساس کے سامنے پیش کرتے ہیں، وہ روح کی چھپی قوت وجدانی و کیفیت کو حرکت میں لاتے ہیں

۲۔ **اہل ریاضی**۔ کہتے ہیں کہ جو ظاہر کا باطن ہوتا ہے اس کو دنیا کے سامنے رکھکر عقول کو استخراج نتائج اور راز اور اسی پر مائل کرتے ہیں مثلاً ۲۔ ایک عدد ہے دوسری عدد بھی ۲ ہے۔ دونوں عدد اپنی جگہوں پر کچھ نہیں لیکن جب دو کو ۲ میں ضرب دیں گے یا جمع کریں گے تو اسی عمل سے چھپی ہوئی عدد چار ظاہر ہو جائیگی، یہ علم شعرا کی نزاکت اور توہم سے ممتاز ہے اور دنیا کو تخیل کے گہرائی سے نکالکر عمل کی سطح پر لاتا ہے۔

اصولِ سیاست و اخلاق و قانون

یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً

(مولانا ابوالاعلیٰ مودودی)

یہ نہ سمجھا جائے کہ میں کلام الٰہی کے الفاظ کی برکت اور تاثیر کا منکر ہوں جب میں اسپر بیان لکھتا ہوں کہ قرآن مجید کا ہر لفظ اور ہر حرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو میں اس کے سراپا خیر و برکت ہونے اور اس کے موثر اور کارگر ہونے سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں، مگر میرا اعتقاد یہ ہے کہ الفاظ قرآنی کی برکت اور تاثیر ایک ضمنی فائدہ ہے تنزیل کا اصل مقصود نہیں ہے تنزیل کا اصل مقصد تو حکمت کی تعلیم، صراط مستقیم کی طرف ہدایت، تاریکیوں کو چھانٹ کر نورِ حق اور روشن علم پھیلانا، دلوں کو نجاستوں سے پاک کرنا، نیکو کاروں کو مژدہ سنانا بدکاروں کو ڈرانا اور بنی آدم کو زندگی بسر کرنے کے ایسے طریقے سکھانا ہے جن پر چل کر وہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی اور فلاح حاصل کر سکیں جو لوگ اس حکمت کو سمجھیں ٹیڑھے راستوں کو چھوڑ کر سیدھے راستہ پر لگ جائیں، تاریکی سے نکلکر روشنی میں آجائیں، دلوں کو غیر حق کی محبت اور غیر حق کے خوف سے پاک کریں اور اس طرح کی زندگی بسر کریں جس کی تعلیم قرآن مجید نے دی ہے ان کے لئے قرآن کا ہر لفظ اور ہر حرف اپنے اندر برکت اور تاثیر رکھتا ہے، وہ کلام الٰہی کے تمام فوائد و منافع سے متمتع ہو سکتے ہیں، وہ جس چیز کیطرف بڑھینگے کامیابی ان کا استقبال کریگی مقصود خود ان کا قصد کریگا، مطلوب خود ان کا طالب ہوگا۔ وہ سراپا مؤمن بن جائیں گے ان کی نظر کیمیا اثر ہو جائے گی ان کی زبان سے جو کچھ نکلیگا تاثیر بہدف ہوگا، تمام عناصر ان کے لئے مسخر ہو جائیں گے مگر جو لوگ قرآن کی تعلیم سے بے بہرہ، اس کی ہدایت کی روشنی سے محروم اس کے بتلائے ہوئے اصول و قوانین سے منحرف ہیں ان کا محض قرآن کے الفاظ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنا، بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص

بادام کا مغز الگ کر کے صرف اس کا چھلکا زمین میں بو دے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ تمام عمر اس کو پانی دیتا رہے گا تب بھی اس چھلکے سے بادام کا درخت نہ نکلے گا۔

آجکل لوگ قرآنی آیات کو مختلف دنیوی مقاصد کے لئے پڑھتے ہیں اور ہزاروں تسبیحیں پڑھ ڈالتے ہیں، مگر کامیاب نہیں ہوتے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ مغز کو چھوڑ کر چھلکے بوتے ہیں اور انہیں پانی دیکر امید رکھتے ہیں کہ بارآور ہوں گے۔ آیات قرآنی کے الفاظ انکی زبان سے ادا ہوتے ہیں مگر ذہن ان کے معنی و مفہوم سے ناآشنا ہوتا ہے۔ دل میں اللہ کے بجائے غیر اللہ بسا ہوا ہوتا ہے، نیت میں خلوص کے بجائے کھوٹ ہوتا ہے، ارادوں اور خواہشوں میں پاکیزگی کے بجائے نجاست ہوتی ہے۔ رگوں میں وہ خون دوڑتا ہوتا ہے جو ناجائز طریقوں سے کمائی ہوئی غذا سے پیدا ہوا ہے۔ جسم کا ہر حصہ ان خلاف احکام قرآن حرکات پر کوادہ ہوتا ہے۔ جن میں اس نام نہاد عامل نے اس کو استعمال کیا ہے اور خود وہ زبان جس پر قرآنی الفاظ جاری ہیں، شب و روز جھوٹ، غیبت، بدکلامی اور فحش گوئی سے آلودہ ہوتی ہے[1]۔ کیا کوئی عقلمند یہ بات مان سکتا ہے کہ اس طریقے سے قرآن کی کسی آیت کو پڑھ کر کوئی فائدہ حاصل کرنا ممکن ہے؟

اگر کوئی شخص بیماری میں بد پرہیزی کرے، طبیب کی ہدایت پر عمل نہ کرے، جو دوائیں طبیب بتاتا ہے ان کو استعمال بھی نہ کرے اور صرف نسخے کو سامنے رکھ کر بیٹھ جائے یا اس کو دو چار مرتبہ پڑھ لیا کرے، تو تم بے تکلف حکم لگا دو گے کہ اس کا اس طریقے سے شفا پانا ناممکن ہے۔ پھر جب ایک شخص قرآن کو نہ سمجھتا ہے، نہ اس کے احکام پر عمل کرتا ہے، بلکہ اس کی ہدایات کی خلاف ورزی کرتا ہے، اور صرف اس کے الفاظ سے برکت اور تاثیر حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کی

---

[1] صرف یہی نہیں بلکہ بسا اوقات قرآن مجید کی آیات ایسے مقاصد کیلئے پڑھی جاتی ہیں جو خود ان آیات کے مفہوم و معنی اور ان کی تعلیم کے بالکل خلاف ہوتی ہیں مثلاً آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (۲۔ ۲۰) کو عموماً اس لیے پڑھا جاتا ہے کہ پڑھنے والا جس شخص کی محبت میں گرفتار ہے یا جس سے کوئی غرض رکھتا ہے اس کو اپنی محبت میں گرفتار کرے حالانکہ یہ مقصد خود اس آیت کے معنی کے بالکل خلاف ہے۔ آیت کے معنی تو یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک بنا لیتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں۔ بقیہ برصفحہ ۲۴

ناکامیابی کا داغ لگانے میں تمہیں کیوں تامل ہے۔

دنیا عالم مکافات ہے۔ یہاں خدا کا مقرر قانون یہی ہے کہ جیسا کرنا ویسا بھرنا۔ اور یہ وہ قانون ہے جس کو ہم میں کا ہر ایک شخص جانتا اور اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اسی پر عمل پیرا ہے ایک کسان نے باپ دادا سے زراعت کے جو طریقے سیکھے ہیں ان کو وہ سمجھتا ہے، ان کے مطابق عمل کرکے دن کی بھری دھوپوں میں ہل چلا کر زمین تیار کرتا ہے تخم پاشی کرتا ہے، پانی دیتا ہے راتوں کو جاگ جاگ کر کھیتی کی حفاظت کرتا ہے، تب کہیں فصل تیار ہوتی ہے اور وہ اس کو کاٹ کر کھلیان کرکے اپنی محنتوں کے پھل سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ایک تاجر نے سوداگری کی دنیا میں چل پھر کر جو علم، تجربہ اور سبق حاصل کیا ہے اس سے وہ کام لیتا ہے اپنے لئے کاروبار کے مواقع تلاش کرتا ہے، اپنا روپیہ لگاتا ہے، اپنی عقل اور ذہانت صرف کرتا ہے، شب و روز اپنی سوداگری کو فروغ دینے کی فکر میں لگا رہتا ہے دماغ سے تدبیریں سوچتا اور ہاتھ پاؤں سے محنت کرتا ہے۔ تب کہیں اسے فائدہ کی صورت نظر آتی ہے۔ ایک کاریگر اپنے فن کی تحصیل میں محنتیں برداشت کرتا ہے، پھر مواد خام مہیا کرکے اس پر اپنی ذہانت اور محنت صرف کرتا ہے۔ ناکارہ چیز کو کارآمد بناتا ہے، اور ان لوگوں تک اسے پہنچاتا ہے جن کو اس کی حاجت ہوتی ہے، تب کہیں اسے اپنی محنت کا اجر حاصل ہوتا ہے۔ بغرض ہر شخص اپنی اپنی جگہ

بقیہ حاشیہ (صفحہ ۴۱) جیسی اللہ سے کرنی چاہئے، حالانکہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں، کر پڑھنے والا اس آیت کے معنی سے بے خبر اس کی تعلیم سے ناواقف ہوتا ہے۔ وہ بہ تن ایک دوسری ہستی کی محبت میں سرشار اس آیت کو پڑھے چلا جاتا ہے وہ نہیں سمجھتا کہ جو کلام پاک اس کی زبان پر جاری ہے وہ اسے غیروں کی محبت چھوڑ کر اللہ کی محبت کی دعوت دے رہا ہے۔ جن بزرگوں نے عمل حب کے لئے اس آیت کو منتخب کیا، اللہ ان پر رحمت فرمائے انہوں نے دنیا میں یہ کیسا لاجواب نسخہ قرآن حکیم میں تلاش کیا تھا کہ جب تم سب مطلوبوں کی طلب اور سب محبوبوں کی محبت چھوڑ کر رب العالمین کے عاشق بن جاؤ گے تو رب العالمین بھی تمہارا عاشق ہو جائیگا۔ مگر خدا جہل و نادانی کا برا کرے کہ لوگوں نے اس حکمت اور اس حقیقت کو نہ سمجھا، اور اللہ کی محبت کے بجائے غیر اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے اس آیت کو پڑھنے لگے

سمجھتا ہے کہ جو مقصد اس کے پیش نظر ہے وہ بغیر اس کے حاصل ہونا ممکن نہیں ہے کہ پہلے حصولِ
مقصد کے طریقے معلوم کیے جائیں اور واقفیت بہم پہنچانے کے بعد ان طریقوں پر محنت، توجہ
اور انہماک کے ساتھ عمل کیا جائے۔ پھر اگر کسی فن اور کسی پیشے کے اصول اور طریقے کسی
کتاب میں لکھے ہوں تو کوئی بھی اس کے معنی یہ نہیں سمجھتا کہ اس کتاب کا محض وجود اس کام کو
انجام دے دیگا جس کے لئے وہ لکھی گئی ہے اور اس کے الفاظ انسان کے بدلے خود ہی عمل کی
جگہ لیکر خود بخود وہ نتیجے اور فائدے پیدا کرتے چلے جائیں گے۔ مثلاً فن زراعت پر ایک کتاب لکھی گئی
ہو اس کے متعلق ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس میں زراعت کے اصول اور طریقے لکھے گئے ہیں تاکہ جو لوگ کاشت کرتے
ہیں وہ انہیں سمجھیں اور ان کے مطابق کاشت کریں لیکن کسی احمق سے احمق کاشتکار
کے ذہن میں بھی یہ خیال نہیں آسکتا کہ اگر فن زراعت کی کسی مستند و معتبر کتاب کو گھر پر
وہ اسے روزانہ پڑھ لیا کریگا تو قلبہ رانی، تخم ریزی، آبپاشی اور دوسری تمام مشقتوں کے
بغیر ہی جادوگانہ کھیتی آپ سے آپ تیار ہو جایا کرے گی اور وہ مزے سے غلہ اٹھایا کریگا۔ اسی طرح
جو کتاب فن تجارت سے اور کامیابی حاصل کرنے کے طریقے سکھانے کے لئے ہے وہ اسی
شخص کے لئے مفید ہوتی ہے جو تجارت کرے اور اس میں ان اصولوں اور طریقوں کو
برتے۔ مگر کوئی بڑے سے بڑا بیوقوف بھی اتنا بیوقوف نہ ہوگا کہ اس کتاب کو
خرید کر دکان بند کردے، لین دین چھوڑ دے مگر صبح ٹھیک وقت پر کتاب کو کھول لیا کرے
اور یہ سمجھے کہ کاروبار خود بخود چلے گا اور اس کے گھر دولت برستی رہے گی۔

جب زندگی کے تمام معاملات میں ہم اس قانون کو کارفرما دیکھتے ہیں اور ہمارا
تجربہ ہے کہ حصول مقصد کی شرائط میں سے ایک شرط بھی اگر پوری نہیں ہوتی تو مقصد حاصل نہیں
ہوتا جب ہم جانتے ہیں کہ نتائج کے رشتے اسباب کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس عالم اسباب
میں کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ الفاظ عناصر کی جگہ لے لیں، وہم و خیال قوت و توانائی کا
بدل مہیا کر دے، اندھا اعتقاد عقل و فہم اور علم و بصیرت کی کمی پوری کر دے، اور سکون

موجود ہے وہ نتائج ظاہر ہوں جو سعی و عمل پر منحصر ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم مذہب کے معاملہ میں خدا کے اس اٹل قانون کو کارفرما نہیں سمجھتے؟ اور یہاں اگر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ خدا نے قرآن مجید کو نازل فرما کر ہمیں فکر و ہوش سے بے نیاز اور محنت و کوشش کے بار سے سبکدوش کر دیا ہے؟

یقیناً یہ کتاب سراپا رحمت و برکت ہے مگر ان کے لئے نہیں جو سرے سے اس کا اتباع ہی نہ کریں۔ یقیناً یہ نور اور روشنی ہے مگر ان کے لئے نہیں جو اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں یقیناً یہ ہادی اور رہنما ہے مگر ان کے لئے نہیں جو نہ اس سے راستہ پوچھیں اور نہ اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں یقیناً یہ دنیا اور دین کی کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا بنایا ہوا قانون ہے مگر جو اس قانون پر عمل ہی نہ کرے اسے کامیابی کی امید کرنے کا کیا حق ہے؟ یقیناً یہ حکیم مطلق کا بنایا ہوا دستور العمل ہے جس سے انسان کو بیشمار فوائد و منافع حاصل ہو سکتے ہیں، مگر ان فوائد و منافع میں سے وہ شخص کیا حصہ پانے کی امید کر سکتا ہے جو نہ یہ جانتا ہے کہ اس دستور العمل میں کیا ہدایات دی گئی ہیں اور نہ اس کو اپنی زندگی کا دستور بنانا چاہتا ہے؟ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تقریر میرے مدعا کو واضح کرنے کے لئے بالکل کافی ہے میں دراصل یہ بات ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ گو قرآن مجید کی صداقت پر ایمان لانا، توحید، رسالت، ملائکہ، کتب آسمانی اور یوم آخر پر اعتقاد رکھنا، الفاظ قرآنی کی تلاوت کرنا، اور فرائض جس طرح بھی بُرے بھلے طور سے ادا ہو سکیں ادا کر لینا، مسلمان ہونے کے لئے کفایت کرتا ہے لیکن یہ اسلام کا کم سے کم درجہ ہے اور اس دینی و دنیوی فلاح و کامرانی کو پہنچنے اور دنیا و آخرت میں اس بزرگی، بالاتری، علو اور رفعت پر سرفراز ہونے کے لئے ہرگز کافی نہیں ہے جس کا وعدہ اللہ نے مسلمانوں سے کیا ہے اگر مسلمان اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اس کی تعلیم کو سمجھنا چاہئے اور یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ وہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے کونسا دستور العمل پیش کرتا ہے پھر اس کو

اور آپ کے صحابہ کی زندگی پر نظر ڈالنی چاہئے کہ انہوں نے اس تعلیم اور اس دستور العمل کو کس طرح سمجھا اور کس طرح اپنے آپ کو اس کا عملی نمونہ بنایا۔ ہر شخص اپنی بساط، اپنی استعداد اور اپنی حد علم کے مطابق جہاں تک اس کا مطالعہ کر سکتا اور اس کو سمجھ سکتا ہے، اس کو مطالعہ کرنا اور سمجھنا چاہئے۔ اور پھر کوشش کرنی چاہئے کہ جس حد تک ممکن ہو وہ اس ہدایت پر چلے جو قرآن اور سنت رسول و اصحاب رسول سے اس کو حاصل ہو۔ اس علم اور عمل میں ایک شخص جتنی کوشش صرف کریگا اتنی ہی فلاح و کامرانی اسے حاصل ہو گی، اور جو کوشش نہ کریگا اس کو کامیابی بھی حاصل نہ ہو گی اور اس ناکامی کی ذمہ داری قرآن اور اسلام پر نہیں بلکہ خود اس کی بے علمی اور بے عملی پر ہو گی۔

قرآنی حقوق کا کون محافظ ہے

دنیا ترقی ترقی کی آواز سے گونج اٹھی ہے فضائے آسمان میں سائنس کی کرشمہ سازیاں نظر آنے لگی ہیں زبانیں علوم و فنون کی توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ اور معلوم ہے کہ روزانہ کتنا بڑا انبار تمدن و تہذیب کے مظاہروں سے ہر روز سیاہ ہوتا ہے۔

پرائمری تعلیم گاہوں سے لے کر ہائی ایجوکیشنل کے ہر ادارے کے اندر انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کی تعلیم لازمی قرار پا چکی ہے اور چھوٹے بڑے ڈپلوموں کا ٹمنع ٹریفکٹ کا درجہ حاصل کر چکا ہے حکومتوں کے لئے نظام سلطنت قوانین سلطنت اور اس کے قائم رکھنے کے لئے سب کچھ قربان کر دینے والوں کا کون شمار کر سکتا ہے چھوٹی چھوٹی عدالتوں اور ہائیکورٹ اور پریوی کونسل کے اختیارات اور ان کے ذریعہ سے انسانی حکومتوں کے چلانے اور انسانی قوانین کے منوانے کے لئے جو کچھ کیا جاتا ہے اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے لیکن خدارا کوئی بتائے کہ آخر قرآنی علوم و فنون قرآنی اخلاق و قرآنی تہذیب و تمدن قرآنی حکومت اور قرآنی قوانین کی حفاظت کے لئے بھی کوئی جماعت کہیں ہے۔؟؟؟ مصلح۔

قرآنی کلچر

مدیر

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا [illegible] اور [illegible] قوم مسلم
کی فطرت [illegible] قرآن [illegible] قرآن [illegible] اسی فطرت کو ابھارتا اور اس کی نشوونما کرتا
[illegible] قوموں کی فلاح و بہبود [illegible] طرح ہر قوم
ہر ملک [illegible] خاص [illegible] قرآن [illegible] قوم کے لئے
[illegible] قرآنی تربیت [illegible] کے اندر [illegible] نمایاں [illegible]
[illegible] کوئی پوچھے کہ مسلمانوں کا کلچر کیا ہے [illegible] تو اس کا صحیح اور مکمل جواب
[illegible] میں ہو سکتا کہ قرآن!

ہر قوم اور ہر ملک کے لوگ اپنے کلچر پر [illegible] قائم رکھنے کے لئے خاص [illegible]
[illegible] کی تعلیم [illegible] اس کا اہتمام [illegible] کو اسی کی تعلیم [illegible]
[illegible] اس کی ترقی [illegible] بقا کے لئے جدوجہد کرتی ہیں
[illegible] اپنی قومیت اور اپنی حفاظت [illegible] امتیاز بخشنے میں [illegible] اگر ملکوں
[illegible] کا اظہار مقصود [illegible] جس کے سمجھنے میں [illegible]

جس قوم اور جس ملک کا کلچر جس قدر پائیدار اور اعلیٰ ہوگا اسی قدر اس کو دوسری قوم
اور دوسرے ملک والوں پر فضیلت حاصل ہوگی اس لئے خدائے بزرگ و برتر نے جس قوم کو
[illegible] مبارک اور امتیازی خطاب سے سرفراز کیا اس کا [illegible] اس قوم کا کلچر
وہ کلچر ہو [illegible] دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے لئے نمونہ اور قابل قبول بن سکے کیونکہ یہ کلچر [illegible]
[illegible] فطرت انسانی کے مطابق ہے۔

مسلمانوں کے عادات و اطوار، عقاید و اخلاق، تربیت و تعلیم، علم و فن، صنعت و حرفت [illegible]

غرض کہ ہر قومی خصائص کی ساخت و پرداخت میں اور ان کی تہذیب و تمدن کے ہر گوشے
میں جس کلچر کا نمایاں طور پر غلبہ ہونا چاہئے وہ وہی ہو جس کو قرآنی کلچر سے تعبیر کیا جا سکے۔

ہر قوم اور ہر ملک کے لوگ اپنے اپنے پسندیدہ اور اختراع کئے ہوئے کلچر میں رنگے
ہوتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لئے اللہ نے اپنا رنگ اختیار کیا ہے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغہ

قرآن والی قوم قرآنی سانچے میں یعنی خدائی سانچے میں ڈھل کر جس علیٰ وارفع شان کی
مظہر ہونی چاہئے اس کے بیان کی ضرورت نہیں اور اس کو معلوم ہی کرنا ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ
کی زندگی عبادت کا مطالعہ کرنا چاہئے یا پھر قرآن مجید کی صحیح تلاوت کرنی چاہیے۔

زبان کو کلچر کے اندر بہت بڑا دخل ہوتا ہے اور مختلف ممالک اور مختلف قوموں کی عموماً
زبانیں بھی مختلف ہوتی ہیں اسی لئے ان کا کلچر بھی جدا جدا ہوتا ہے لیکن اگر ایک ہی زبان کسی قوم
اور کسی ملک کے اندر رائج ہوتی ہے تو ان سب کا کلچر بھی ایک ہی ہوتا ہے اور قرآن چونکہ
دنیا کی ہدایت کیلئے آخری الہامی زبان ہے اس لیے باوجود اپنی اپنی مروجہ زبان بولنے کے ہر ملک کے
مسلمانوں کی ایک مشترک زبان اور ہونی چاہئے جس کا قرآنی زبان نام رکھنا مناسب ہوگا کیونکہ
اتحاد بین المسلمین ہو یا اتحاد عالم یہ سب کچھ قرآن ہی کے ذریعہ سے ممکن ہے اور اسی چیز کو یہ
قوت حاصل ہے کہ دنیا کی مختلف امتوں کو ایک امت بنا دے۔

ہوشیار قومیں اور سمجھدار ملک کے ارباب حل و عقد اپنے کلچر کی حفاظت کیلئے خاص
خاص انتظام کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنے ان ہمسایوں پر بھی قانون کے ذریعہ پابندیاں لگا
دیتے ہیں جن سے بڑھ کر قوم بننے کی امید نہیں ہوتی مگر تعلیمات قرآن کا سیلاب اس بند کو بھی
بڑی آسانی کے ساتھ توڑ کر رکھ دیتا ہے جیسا کہ قرون اولیٰ کے مسلمان جس ملک و جس قوم کے
اندر گئے انہوں نے اس کے کلچر کو بدل دیا اور آج بھی جہاں جہاں اسلام ہے وہاں اسلامی تہذیب
تمدن اپنی نمایاں خصوصیات کیساتھ نظر آئے گا۔

قرآن مجید دنیا کے ہر گوشہ کے مسلمانوں کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کرتا ہے کل مومن اخوۃ

اور ایک رسی کے تھامنے کو کہتا ہے، وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

قرآنی عربی کو بھی عام ہونا چاہئے اور یہی سبب ہے کہ میں اگرچہ دنیا کی دوسری زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کی ضرورت کو جائز سمجھتا ہوں مگر اس کو دوسرے درجہ پر رکھتا ہوں اور اولیت کا درجہ صرف عربی وہ بھی قرآنی عربی کا حق سمجھتا ہوں۔

قرآنی کلچر کسی خاص قوم کا کلچر نہیں ہوسکتا اس لئے اس کو عربوں یا مسلمانوں کا کلچر کہنا بھی ٹھیک نہیں بلکہ اس کا نام ہر قوم اور ہر ملک والوں کا فطری کلچر رکھنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اور اس الدین اور سلیم الفطرتی اس بات کی متقاضی ہے کہ کوئی بین الاقوامی کلچر موجود ہو جو ملک والوں کے لئے رشتہ کا کام دے سکے

زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اس لئے قرآنی عربی کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ پنجاب میں ... ... ہے اسی طرح بنگال کو دیکھئے جہاں مذہب سوا ہندو اور مسلمان دونوں کا کلچر ایک ہی ہے۔

قرآنی زبان کا رسم الخط بھی تمام قدیم زمانوں کے رسم الخط سے جدید تر اور زیادہ برتر ہے اس لئے طلبہ مدارس کی تعلیم میں قرآن کو داخل کرنا چاہیے۔

قوم و ملک کی تہذیب و تمدن اور ترقی کے مجموعہ کا نام کلچر ہے اور جس قوم کا کلچر جتنا ترقی یافتہ اور بلند ہوگا اتنا ہی اس کا پایہ بلند ہوگا اور یہ سب چیزیں تعلیم سے حاصل ہوتی ہیں اور تعلیم کے لئے انسانوں کی تالیف و تصنیف کا ذخیرہ ہوتا ہے جو کوئی اللہ کی کتاب کو اپنے سامنے رکھے گا ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی کا کلچر نہ ہوگا۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا اور ہر طرف سے پھیر کر ایک مرکز اور ایک پلیٹ فارم پر آنے کیلئے مجبور کرتا اور ایک خلیفہ کی ماتحتی میں رہنے کو کہتا ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ اس لیے باوجود مشرق و مغرب کی دوری کے ان کے جمہوری کلچر کو بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔

قرآن مجید روئے زمین پر حکومت الٰہی کا قیام کراتا ہے اور دین حق کی غرض یہ بتلاتا ہے کہ اس کو جملہ ادیان پر غالب رہنا چاہئے جس کا دوسرا نتیجہ یہ ہوگا کہ حق پرست باطل پرستوں پر حکمرانی کریں گے یعنی اللہ کے تبلائے ہوئے طریقہ پر انصاف اور امن و سلامتی ان کے دم سے قائم رہے گی اسلئے ان کا قرآنی کلچر اس قوم کے لئے بھی ہے جو اسلام کو برآت تو قبول نہ کرے لیکن ذمی ہو کر رہنا قبول کرے جیسا کہ آج بھی مصر کے اندر مسلمان اور قبطی ایک ہی کلچر رکھتے ہیں حالانکہ مذہب جدا جدا ہے۔ اسی طرح افریقہ کے شمالی ساحل پر جو آبادیاں ہیں وہ عربوں کی عادات و اخلاق سے اس درجہ متاثر ہوئیں کہ وہ بھی بالکل عرب بن گئی ہیں یہی حال فلسطین کا بھی ہے جہاں مسلمان اور نصرانی کے علاوہ یہودی بھی ہیں ان سب مقامات پر ان قوموں کے مذہب تو الگ الگ ہیں لیکن کلچر میں کوئی فرق نہیں۔

قرآن عربی چونکہ ساری دنیا کے لئے ہے اس لئے زبان کی حیثیت سے جو متعدد اقوام اور ممالک میں با وجود مذہب و ملت کی تفریق کے عالمگیر زبان کی حیثیت سے ایک مشترک کلچر پیدا ہو سکتا ہے اور جس طرح فرنچ زبان الیک غرض کے لئے دنیا کی ہر یونیورسٹی میں پڑھائی جاتی ہے اور اس قوم یا ملک والے کو اس پر اعتراض نہیں ہوتا بلکہ خوشی خوشی سیکھتے ہیں اسی طرح قرآنی کی تعلیم بھی روے زمین کے ہر مرحلہ پر ہونی چاہئے۔

قرآنی قصے

حضرت مریم رضی اللہ عنہا

یہ کہنا کہ قرآن مجید بہت اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے بہت آسان ہے لیکن واقعی طور پر سمجھ کر کہنا کچھ اور ہے۔ درحقیقت دنیا میں عورتوں کی ذات عجیب ذات ہے اور جو آفتیں ان کے دم قدم سے مردوں اور سوسائٹی پر نازل ہوتی ہیں ان کا تصور بھی ناممکن ہے خود قرآن مجید کی زبان میں اس کو سنا جا سکتا ہے وہ فرماتا ہے اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ جب حال یہ ہے تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام اس پر روشنی نہ ڈالتا۔ وہ ایسے اخلاق ان ہی کی حدیث میں بیان نہ کرتا حضرت مریم رضی اللہ عنہا ان ہی میں سے ایک ہیں جن کی حالت بیان کر کے قرآن مجید فرقۂ اناث کو ایک ایسا سبق دیتا ہے جو شرف و منزلت کا حامل ہوتے ہوئے اس طبقہ کے لئے نمونہ اور مشعل راہ ہدایت ہے ایک طرف تو یہ ہے لیکن دوسری طرف مرد خود قرآنی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں اور اور ان بزرگ ہستیوں کے اسوۂ حسنہ سے نابلد ہیں جو انبیاء و رسل کے قصے میں ان کے لئے سرمایہ زندگی کی طرح فراہم ہیں غور کیجئے جب مردوں کا یہ حال ہے تو عورتیں جو ان ہی کے ذریعے سے بہتر بن سکتی ہیں جن پر ان کو اختیارات دئے گئے تھے اور جن کے سنوارنے کے لئے قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا کی وعید سنائی گئی تھی ان کی گمراہی اور قرآنی برکات سے محرومی اور پھر اس کے بعد تباہی کی انتہا کو کون بتا سکتا ہے۔

مرد یقیناً عورتوں کی تباہی و بربادی کے ذمہ دار ہیں اور ان کے بہتر بنانے کا بار ان ہی کے مضبوط کاندھوں پر ہے جس سے صنف نازک سہارا ڈھونڈتی لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ عورتیں اس الزام سے بالکل بری ہو جائیں مرد اسی حد تک قصوروار ہیں اور اسی کے جوابدہ جس قدر ان کا اس مسئلہ سے تعلق ہے لیکن قطع نظر اس کے خود عورتیں

اپنے قصور کی آپ ہی ذمہ دار ہیں یہ کہکر یہ نہیں بچ جا سکتی کہ ہمارے مرد قرآنی تعلیمات سے
خود بے بہرہ تھے اسی لئے ہم بھی جاہل اور محروم رہے یہ عذر آئندہ پذیرائی کے لائق نہیں جس طرح
زندگی کی دوڑ میں ہزاروں باتیں ایسی ہیں کہ یہ مردوں کی مرضی کے خلاف کر گذرتی
ہیں اسی طرح کس نے ان کو روکا ہے کہ خواہ مرد قرآن کو ہاتھ تک نہ لگائیں لیکن ان کو
چاہئے کہ یہ اپنے پروردگار اور مالک حقیقی خدا کے حکم کے سامنے کسی کے حکم کی پرواہ
نہ کریں اور آنکھ بند کر کے قرآنی احکامات پر چلنے کی ٹھان لیں پھر اپنے ذریعے سے
اپنے فرقے کی دوسری مستورات کو اسی رنگ میں رنگنے کی کوشش کریں خاص کر اپنے
بچے اور بچیوں کو قرآنی سانچے میں ڈھالیں۔

بہرحال حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ذکر جہاں بہتیرے اوصاف سے مالا مال ہے
وہاں ہماری مستورات کیلئے ایک بہترین نمونہ اور ان کی زندگی کے لئے اعلیٰ درجہ کا سبق
ہے۔ خدا کرے ہماری مستورات اس سے وہی پاکیزگی حاصل کریں جو ان کے حاضر
ناظر و غیب دان خدا کے سامنے ہر وقت ان کے نامۂ اعمال کی صورت میں پیش ہو رہی ہے۔

پورے قرآن مجید میں کسی عورت کا نام نہیں آیا ہے الا حضرت مریم علیہا السلام کا
اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کا احترام مقصود ہے اور اشارۃً یہ سمجھانا مقصود
ہے کہ اگرچہ ان کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ قرآن سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا رہے لیکن
نام کا نہ لیا جانا گویا انتہائی حرمت اور پردہ کے ساتھ عزت کا اظہار ہے مگر برعکس اس کے
حضرت مریم علیہا السلام کا نام لیا گیا اس میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ نصرانی دنیا چونکہ اپنی
نادانی کی وجہ سے نعوذ باللہ حضرت مریمؑ کو وَلَمْ يَكُنْ اللہ کی شان والے خدا کی
بی بی سمجھے ہوئے ہے اور اس کے عقیدہ باطل کو باطل کرنا مقصود تھا۔ اس لئے
صاف صاف ان کا نام لے کر اس کا بطلان کیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب دوسرے
پیغمبروں کی عزت کا اتنا خیال کیا گیا کہ ان کی بیبیوں کا نام نہیں لیا گیا تو اللہ تعالیٰ

اس سے بہت زیادہ کا مستحق تھا کہ وہ نعوذ باللہ ۔ خاکم بدہن اپنی بی بی کا نام نہ لینا۔ اب جو نام لیا گیا تو اس نے سختی کیسا تھ اس بات کو ظاہر کیا کہ نصرانی دنیا سخت ترین گناہ کی مرتکب ہو رہی ہے اور وہ سراپا غلطی میں مبتلا ہے کہ ایسا سمجھتی ہے ۔

حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی ماں ہیں اور ان دونوں پر بڑا ظلم ہے کہ اپنے کو کوئی ان کا پیرو کہکر ایسا تکلیف دہ کلمہ منہ سے نکالے اور ایسا غلط عقیدہ قائم کرکے ان کی روحانی تکلیف کا باعث ہو اللہم ...

اگرچہ دنیا آج یورپ کو عقل کا پتلا سمجھے ہوئے ہے مگر قرآن کی محرومی نے دیکھنا چاہیے کہ ان کو کیسے تاریک غار میں گرا دیا ہے اور قرآنی معیار پر کس درجہ یہ بدعقل ثابت ہوتے ہیں کہ اسی کو نہ سمجھے جس کو سمجھنا چاہئے تھا۔ اللہ اور اللہ والوں کے معاملہ ہی میں انہوں نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ چاروں شانے چت زمین پر گئے۔ ترجمان القرآن کی پانچویں قسط میں قرآنی نقطے کے تحت حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ذکر مبارک سپرد قلم کرکے عورتوں کی طرف سے ان کا حق ادا کیا جاتا ہے تاکہ ان کو اس بات کی شکایت کا موقع نہ ملے کہ ترجمان القرآن صرف مردوں ہی کو مخاطب کرتا ہے اگرچہ پچھلے نمبر بھی ہماری تائید میں ہیں لیکن یہ تائید مزید ہے ۔

اس نوٹ کے آخر میں قرآن مجید کی مخاطبت کے متعلق بھی کچھ کہدینا بے محل نہ ہوگا ۔ طبقہ اناث کو یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید میں اگرچہ زیادہ تر مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور تھوڑے مقام ایسے ہیں جہاں خصوصیت کے ساتھ عورتوں کا ذکر ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہے کہ عورتیں چونکہ مردوں کی تابع ہیں اس لئے جو احکامات اور جو تعلیمات ان کے لئے ہیں وہی عورتوں کے لئے بھی ہیں اس صورت میں گویا پورا قرآن انکی مخاطبت میں بھی ہے اور مردوں کو اپنا مخاطب بنانے میں بھی ۔

(مدیر)

(۱)

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ

وہ وقت بھی یاد رکھنے کے لایق ہے جب کہ فرشتوں نے مریم سے کہا! اے مریم بیشک اللہ نے تجھکو سارے جہاں کی عورتوں پر برگزیدہ اور پاک کیا ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عمران اور ماں کا حنہ تھا جو بنی اسرائیل میں بڑی عابدہ اور زاہدہ بی بی تھیں انھوں نے نذر مانی تھی کہ اگر مجھکو لڑکا پیدا ہوا تو اے اللہ تیری نذر کروں گی یعنے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وہ مولود وقف ہوگا جو دنیا کا کام نہ کرے گا۔ بلکہ شب و روز یاد الٰہی میں بسر کرے گا۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔

وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب عمران کی عورت نے کہا! اے میرے رب میرے پیٹ میں جو آزاد بچہ ہے میں نے اس کو تیرے نذر کیا سو تو مجھے قبول فرمائیے تو بے شک جانتا اور سنتا ہے۔

مائیں جسطرح آج اپنے بچے کو اپنا اور دنیا کا بنکر اس کی اور اپنی عاقبت بگاڑتی ہیں مع اس نیک بی کے جذبہ خدا پرستی اور تعلق مع اللہ کے خلوص کو دیکھیں کہ وہ بی اے ایم اے بیرسٹر ایٹ لا، وکیل، لاکھ پتی کروڑ پتی تاجر مہاراجہ بادشاہ وقت بننے کی دعا اپنے لڑکے کے لئے اپنے پروردگار سے نہیں کرتی ہیں بلکہ چاہتی ہیں تو یہ چاہتی ہیں کہ ان کا لڑکا اللہ والا ہو میرے خیال میں ایک یہی ان کی بزرگی کی کافی دلیل ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ یہ وقت تھا اسلئے ان کی یہ دعا ایک دوسرے رنگ اس سے بہتر طریقہ پر مقبول ہوں۔

حضرت حنہ کے جب ایام حمل پورے ہوے تو لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی جس کو دیکھکر وہ اس لئے غمگین ہوئیں کہ ان کے خیال میں بچی سے وہ مقصد پورا نہ ہوگا جو

لڑکے سے ہوتا۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔

رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ۔ اے میرے رب افسوس میں لڑکی جنی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۔ اے اللہ تجھکو خوب معلوم ہے جو کچھ جنی ہوں بیٹا

وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی ۔ بیٹی جیسا تو ہوتا نہیں بہر حال اس کا نام

وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ ۔ مریم رکھتی ہوں اور میں اس کو شیطان

اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ ۔ رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں نیز اسکی

الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ ۔ اولاد کو بھی۔

حضرت حنہ کی یہ دعا بھی یاد رکھنے کے لائق ہے اور جب دینے والے سے مانگے تو اتنا تو مانگے اور مانگے بھی تو وہ چیز جس کے بعد کچھ باقی نہیں رہ جاتا یقیناً جو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آیا وہ ہر طرح سے کامیاب ہو گیا اور جو شیطان مردود کے شر سے محفوظ ہو گیا وہ ہر طرح کی مصیبت سے آزاد ہو گیا۔

حضرت حنہ نے حضرت مریم ہی کے لئے دعائے خیر نہیں کی بلکہ ان کی ذریت کے لئے بھی اور ظاہر ہے کہ ایک سمجھدار اور نیک بی بی ہی کی یہ دعا ہو سکتی ہے بہر حال دعا مقبول ہوئی اور آسمانی پرورش نے ان کو پروان چڑھانا شروع کیا خدا کے گھر میں خدا کے انتظام کے اندر خدا کے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام نے انکی تعلیم و تربیت وغیرہ کی کفالت فرمائی۔

اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ۔ ۔ جب وہ لوگ اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ ان سب میں کون شخص حضرت مریم کی کفالت کرے

وَکَفَّلَهَا زَکَرِیَّا ۔ اور زکریا کو ان کا سرپرست بنایا

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس نذر کو حسن قبول سے یوں سرفراز فرمایا۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۔ پس ان کو ان کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمالیا اور عمدہ طور پر انکو نشو نما دیا

اس کے بعد ان واقعات کا ذکر ہے جو انہی کے لئے مخصوص ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت ہے جس طرح سے حضرت حوا علیہا السلام اور حضرت آدم علیہم السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اسی طرح سے یہ بھی بغیر شوہر کے خدا کی قدرت سے ایک جلیل الشان پیغمبر کی ماں بنیں۔ اور اس بات کا اظہار آپ کی ذات سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے۔ وہ خلاف عادت بھی سب کچھ کرسکتا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ إِذِ انْتَبَذَتْ اور اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کیجئے۔ جبکہ وہ اپنے

مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ گھر والوں سے علیحدہ ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب تھا

مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا قف فَأَرْسَلْنَا گئیں پھر ان لوگوں کے سامنے سے انہوں نے پردہ ڈال لیا پس ہم نے

إِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ ان کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی

قَالَتْ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ بن کر ظاہر ہوا کہنے لگیں میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو

إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ إِنَّمَا أَنَا خدا ترس ہے۔ فرشتے نے کہا کہ میں تمہارے رب کا

رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِأَهَبَ لَكِ غُلٰمًا بھیجا ہوا ہوں۔ تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔

زَكِيًّا ۝ قَالَتْ أَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وہ کہنے لگیں کہ میرے لڑکا کس طرح ہو جائیگا۔

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۝ حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ بدکار ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ یوں ہی ہو جائیگا۔ تمہارے رب نے ارشاد

هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ فرمایا ہے کہ یہ بات مجھ کو آسان ہے اور اس طرح پیدا کریں گے

رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝ تاکہ ہم اس فرزند کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دیں اور باعث رحمت بنائیں اور

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا یہ ایک طے شدہ بات ہے پھر ان کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا پھر اس حمل کو لئے ہوئے

قَصِيًّا ۝ فَأَجَآءَهَا الْمَخَاضُ إِلٰى کسی دور جگہ میں الگ چلی گئیں۔ پھر درد زہ کے مارے کھجور کے درخت کی طرف

جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ آئیں۔ کہنے لگیں کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور ایسی

قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ۝ نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ — پس جبریل نے ان کی پائیں سے انکو پکارا کہ تم مغموم مت ہو تمہارے

رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ — رب نے تمہارے پائیں میں ایک نہر پیدا کر دی ہے۔ اور اس کھجور کے تنے کو

بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا — اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر خرمے تر و تازہ جھڑیں گے۔

جَنِيًّا ۝ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا — پھر کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِىْٓ — پھر اگر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی دیکھو تو کہہ دینا کہ میں نے

اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ — تو اللہ کے واسطے روزے کی منت مان رکھی ہے تو میں

اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۚ فَاَتَتْ بِهٖ — آج کسی آدمی سے نہیں بولوں گی۔ پھر وہ ان کو گود میں

قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ — لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں لوگوں نے کہا اے مریم

جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۝ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ — تم نے بڑے غضب کا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن

مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ — تمہارے باپ کوئی برے آدمی نہ تھے اور تمہاری

اُمُّكِ بَغِيًّا ۝ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ — ماں بدکار تھیں۔ پس مریم نے بچے کی طرف اشارہ

قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ — کر دیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی

صَبِيًّا ۝ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ — گود میں بچہ ہی ہے وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں

اٰتٰىنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ۝ وَّ — اس نے مجھکو کتاب دی اور اس نے مجھکو نبی بنایا۔ اور

جَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَ — مجھکو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں۔ اور

اَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا — اس نے مجھکو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ

دُمْتُ حَيًّا ۝ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِىْ وَلَمْ — رہوں۔ اور مجھکو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا۔

يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ وَالسَّلٰمُ — اس نے مجھکو سرکش بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر سلام ہے

عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ — جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں مروں گا اور جس روز

وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۝ ذٰلِكَ عِيْسَى — میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ یہ ہیں عیسیٰ بن مریم

ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ — میں سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں

بینا و نابینا

مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی

(سیدی حضرت مولانا صوفی شاہ عبدالقادر صاحب مدظلہ)

نابینائی درحقیقت یار کے دیدار سے محرومی کا نام ہے اور غیر یار کو دیکھنا گویا نہیں دیکھنا ہے۔ ؎

کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدار نشد | بشکند دستے کہ خم در گردنِ یارے نشد

عالم دنیا عالم تعارف ہی یہاں تعارف نہ ہو تو پھر وہاں بھی ناآشنائی ہے جس طرح مجمع کثیر میں ہزاروں طرح کی آوازوں کا شور مچا ہوا ہوتا ہے باوجود اس کے جملہ آوازیں باہم ملکر ایک صدا بنجاتی ہیں اور قوی الشامہ انسان عطر مرکب سے ہر ایک ترکیب یافتہ عطر کو پہچان لیتا ہے۔ اسی طرح عاشق صادق ان ہزاروں آوازوں سے اپنے محبوب کی آواز سن لیتا ہے بلکہ جملہ آوازیں اس کی سماعت میں ایک ہی صدائے محبوب بنجاتی ہیں اس لئے کہ غالب کا حکم ہمیشہ مغلوب پر ساری و طاری وجاری رہتا ہے اور ہر مغلوب غالب میں فنا ہوجاتا ہے۔ اس طرح محبوب کی ہر شئے درحقیقت محب کے پاس غالب ہی غالب ہے اور یہ غلبہ کامل توجہ کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ شئے متوجہ الیہ ضعیف سے ضعیف کیوں نہ ہو عاشق کی توجہ اس کو قوی سے قوی تر بنا دیتی ہے اور ہزاروں پردوں میں چھپی ہوئی چیز کو بھی باہر نکال لاتی ہے جس کسی کو اپنے مطلوب کی طرف انہماک کلی حاصل ہے اور اس کے حواس ظاہری و باطنی صرف اسی ایک امر کی تلاش میں ہمقدم ہیں تو بقول

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد | اگر خارے بود گلدستہ گردد

پہاڑوں میں دبی ہوئی مطلوب شے کو طالب کی پلک کا ایک بال کھود دکھا کر باہر

نکال لاتا ہے۔ اس بات کا بھی کامل یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس حاضر ہے نظروں میں بھی باوجود اس کے کہ وہ بے پردہ ہے مگر چھپی ہوئی ہے۔ گریا صدوفی انظر لہا اور جملہ کائنات کا پردہ درمیان حق پڑا ہوا ہے مگر عاشق کی قوت ہمت جو اجتماع حواس سے پیدا ہوتی ہے ان انتہا پردوں سے آگے باہر ہی نکال لاتی ہے۔ دراصل بات تو یہ ہے کہ معشوق حقیقی کے سوا کچھ موجود ہی نہیں اس لئے یہ جملہ پردے نظر عشق میں پردے ہی نہیں ہیں اور اگر ہیں بھی تو انہیں پردوں میں سے اسی عالم کے اندر اپنے معشوق حقیقی کا جلوہ نمایاں کر لینا ہے بینائی ہے اور محروم رہنا نابینائی و ہو المطلوب۔

ایک بات اور کہنے کی ہے کہ کہیں یہ کہکر یا سمجھکر آپ محروم القسمت نہ رہ جائیں کہ خدا کی طرف سے ہی ایسا ہو تو ہو سکتا ہے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہر معاملہ میں یہی اصول خود آپ بھی نہیں برتتے میں پھرتے ہیں پر کیوں اس شرط کا سختی کے ساتھ استعمال کیا جائے اللہ تعالیٰ نے تو اس قوت کو پہلے سے ہی آپ کے اندر ودیعت فرما دیا ہے اسی لئے ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم ۔ بصر اللہ یبصرکم معلوم ہوا کہ حرکت کے بعد ہی خدا حرکت فرماتا ہے۔ عذاب ثواب کا معاملہ بھی تو اسی انصاف کے موجب ہے ورنہ ظلم کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے وحی کا نزول اور انبیاء و رسل کی بعثت بیکار ہوئی جاتی ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور توفیق طلب ہو کہ وہ ہمیں اپنی محبت سے مالا مال فرمائے اور جو کچھ وہاں دینا ہے یہیں سے اس کا سلسلہ پھیلا دے۔ آمین ثم آمین۔

اس وجہ سے آفتاب کو آپ کے اندر اترنے کے لئے پوری جگہ نہیں ملی اسی طرح اس عالم تعارف میں آپ کے حواس نے حنفیت نہیں اختیار کی اور آپ نے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کا سبق حاصل نہیں کیا۔ اور حال یہ ہے کہ حواس ظاہری و باطنی میں سے کسی ایک حس کا بھی غیر معشوق کی طرف متوجہ رہنا شرک فی العشق ہے۔ اور معشوق شرکت پسند بھی نہیں کرتا ہے

آپ کہاں ہیں اور کیا ہیں۔

آپ کو تو آپ کا خدا ابراہیم الملت ہونے کی تاکید فرماتا ہے لہٰذا آپ حضرت خلیل کی طرح جب تک جملہ حواس کی یک روئی حاصل نہ فرمالیں گے معشوق کے دیدار سے محروم ہی رہیں گے اور آپ کا نام اعمٰی کے ہی دفتر میں لکھا رہے گا۔ اور اضل سبیلا کے خطاب سے ہی یاد کئے جاتے رہیں گے۔

بہر حال جبتک آپ کے حواس ظاہری و باطنی کا قبلہ توجہ آپ کا معشوق حقیقی نہ ہوگا آپ اس کے دیدار سے محروم رہیں گے اور اس کے مشاہدے سے بے نصیب اور اگر آپ کو یہ دولت دیدار نصیب ہے اور آپ کا ہر حس متوجہ الی المعشوق ہے اور ہر حس اس مقصد کی تحصیل میں متفق ہوگیا ہے تو پھر عالم کا کوئی پردہ آپ کے معشوق کے شہود سے آپ کو محروم نہیں رکھ سکتا جب جس طرف نظر اٹھائی فثم وجہ اللہ کا جلوہ نظر آیا اس میں کسی کی تخصیص نہیں خواہ بی بی ہو یا بیٹا بیٹی۔ دولت وثروت ہو یا بادشاہی و گدائی وغیرہ ہر جگہ آپ کو آپ کا محبوب ومطلوب حقیقی ہی نظر آئے گا۔ کیونکہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ نظر عشق ہر پردہ سے اپنے معشوق کو باہر نکال لاتی ہے۔

یہ اس لئے کہ عاشقی کا سفر ختم ہو چکا اور جب سیر عاشقی ختم ہو جاتی ہے تو پھر معشوق کے دربار کے سوا اور کچھ نہیں۔ خدمت، عاشق کا کام ہے معشوق مخدوم ہے پس آخرت جو محل معشوقی ہے وہاں خدمت کا اشتراک نہ ہوگا۔ کیونکہ محل معشوقیت میں معشوق کے سوا غیر کا گذر کہاں۔

مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعْمٰى سے وہ ناقص ہستی مراد ہے جس نے اس محل عاشقی میں معشوق کی طرف قدم ہی نہ اٹھایا ہو جب تک راستہ طے نہ ہو منزل تک پہنچ نہیں سکتے اور حاجی نہیں بنتے اس طرح جب تک عاشقی کی منزل طے نہ ہو معشوق کا درجہ حاصل ہو نہیں سکتا۔ اور جب تک معشوق نہیں بن لیا جائے محل معشوقیت میں گذر ہونا محال ہے اور یہی ہے فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی

افسوس صد افسوس کہ محلِ معشوقی میں ہو کر شہود حق سے محرومی ہے۔ اسی کا نام تو اصل ابتلا ہے۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اس نابینائی کے پردۂ عشق و محبت کی سلائی ہی کاٹ سکتی ہے اور عشق کی شان سے یہ بات ہے کہ عاشق کو غیر معشوق کی دید سے اندھا اور غیر معشوق کے آواز کی شنید سے بہرا بنادے اس لئے امام المعشوقین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے یحبک الشی یعمی ویصم۔

اگر آفتاب پر آپ نظر ڈالیں تو اس کا عکس آپ کی آنکھ کے آئینہ میں منطبع ہو جائیگا پھر آپ جس طرف نگاہ اٹھائیں گے آفتاب ہی آفتاب نظر آئے گا۔ اور اگر اس کے برعکس ہو تو سمجھ لیجئے کہ آپ نے آفتاب کا عکس ہمت کی قوت سے نہیں حاصل کیا۔ اوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ اجتماع حواس خمسہ ظاہری و باطنی کا نام ہمت ہے یعنی آفتاب کی رویت کے وقت آپکے حواس مجتمع نہ تھے ان سب کی توجہ ایک طرف نہ تھی جو بات حق کو نکال لیتی ہے یہ ظاہر ہے کہ پھر ایسی صورت میں لن ترانی کا عذر بھی مرفوع ہو جاتا ہے پس آیہ کریمہ مَنْ کَانَ فِی هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی کا یہی مفہوم ہے کہ جس کسی نے اس عالم میں عوام کے پردے سے اپنے محبوب حقیقی کو باہر نہ نکالا اور اس کا شہود نہ حاصل کیا تو عالم آخرت میں بھی کسی طرح کسی ایک پردہ کو وجہ مبارک حق سے نہ اٹھا سکے گا۔ اس لئے کہ پردہ اٹھانے کا مقام تو یہی عالم ہے اور ہستی موہوم کے کارناموں کا بھی یہی محل ہے اور عالم آخرت میں جو پردے اٹھیں گے وہ منجانب حق ہوں گے نہ کہ بندوں کی طرف سے بفحوائے آیہ کریمہ یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ

الغرض کہنا یہ ہے کہ جب بندہ کارگذار ہی نہیں تو نتیجہ کیا ہوگا اور معاوضہ واجرت کیا ملے گی۔ اجیر کی اجرت تو ادائے کار کے بعد ہوتی ہے اس نے تو پردہ کے اٹھانے کے لئے ہاتھ کو جنبش تک نہیں دی۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ کی شرط کو پورا ہی نہیں کیا۔

فاعل کو ہر فعل کی جزا یا سزا کا حق ہوتا ہے۔ عالم آخرت میں بندہ فاعل ہی نہ ہوگا۔ اس سے ہر قسم کی تکلیف مرتفع ہو جائے گی۔ اور جو کچھ ہوگا فاعل حقیقی کی طرف سے ہوگا

اگرچہ دنیا کے ہر کام میں بھی اسی ذات کا دست قدرت کارفرما ہوتا ہے لیکن بندگی قوت حادث کا پردہ پڑا ہوتا ہے۔ تو جب بندے نے اس عالم دنیا کی موہوم ہستی کے پردے میں اس کی قوت کے ظہور کا موقع ہی نہیں دیا یعنی استعداد ہی نہیں پیدا کی تو پھر عالم آخرت میں محل تجلی ظہور حق نہ رہا تو ظاہر ہے کہ بندہ بیکار ہوگیا۔ اور وہاں جو کچھ کام ہے ہستی حقیقی کا ہی فعل ہے۔ حیات اس کی علم اس کا۔ قدرت اس کی ارادہ اس کا الغرض وہاں تو ہستی موہوم اور اس کے آثار کا نام و نشان بھی باقی نہ ہوگا۔ یہی سبب تو ہے کہ اس عالم (جنت) میں جنتی کے ارادے کے ساتھ ہی مراد کا ظہور ہو جائے گا جیسے کن سے فیکون

عالم آخرت میں بندہ ہوگا نہ بندے کی موہوم ہستی۔ ہستی حق کے سوا دوسرا کچھ بھی نہ ہوگا۔ اگرچہ دکھاوے کے واسطے ایک صورت ہوگی اور بس محب محبوب ہوگا۔ اور عاشق معشوق۔

قرآنی تحریک

از عبدالواحد عثمانی صاحب بدایونی (عالم ادب)

نواب نذیر جنگ کی سعید روح قرآنی تحریک کے عموم شرف، وسعت فیض وہمہ گیر وابستگی بحبل اللہ الممدود" سے آجکل مسلسل سبق و درس دے رہی ہے اور صحائف میں متعدد مضامین نکل چکے ہیں جن میں ان کے درد دل، اخلاص اور درک صحیح کا عنصر شامل و شاہد ہے کس کو انکار ہو سکتا ہے قرآن کی تعلیم لازمی۔ ضروری بھی ہیں مگر کون ہے جو اس اقرار پر عمل مداومت۔ پابندی عزم راسخ 'عزمیت کاملہ' دعوت تامہ کو گواہ دے گا اور اس طرح اس تحریک کی جلالت وشرف کا وہ اقرار دے گا جو ایک سچے مسلمان کا اقرار ہوتا ہے ایک لحاظ سے تو یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ انکے حصول سعادت

وشرف از قرآن کے لئے خطابیات سے مطلع اور آگاہ ملکہ مستعد ومتنبہ کیا جائے کیونکہ
یہ تو ایسی جلی۔ اس درجہ واضح اتنی روشن اور مسلم حقیقت ہے جس کو دوسرے الفاظ
میں عین ایمان اصل اسلام کہنا روا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے
افضل دعبادت امتی تلاوۃ القرآن اور اہل القرآن اہل اللہ وخاصتہ اہل القرآن سے
اہل توہم وسقط مراد نہیں جنھوں نے خود کو اہل القرآن کہا اس کتاب اللہ جلیل کو
حقیر وسبک کرنا شروع کر دیا ہے، قرآن کریم کے ارشادات واخلاص خود بتارہے
ہیں۔ کہ ایماندار کے لئے ہر بھلائی ہر قسم کی فلاح ہمہ اسباب ترقی وبرتری وجملہ موجبات
ولوازم بزرگی وبلندی قرآن کے اندر ہیں۔ مہمات معاش ومعاملات ہوں یا
مسائل معاد، واخلاقیات، روحانیات کے دستور العمل ہوں یا تدبیریات کے احکام
امور تعہدیہ ہوں۔ یا احکام نعقیہ حیات جسم کے متعلقات ہوں یا درخشندگی
روح کے لمعات۔ سیاسیات ہوں یا وجدانیات، یہ سب اور یہ تمام کمالات یہ کل
اور ہمہ اقسام صلاح وفلاح دین ودنیا مکمل یکجا بدون واٹل کہیں ہیں تو قرآن میں
اور فقط قرآن عظیم میں ہیں۔ الحق کہ یہ وہ نطق صحیح اور امر واقعی ہے کہ اس میں شک
کی گنجایش نہیں اور جب تک اس حقیقت کی تسلیم میں اور قرآن حکیم کے اندر رہتے
ہیں یا اس کو دل اور دل کے ساتھ عمل میں لئے رہتے ہیں مسلم زندگی کی ترتیب
وگرمی بھی۔ اس وقت تک مسلمان ایک گم شدہ عقال بھی قرآنی ہدایت وحکم سے
تلاش کر لیتا تھا۔ اور ہر ایک تخت وتاج بھی قرآن سے پا سکتا تھا ہر معرکہ ومیدان
کو بھی قرآن کے رخ سے سر کر لیتا تھا اور آسمانوں کی بلندیوں تک اور تحت الثرائے
کی گہرائیوں تک بھی قرآنی راہ نمائی سے پہونچ جاتا تھا بلکہ فاطر السموات والارض
تک اس کی رسائی بوریہ پر بیٹھ کر فاقہ کر کے پیوند کے کپڑے پہن کر ہو جاتی تھی اور
اور قرآن ہی سے وہ خزانوں کا مالک اقالیم وممالک کا تاجدار ہو جاتا تھا۔ مگر آہ

اور صد آہ آج قرآن کو چھوڑ دینے کے سبب دین و دنیا دونوں میں خوار تباہ حال رسوا، ذلیل، شرمندہ خلق۔ ننگ اقوام، عار ملل غارت گرد نیا خسر الاخرہ ہے۔ نہ اس کا دنیا میں بھرم اور وقار ہے۔ نہ دین میں عزت و اعتبار فیا حسرتا۔ مگر قرآن اس حالت کی اصلاح کی دعوت و اس نکبت کے ارتقا و مبدل باقبال ہونے کی عزیمت و نصیحت بھی اپنے اندر رکھتا ہے اور وہ یہ ہے "واعتصموا بحبل اللہ پھر قرآن کو لو قرآن والے بنو۔ مگر ہاتھوں میں رکھکر نہیں زرین و مخمل کے غلافوں میں لپیٹ کر نہیں بلکہ دل و دماغ، و نظر و عمل میں رکھکر ہاں تم قرآن میں جتنا ڈبوگے اتنا ہی ساحل مراد پر ابھرو گے۔ پھر یہ غفلت کیا ہے۔ اور آخر اس تساہل اور بربادکن تساہل سے ہم کناری کیوں ہے۔ اے ملت قرآنیہ اٹھ جاگ! پڑھ اور پھر قرآن کو یقین کے ہاتھ میں لیکر عمل کے مینار سے ملند کر اور آسمان کامیابی پر پہنچ جا۔ سعید ہیں وہ روحیں جو قرآنی تحریک میں حصہ لینا اور اس کو کامیاب بنانا اپنا فرض عین سمجھیں ہر گھر اور ہر گھر کا ہر فرد قرآن خوان اور قرآن دان ہو جو مسلمان ایک قرآن نہ پڑھ سکا ہے وہ اپنی زندگی کو اپنے لئے سخت سمجھکر اس کی تلافی حیات کے پہلے لمحے سے شروع کر دے بستی و محلہ و جماعت و خاندان میں پنچایتی نظام کے ساتھ مدارس قرآنیہ زنانہ و مردانہ جاری ہوں معتبر تراجم قرآن جو ترجمہ میں جدلیات و مسائل اختلافیہ سے پاک ہوں گھر گھر میں موجود رہیں۔ ہر جمعہ کو مساجد میں ترجمہ قرآنی سنایا جائے اور ہو سکے تو ہر روز بعد فجر قرآن یا ترجمہ کا اہتمام کیا جائے۔

علمائے کرام قرآن حکیم سے عبادات، و معاملات و اخلاقیات، احکام کے علیحدہ علیحدہ مسائل ترتیب دیں جن میں آیات اور ترجمہ یا کہیں توضیح مطالب ہو۔ مستورات کے لئے علیحدہ ایک ترتیب دی جائے جو تمام آیات کو بہتر ترتیب سے

جمع کردے جو صرف عورتوں کے متعلق ہوں ۔ میرے پیش نظر ایک ایسی جامع کتاب "عورت و قرآن" ہے جس کو حضرت قبلہ والد ماجد مولوی عبد الماجد قادری بدایونی نے حسب فرمایش حضرت مسیح الملک حکیم اجمل خان مرحوم ترتیب دیا تھا ۔ ابھی اعلیٰ حضرت امام المسلمین خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کے ورود مبارک دہلی پر اس کا نسخہ حضور میں بھی نذر کیا گیا تھا ۔ میں کہتا ہوں کہ مستورات کے لئے قرآن کے اندر جو کچھ ہے وہ تقریباً اس کتاب میں آگیا ہے اگر نواب نذیر جنگ بہادر اور مولوی ابو محمد مصلح صاحب اس کو مستورات میں عام کرنے کے لئے پسند فرمائیں گے تو میں بغیر کسی معاوضہ کے محض "تحریک قرآن" کی امداد کے نذرانہ کے طور پر اس کو حاضر کرنے کا شرف حاصل کروں گا ۔ اگرچہ اب اس کے نسخے بہت قلیل مقدار میں رہ گئے ہیں مگر جتنے بھی ہیں وہ حاضر کئے جائیں گے اسطرح میں خود ایک رسالہ "قرآن اور اخلاق" کے نام سے ترتیب دے رہا ہوں اور میرا مدت سے یہ خیال ہے کہ قرآنی تعلیمات کو وسیع اور عام اور اردو ترجمہ کے ساتھ اس کی اشاعت کثیر کیجائے میں قرآنی تحریک کا دل سے مؤید ہوں اور اس کی ہر خدمت پر حاضر ہوں آیندہ بشرط فرصت ایک مستقل تحریر اس مبحث پر حاضر کروں گا وما توفیقی الا باللہ

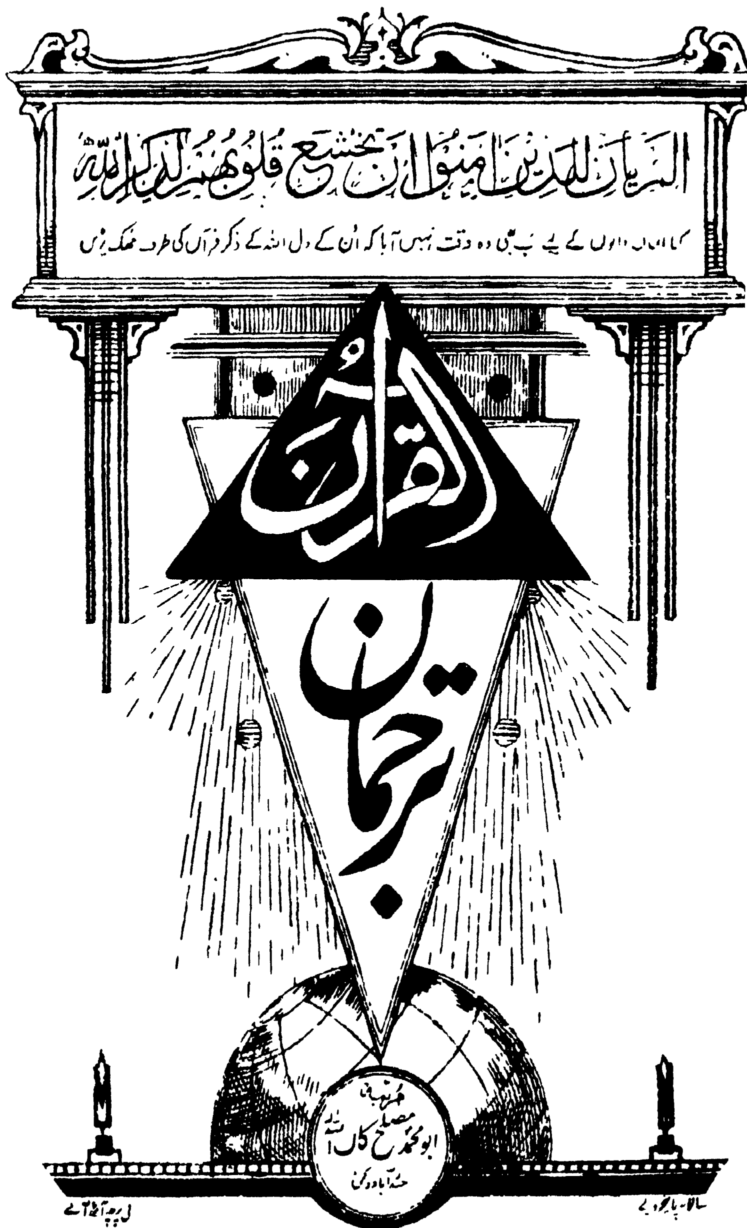
اے کاش !

اے ۔ کاش ! قرآن کا علم عام اور لازمی ہوتا ۔

اے کاش ! قرآنی عمل انسانی زندگی کا جزو اعظم ہوتا ۔

اور اے کاش ! قرآنی قوانین نفاذ پذیر ہوتے اور روے زمیں پر حکومت الٰہی کا قیام ہوتا ۔

"مصلح"



الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبهم لذکر اللہ
کیا ایمان والوں کے لیے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر قرآن کی طرف جھک پڑیں
القرآن
ترجمان
مرتبہ مولانا
ابو محمد مصلح کان اللہ لہ
حیدرآباد دکن
سالانہ پانچ روپے
فی پرچہ آٹھ آنے

عالمگیر تحریکِ قرآن

جلد (۱۱) ترجمان القرآن ذیحجہ ۱۳۵۱ھ نمبر (۶)

دنیائے قرآن

سیرت کمیٹی کی عالمگیر تحریک قرآن میں شرکت

ناظرین ترجمان القرآن یہ سنکر خوش ہوں گے کہ مشہور سیرت کمیٹی نے عالمگیر تحریک قرآن کو اپنے پروگرام میں شریک فرمالیا ہے اور اب یوم النبی کی طرح ماہ رمضان المبارک میں "قرآن والی رات" کی یادگار بھی منائی جائے گی اگرچہ یہ کام خموشی کے ساتھ ہی برسوں سے دفتر عالمگیر تحریک قرآن کیطرف سے بھی کیا جاتا رہا ہے لیکن مولنا عبد المجید قرشی جو تحریک یوم النبی کے بانی اور روح رواں ہیں ان کی توجہ سے عالم اسلام کے اندر یہ کام انجام پائیگا۔

ماہ رمضان المبارک کے ترجمان القرآن میں قرآنی مکتوبات کے تحت جو ہماری خط وکتابت مذکورۃ الصدر بھائی سے ہوی تھی الحمد للہ وہ بہت جلد مقبول بارگاہ ایزدی ہوگئی مولنا عبد المجید قرشی نے "پیغام رمضان" نامی رسالہ میں دل کھول کر اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور خوب کی ہے اس کی قیمت صرف ۳ ہے ہم سفارش کرتے ہیں کہ یہی ضلع لاہور سے منگواکر آپ ضرور اس کا مطالعہ کیجئے

صوبہ بہار کا مختصر دورہ گذشتہ ماہ۔ ایم۔ آرہ پھلواری شریف پٹنہ۔ ڈہری۔ اور ڈالٹینگنج مختصر دورہ عمل میں آیا عالمگیر تحریک قرآن پر متعدد تقریریں ہوئیں۔ قرآن مجید کے درس قائم کرائے گئے مدارس میں بچوں کو شروع سے ہی قرآن مجید بامعنی پڑہانے کی عملی شکلیں پیش کیگئیں۔ اگر ناظرین ترجمان القرآن اپنے اپنے مقام پر اسی طرح کا کام شروع کردیں اور نتایج سے مرکز کو اطلاع دیں تو ایک طرح کی بہت جلد تنظیم قائم ہوجائے اس سلسلہ میں ایک بات اور بھی کہنے کی ہے کہ ہر صوبہ کی بااثر ہستیاں باقاعدہ یہ جدو جہد شروع کردیں کہ محکمہ تعلیمات اس سلسلے کو اپنے ہاتھ میں لے لے

مسلمان بچوں کے لیے مذہبی تعلیم کے اندر قرآن مجید کی با معنے تعلیم کو شروع سے ہی لازم قرار دیا جائے آنریبل سر فضل حسین ملک فیروز خانون۔ آنریبل سر سید محمد فخر الدین احمد بہار مسٹر خواجہ نظام الدین صاحب وزیر تعلیمات بنگال جیسی با اختیار ہستیوں کو خاص طور پر اس میں حصہ لینا چاہیئے مسلمانوں کے حقوق اس وقت تک خطرہ سے باہر نہیں ہوتے جب تک قرآن کا مسئلہ حل نہ ہو مسلمان اور قرآن کا مسئلہ اسلام کے نام لیواؤں کے واسطے جسم و جان کا مسئلہ ہے۔ بغیر اس کے ان کی ہر ترقی تنزل کے مترادف ہے کیونکہ درحقیقت ان کی دینی اور دنیاوی ترقی قرآن کے علم و عمل پر منحصر ہے۔

چغہ پر قرآن مجید

لارڈ لوتھین کے ایما پر ان کے ایک دوست نے جو انگلستان میں ہیں علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کو ایک چغہ دیا ہے جس پر تمام قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔ یہ چغہ غدر ۱۸۵۷ء کے دوران میں ہندوستان سے گیا تھا۔ اور اب مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے طور پر ہندوستان کو واپس دیا گیا ہے اسی طرح کا ایک دوسرا چغہ مولوی عبد الحلیم صاحب بی۔ اے بی ٹی۔ ساکن آباد کے پاس بھی وراثتاً چلا آتا ہے۔ تیسرا چغہ گرو نانک صاحب کا ہے جو ڈیرہ بابا نانک میں اب تک محفوظ ہے لیکن اس پر آیات

ٹائمز آف انڈیا کے ایڈیٹر معہ اہل و عیال مشرف باسلام

ٹائمز آف انڈیا کے نیوز ایڈیٹر ایم پال ڈیر ان کی بیوی اور ان کا بیٹا بمبئی میں مشرف باسلام ہوئے مسٹر پال ڈیر کا اسلامی نام محمود حامد۔ بیوی کا نام ممتاز مریم۔ اور لخت جگر کا نام عبد الکریم رکھا گیا۔ آپ نے ایک تقریر کے سلسلہ میں کہا۔

"میں بتدریج اس حقیقت سے آگاہ ہوا کہ اسلام ہی نے خدا کی ذات کے متعلق صحیح نقطہ خیال پیش کیا ہے اور وہ توحید خالص کا عقیدہ ہے میں عیسائیوں کے مسئلہ تثلیث کو کبھی سمجھ ہی نہیں سکا تھا اور اس سے ہمیشہ غیر مطمئن رہتا تھا۔ اسلامی عقیدہ توحید سمجھنے کے بعد مجھے تسکین ہوئی اور میرا قلب مطمئن ہو گیا۔ پھر میں نے یورپ جا کر نجی طور پر قرآن اور

اور تکلیف کا حکم ہوتا ہے

اسلام کا مطالعہ جاری کیا جس سے میرے دیگر شبہات خود بخود رفع ہو گئے۔

''اسلام کے جزو ثانی یعنی رسالت کا میں اس طرح قائل ہوا کہ جب میں نے تمام کتب آسمانی کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ ان میں سوائے قرآن کے کوئی صحیفہ ایسا نہیں جو تحریف اور انسانی دست برد سے بچا ہو۔ قرآن حکیم کا مجھ پر ایسا اثر ہوا اور یقین ہو گیا کہ یہی تحریف سے پاک ہے اور ایک مقصد وحید کو پیش نظر رکھتا ہے۔

پیشوا کا قرآن نمبر ہم مجلس تحریک قرآن مجید اور ناظرین ترجمان القرآن کی طرف سے پیشوا کے قرآن نمبر نکالنے پر اس کے مالک اور اڈیٹر کو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔ یقیناً یہ پیش قدمی اس لائق ہے کہ ہر مسلم صحیفہ نگار کو اس کی پیروی کرنی چاہئے مناسب ہوگا۔ اگر ہر سال ماہ رمضان المبارک میں اسی طرح کا خاص نمبر شائع ہو جس سے مسلمان پھر قرآنی علم و عمل کی طرف متوجہ ہو جائیں

ایک نامور نصرانی پر کلام اللہ کا اثر مصر کی بین الاقوام ریلوے کانفرنس میں جو نمایندے شریک ہوے ان میں موسیو مانویل صدر وفد اسپین بھی تھے، ان کے اعزاز میں تیونس کے مشہور رہنمائے آزادی علامہ ثعالبی نے ایک شاندار پارٹی دی اور اسلامی طریقہ پر کلام اللہ شریف کی تلاوت سے بھی تواضع کی گئی۔ اثنائے قرآت میں موسیو موصوف جھوم رہے تھے۔ اگرچہ آپ عربی زبان سے واقف نہیں ہیں لیکن خدا کے آخری پیغام کا ناقابل بیان اثر آپ پر وجد کا عالم طاری کر رہا تھا۔ آپ نے کہا۔

''میں نے ایک سے زیادہ مرتبہ اپنی زبان میں کلام اللہ کا مطالعہ کیا ہے لیکن آج میں نے محسوس کیا ہے کہ تلاوت قرآن کا اثر میری رگ رگ میں سرایت کر گیا ہے میں سمجھتا ہوں اس کا یہ سبب ہے کہ میں نے آج کلام اللہ کو عربی زبان میں موتیوں کی طرح منسلک دیکھا اور سنا ہے''

اس کے بعد موسیو موصوف نے علامہ سید رشید رضا سے درخواست کی کہ وہ ملا شدہ آیات کا اپنی زبان میں ترجمہ کریں تا کہ وہ اپنی زبان میں ان کے محل وقوع کو آسانی سے معلوم کر سکیں (حیف ہے ان مسلمانوں کی سمجھ پر جو قرآن مجید کی اصل زبان کو ترک کر کے صرف کسی زبان کے ترجمہ کو باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ (ترجمان القرآن)

سابق وزیر پنجاب لالہ ہرکشن لعل کے فرزند مسٹر کنہیا لال بیرسٹر مع اپنی بی بی بچے کے مشرف باسلام ہوئے۔ اس سعید وقت میں لاہور کے مشہور اصحاب، ڈاکٹر سر اقبال، علامہ عبد اللہ یوسف علی۔ ملک فیروز خان نون وزیر تعلیمات نواب سر شاہنواز۔ چودھری ظفر اللہ خاں مولوی محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار کے علاوہ اور حضرات بھی موجود تھے۔

مسلمانان عالم کے اس معزز بھائی کا اسلامی نام خالد اللطیف اور لڑکے کا نام خالد عبد الرشید قرار پایا مسٹر خالد اللطیف اپنے عقائد کے متعلق فرماتے ہیں۔

مجھے فرقہ بازی سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اسلام ان اصول کے لئے حیات و ممات کی کامل و مکمل تعلیم کا نام ہے جو قرآن پاک میں رب جلیل نے اپنے بندوں کو دی۔ قرآن پاک چونکہ غیر مبدل ہے اس لئے مسٹر گاندھی بھی غیر مبدل مسلمان ہیں۔

قرآن کریم کا چینی ترجمہ چین کے رسالہ فرنڈس آف معلمز میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کے اندر چینی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کے متعلق کچھ اطلاعات ملی ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ چین میں اسلام کو داخل ہوئے بارہ صدی کا طویل عرصہ گذر گیا مگر وہاں کے مستند اور مکمل ترجمہ اب تک کوئی شائع نہیں ہوا اور اخیر تک جو ترجمہ شائع ہو سکا ہے اگرچہ وہ مکمل ہے لیکن مستند نہیں ضرورت ہے کہ اسلام کی ایک جماعت مسلمانان عالم سے امداد حاصل کر کے تبلیغی اصول پر قرآن مجید کے ——— ہر زبان میں کثرت

کیا تو پھیلانے کے لئے آمادہ ہو جائے مسلمان حکمرانوں کو بھی خاص طور پر توجہ کرنی چاہئے

قرآن مجید کا ظاہری ادب بھی ضروری ہے

عرس کے موقع پر اور زیارت جس کو سوم تیجا اور پھول اٹھانا بھی کہتے ہیں مسلمان قرآن خوانی کی مجلس منعقد کرتے ہیں اس میں بعض جگہ ایسے واقعات دیکھنے میں آئے جن سے روحانی تکلیف ہوئی ایک جگہ تو یہ دیکھنے میں آیا کہ جو پارے پڑھ لئے جاتے تھے اس کو علیحدہ سے میز کے نیچے رکھ دیتے تھے۔ اس مجلس میں صاحب خانہ جو خود مذہبی اور ظاہری وقعت کے لحاظ سے معزز مانے جاتے ہیں۔ ان کو آتے دیکھکر ایک صاحب جو تلاوت میں مشغول تھے کلام شریف ہاتھ میں لئے ہوئے ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے ایک دوسری مجلس میں اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ سانحہ گذرا ایک نواب صاحب تلاوت فرما رہے تھے کہ ان کے مرشد کے صاحبزادے تشریف فرما ہوئے نواب صاحب قرآن مجید کو لئے ہوئے ان کے قدموں کو چومنے کے لئے زمین پر گر پڑے۔

ہم اس موقع پر فی الحال صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ یہ باتیں صریحاً قرآن مجید کی عظمت کے خلاف ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن سے بڑھکر اس آسمان کے نیچے کوئی دوسری چیز عزت و حرمت کے لائق نہیں اس کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ جس طرح قرآن مجید کا باطنی ادب ہے اسی طرح ظاہری ادب بھی ضروری ہے۔ قرآن جہاں پڑھا جاتا ہو وہاں ادبِ ظاہری کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے۔

قرآن مجید کا آخری پارہ انگریزی میں

ڈاکٹر خالد شیلڈرک صاحب نے خانگی ملاقاتوں اور پبلک تقریروں میں اس ضرورت کا کئی مرتبہ اظہار فرمایا کہ یورپ میں نومسلموں کے ایسے غریب لڑکے بھی ہیں جو کئی سبب سے اس بات کے مستحق ہیں کہ کم سے کم مذہبی کتابوں سے ہی ان کی مدد کیجائے۔ اس کا احساس فرماتے ہوئے دفتر عالمگیر تحریک قرآن نے "دی لاسٹ پاٹ اف دی ہولی قرآن

کے نام سے پارہ عم انگریزی میں قریب قریب اسی طریقہ پر شایع کرایا ہے جس کی کل بچوں کی تفسیر شایع ہوچکی ہے۔ بچوں کو اس کے پڑھانے سے انگریزی اور عربی دونوں زبانیں آجاتی ہیں۔ انشاء اللہ ڈاکٹر صاحب موصوف کوئی سو جلدیں مفت اس غرض سے دی جائیں گی کہ وہ یورپ میں مستحقین کو تقسیم فرمائیں تاہم کئی سو فاضل جلدیں بھی دفتر میں بچ رہیں گی ضرورت ہے کہ آپ بھی اپنے بچوں کو اس کے ذریعہ سے تعلیم دلائیں۔ مع جلد ہدیہ ایک روپیہ۔ پتہ دفتر تحریک قرآن حیدرآباد دکن

بیرن عمر کی تقریر جہنی و قرآن

پر مجلس تحریک قرآن مجید ممالک محروسہ سرکار عالی کے اہتمام سے جناب نواب مرزا یار جنگ بہادر چیف جسٹس ہائی کورٹ کی صدارت میں بمقام سیف گلشن دولتکدہ نواب سیف نواز جنگ بہادر ایک کامیاب جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ انگریزی دان طبقہ اور عثمانیہ یونیورسٹی کے طلبہ شریک تھے۔ کتابچہ کی شکل میں یہ تقریر بزبان انگریزی بہت جلد شایع ہوگی۔

ڈاکٹر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی نے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے کہا۔

"مذہبی تعلیم کے سلسلہ میں اس پر زور دینا چاہتا ہوں کہ سب سے بہتر دینیات کی تعلیم کلام پاک کی تعلیم ہے۔ وہ کلام پاک با ترجمہ پڑھایا جائے کلام مجید کی تعلیم مسلمانوں کے ہر ملت کے بچوں کو مشترکہ دیجا سکتی ہے۔"

ڈاکٹر رام داس خان ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔ سابق پرنسپل ساتن دھرم کالج جنہوں نے حال میں آپ ہی اسلام قبول کیا ہے اور جن کا اسلامی نام محمد رشید الدین خان ہے فرمایا "اسلام سے پیشتر دنیا پر ہولناک تاریکی چھائی ہوئی تھی جس کو حضرت محمد صلعم نے خدائے برتر کی وحدانیت سے منور کیا اور خدا کی الہامی کتاب قرآن نے عوام کو صراط مستقیم کا راستہ بتایا" آج تک جتنی بھی الہامی کتابیں پائی جاتی ہیں ان سب میں بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن قرآن پاک ہی ایک ایسی کتاب ہے جو مذہب سیاست، تمدن، حق شرع،

مناجات قرآنی

مولوی احمد منیر الدین صاحب منیر قاضی پیٹھی

المدد اے کریم رب جلیل ۔ شب تاریک میں ہیں کوس رحیل
لنگ مرکب ہے چشم ہے شب کور ۔ طول ہے راہ اور زاد قلیل
رہبر راہ سب ہیں سرگرداں ۔ سربسجدہ ہیں واقفان سبیل
راہ نما کوئی جز کتاب نہیں ۔ اور اس پر بھی آہ اقال و قیل
ہے وجود کتاب یہی گویا ۔ حرز بر لب فقط بلا ترتیل
اس شب تار میں خدا کی پناہ ۔ فوج انجم کی بھی نہیں تشکیل
جس سے کچھ راہ کی خبر ہوتی ۔ راہ پاتی ہماری طرح دلیل
کاش نقش قدم نظر آتے ۔ آگے بڑھنے کی ہوتی کوئی سبیل

ہم پہ مکشوف کر کتاب منیر
ہے تو ہی واہب عطائے جزیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انقلابات پر ایک نظر

۔ تو عالمگیر تحریک قرآن کی ... سی اد ... ہ اور تحریک ہے نہ ترجمان القرآن
کا اجراء نام و نمود یا طلب منفعت کے لئے عمل میں آیا ہے اور نہ ہی مدیر ترجمان القرآن
کے مقالات مضمون نگاری اور خالی صفحات کی خانہ پری کرنے کے لئے ہیں
اس لئے بجا طور پر استحقاق حاصل ہے کہ ہر کوشش کے نتائج تلاش کئے جائیں
و پھر ایک مومن کی فراست سے کام لیا جائے۔

نفس مقصد پر پھر بحث ہوگی اس سے پہلے چند لفظوں میں "ترجمان القرآن"
کے اجراء کی غرض کو ناظرین کرام ایک مرتبہ اور سن لیں اور اس کے بعد اپنے
دل و دماغ اور قلب و جگر کے ہر گوشہ کا جائزہ لیں اور معلوم کریں کہ ہوا کا رخ
کدھر ہے اور معاملہ کی رفتار کہاں تک پہنچی ہے۔ اس مختصر سے رسالہ کی خریداری
اور مطالعہ نے کوئی خاص فائدہ پہنچایا یا نہیں۔ کوئی خاص امتیازی شان
پیدا کی یا نہیں۔ کوئی خاص منزل متعین کی یا نہیں و رکسی خاص شاہ راہ پر لیکر
چل پڑا یا نہیں۔ اگر ایسا ہے تو مسرت کی بات ہے۔ ہماری زندگی کا مقصد
حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ناچیز بندے کی خدمات قبول فرمالیں اور اب
کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے اندر وہ گروہ پیدا ہو گیا جس کی ضرورت تھی اور
جس کی ایک عرصہ دراز سے عالم اسلام میں کیا روئے زمین پر کمی تھی قرآنی
علم و عمل کے عام کرنے والے پیدا ہو گئے۔ حکومت الٰہی کے خواستگار پیدا ہو گئے
عبدیت الٰہی کا جھنڈا بلند کرنے والے پیدا ہو گئے اور محبت الٰہی کا نغمہ سنانے والا

مستِ الست گروہ پیدا ہو گیا اور نوعِ انسان کے لئے ایک مرتبہ پھر دنیا رہنے کے لائق بن گئی۔

اور اگر خدانخواستہ ایسا نہیں ہے اور جیسا کہ میری بدگمانیاں مجھے اسی کے سمجھنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ تو وائے برحالِ ما۔ یہ تیر بھی خالی گیا۔ آخری تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی اور آخری صدا بھی فضا میں منتشر ہو کر رہ گئی۔

اور اگر واقعی ایسا ہی ہے تو مجھے اجازت ملنی چاہئے۔ کہ میں ایک مرتبہ آپ سے دریافت کروں فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ۔ کیا ترجمان القرآن کے پچھلے پانچ نمبروں کے شایع کرنے کی تمنا کا یوں خون ہونا تھا۔ اور کیا ہماری نہیں دنیا کی آرزوؤں کو یوں پامال ہونا تھا۔ اور کیا مقصدِ عزیز کے حاصل کرنے کے لئے پھر سے جد و جہد شروع کرنی پڑے گی۔

ناظرینِ کرام میں آپ سے یہ سننا نہیں چاہتا کہ آپ مسلمان ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج کر چکے ہیں، زکاۃ دیتے ہیں، آپ کے چہرہ پر ڈاڑھی ہے، آپ کلمۂ توحید کے قائل ہیں۔ آپ کے رسول سب سے بڑے رسول ہیں۔ آپ کا مذہب دنیا کے سارے مذاہب سے بہتر ہے۔ قرآن اعلیٰ درجہ کی بے مثل کتاب ہے اور آپ ہر روز اس کی تلاوت فرماتے ہیں۔

مجھے معاف فرمائیے میں یہ بھی نہیں سننا چاہتا کہ آپ کسی مدرسہ کے مہتمم ہیں کسی انجمن کے کارکن اور صدر و سکرٹری ہیں کسی اخبار و رسالہ کے ایڈیٹر ہیں اور قوم قوم، مسلمان مسلمان، ترقی ترقی، اسلام اسلام کی صدا بلند کرتے کرتے آپ کا گلا پڑ پڑ گیا ہے۔

آخر میں مجھے اس بات کے کہنے کی بھی اجازت دیجئے کہ میں آپ کے پانچ روپیہ سالانہ چندہ کی بھی پروا نہیں کرتا، اور نہ ترجمان القرآن کے مقاصدِ عالیہ

اور اس کے مخصوص رنگ کے مضامین کی تعریف و توصیف کے سننے کا خواستگار ہوں میں سچ کہتا ہوں کہ آپ کی طرف سے اس سلسلہ میں خواہ کوئی سی چیز بھی پیش کیجائے میرے محزون دل کو مسرت نہیں بخش سکتی۔ کیونکہ میں تو آپ کو آپکے اور آپ کی ساری دنیا سے باغی بنانا چاہتا ہوں انسانی خواہشات انسانی مرضیات، انسانی قوانین اور انسانی حکومتوں سے بغاوت کرانا چاہتا ہوں، میں تو ہمہ قرآن بنکر قرآنی قوانین کے نفاذ حکومت الٰہی کے قیام اور محبت الٰہی کا دور دورہ کرانا چاہتا ہوں اور اگر یہ جذبہ اور یہ خیال پیدا نہیں ہوا تو بتلائے کہ یہ سب کچھ بیکار ہے یا نہیں معمول بعلیال ہے یا نہیں جو نوع انسانی کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً عرصہ دراز ہوا کہ قرآنی دنیا سے پرے پھینک چکا ہے۔

"عالمگیر تحریک قرآن" ۔ کے سلسلہ میں ترجمان القرآن جاری کیا گیا اور آج اس کا چھٹا نمبر شائع کیا جا رہا ہے۔ پچھلے نمبروں میں خصوصیت کے ساتھ اداریہ میں "انقلابات" کے تحت مضامین لکھے گئے جس کے اندر نہ اعلیٰ درجہ کی فصاحت و بلاغت کا خیال کیا گیا، اور نہ کسی تحقیقی مواد سے بھرے ہوئے مضامین کا۔ مگر یہ ضرور کیا گیا کہ نفس مقصد کا اظہار ہو جائے اور اگر آپنے اس کا مطالعہ فرمایا ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اس معاملہ میں آپ پوری طرح ہمارے ہمنوا ہوں گے اور پر زور تائید فرمائیں گے۔

مطلب کی وضاحت ہو چکی مطلع صاف ہو چکا۔ ابر چھٹ چکے پھر آفتاب قرآن کے طلوع ہونے میں کیوں دیر ہو۔ کھوٹے سکے کب تک چلتے رہیں گے، غلط قوانین کب تک نفاذ پذیر رہیں گے۔ شیطانی حکومتیں کب تک قائم رہیں گی۔ نوع انسانی غیر اللہ کی کب تک عبودیت کا پھندا اپنے گلے میں ڈالے رہے گی اور اشرف المخلوقات اپنے سے ادنیٰ تر مخلوق سے کب تک محبت کرتی رہے گی۔

میری خواہش ہے کہ ایک مرتبہ پھر "انقلابات پر ایک نظر" ڈالیے اور دیکھیے کہ اس کے اندر کیا کہا گیا اور آپ سے کس چیز کا مطالبہ ہے اور پھر اس کے بعد مجھے جواب دیجئے کہ میں آپ کی طرف سے کس نتیجہ تک پہنچوں۔ اور کیا آپ اس قافلہ کے شریک ہو کر شاہد مقصود کے لئے والہانہ سربکف آگے بڑھنے کے لئے آمادہ و مہیا رہیں یا نہیں۔

میں نے ان مقالات میں کاغذ پر اپنا دل نکال کر رکھدیا ہے اور آپ سے اس بات کا آرزومند ہوں کہ عنایت فرمائیے اور مجھے مطلع فرمائیے کہ آپ میرا ساتھ دینے کیلئے مستعد ہیں؟ میری انفرادی آواز کو اجتماعی حیثیت بخش کر ایک مرتبہ پھر قرآنی انقلاب کی صدا بلند کرتے ہیں؟ ؟ اور قرون اولیٰ کی برکتوں اور مبارک دور کے خواستگار رہیں۔؟؟؟ وباللہ التوفیق۔

طبعے بہم رساں کہ بسازی بعالمے
یا ہمتے کہ از سر عالم تواں گذشت

الفرسہ کا یہ نمبر اور یہ مقالہ ناظرین کرام کی عالمگیر تحریک قرآن **ترجمان القرآن** کے مقاصد عالیہ میں ـــــ علمی شرکت کے لئے ہے۔
اور میں انتظار کروں گا کہ درحقیقت کن کن ہستیوں کو خدائے بزرگ و برتر نے عزم الامور میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ غلط روی اور باتیں بہت ہو چکیں اب ایک جماعت کی ضرورت ہے جس کا وظیفہ حیات قرآن اور اس کے ذریعہ سے روئے زمین پر حکومتِ الٰہی کا قیام ہو

ان الحکم الا للہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک هم الظالمون۔

ابو محمد مصلح

مذاکرۂ علمیّہ

مسٹر محمد مارماڈیوک پکتھال کی طرف سے مولانا ذوقی شاہ صاحب کے خط کا جواب

سول سروس ہوس
حیدرآباد دکن
۲۷ رمضان ۱۳۵۱ھ

جناب من۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میری چند تفہیمات قرآنی پر آپ نے اپنے اعتراضات کی جانب میری توجہ کو جس پرلطف انداز سے متحرک فرمایا ہے اس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن خیالات کا آپ نے اظہار فرمایا ہے اُن سے میں ناآشنا نہیں یہی اعتراضات پہلے بھی مسلمان بھائیوں کی جانب سے مجھ پر وارد ہو چکے ہیں اگرچہ ان کا لہجہ اس درجہ نرم نہ تھا۔

مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ ہدایت نبوی کے بغیر

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا

کی حالت پیدا نہیں ہو سکتی۔ مگر اس حالت کا پیدا ہونا ان دوسری اقوام کے لئے بھی ممکن ہونا چاہئے جن تک اس نوع کی ہدایت پہنچ چکی ہے (مثلاً یہود و نصاریٰ، گو ان کی آسمانی تحریف شدہ ہوں تاہم صداقت کی جھلک ان میں سے پائی جا سکتی ہے۔ جو رہنمائی کے لئے کافی ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ ان میں سے بہت لوگ اس حالت مطلوبہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں انبیأ اور بالخصوص ہمارے نبی آخر الزمان کے خیالات دنیا کے غور و خوض کرنے والوں میں اس وسعت کے ساتھ پھیل گئے ہیں اور ان خیالات نے

اپنا اثر اس شدت سے عام طور پر ڈالا ہے کہ ان لوگوں کے بھی خیالات بکثرت الٰہی سانچوں میں ڈھل گئے ہیں جو لوگ کہ ان انبیاء کی امتوں سے خارج ہیں جن کا ہمیں علم ہے۔ چنانچہ اثراتِ انبیاء کی حد بندی دشوار ہے۔ برعکس اس کے ہمکو افسوس کے ساتھ اس کا بھی مشاہدہ کرنا پڑتا ہے کہ جن لوگوں کا آج کل مسلمانوں میں شمار ہوتا ہے ان میں بہت کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جن کی روحانی دماغی اور اخلاقی حالت نہایت مبتذل ہے۔ یہ لوگ قولاً اللہ و آخرت پر ایمان لانے کا اعتراف کرتے ہیں مگر عملاً اپنی روزمرہ کی زندگی میں خود غرض، عیاش، خوشامدی، کذاب بزدل، غیبت کنندہ، ظالم، شرابی، چور، زانی، اور نہ جانے کیا کیا، جہالت کے قریب بہ شرک تک ہوتے ہیں۔ آپ ایسے لوگوں کی بابت ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا

کی حالت ان پر صادق آتی ہے۔ آپ ہرگز یقین نہیں کر سکتے کہ جو فرقہ "اسلام" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کی محض خدمت لسانی پر کسی کی نجات کا انحصار ہو سکتا ہے یہ تو وہی غلطی ہوگی جس میں یہود و نصاریٰ مبتلا تھے۔ اور جس کی مذمت قرآن میں آئی ہے۔

میرا یہ خیال کوئی نیا خیال نہیں۔ نہ میں اس خیال کا موجد ہوں بلکہ اسلام کے اعلیٰ روحانی طبقوں میں یہ خیال ہمیشہ سے عام رہا ہے جس کا علم آپ کو بھی ہوگا کیونکہ آپ نے تصوف کا مطالعہ کیا ہے۔

اس نجات ابدی کے معاملہ میں اگر ہم بحیثیت ایک جماعتِ انسانی کے اللہ تعالیٰ کی عنایات کے لئے مختص ہیں۔ تو پھر اللہ ہمکو ہمارے گناہوں پر سزا کیوں دیتا ہے بلکہ وہ ہمیں گناہ کرنے ہی کیوں دیتا ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ ہماری موجودہ پستی و ذلت سزا ہے اس لایعنی شیخی کی جو اسی نظریہ سے پیدا ہوئی ہے۔

جس کی آپ تائید کرتے ہیں (بشرطیکہ میں نے آپ کا مطلب صحیح طور پر سمجھا ہو۔

آپ نے چند آیات پیش کی ہیں جو آپ کے نزدیک ناسخ ہیں میری پیش کردہ آیات کی۔ میں جانتا ہوں کہ جن ممالک میں عربی نہیں بولی جاتی ان میں اشتہار جن ممالک میں عربی بولی جاتی ہے ان میں کثرت یہ خیال پھیلا ہوا ہے تاہم مجھے یقین ہے کہ یہ خیال غلط ہے۔

جس زمانہ میں کہ سالہا سال تک قرآن مجید کے مطالب انگریزی ... کنندگان تک پہنچانے میں مصروف رہا مجھے اپنے فرض کی انجام دہی کی ... اس تحقیقات کی کوشش کرنی پڑی تھی کہ وہ کلمات (جو قرآن میں بکثرت ... وجہ سے اب مذہبی اصطلاحات بن گئے ہیں) جب پہلی مرتبہ نازل ہوئے تو ... اور اہل مدینہ نے ان سے کیا سمجھا۔ دوران تحقیقات میں میں نے یورپ کے مستشرقین سے بھی مشورے لئے اور عرب و مصر کے علماء سے بھی۔ صرف مستشرقین ہی نے (بوجہ اسلام سے نفرت رکھنے کے) مجھے یہ مشورہ دیا کہ اسلام کا ترجمہ صرف "اسلام" ہی کرنا چاہیئے۔ مگر عربوں کا کہنا یہ تھا کہ یہ ترجمہ صرف ایک ہی موقعہ پر کیا جاسکتا ہے۔ صرف ایک ہی آیت (المائدہ آیتہ ۳) ایسی ہے جس میں یہ لفظ (یعنی اسلام) ہمارے دین کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور ترتیب نزول میں وہ سب سے آخری آیت ہے۔ دیگر جملہ مقامات پر اس کے معنی "اپنے کو حوالہ کر دینا" ہیں (جس میں مزید جنگی پہلوان کے لئے ہے جو مسلمانوں سے برسر جنگ تھے) مگر عام طور پر اور ہر موقع کے لئے صرف یہی معنی ہیں کہ انسان اپنے ارادوں اور اپنی مشیت کو خدائے قادر مطلق کے ارادوں اور مشیت کے حوالہ کر دے لہٰذا

انّ الدّین عند اللہ الاسلام : الآیۃ

کے یہ معنی ہوسکے :۔ دیکھو! مذہب اللہ کے نزدیک حوالہ ہو جانا ہے۔ (اس کی مشیت و ارادہ کے)" وغیرہ یعنی کہ سچا مذہب مشتمل ہے نہ صرف پابندیوں اور

ورد اور اد اور طرفدارانہ جوش پر اس قسم کا برائے نام مذہب تو مشرکین عرب اور عرب کے بعض یہود و نصاریٰ کا تھا۔ یہ سب کچھ اللہ کی نگاہ میں مذہب نہیں بلکہ (سچا مذہب مشتمل ہے) بخوشی پوری طرح اللہ کے ارادہ کے تابع ہو جانے پر جو (ارادہ) کہ لوگوں کے ضمیر وں میں ظاہر ہو یا وقتاً فوقتاً اس کے پیغمبروں نے ظاہر کیا ہو۔ لہٰذا۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۔ کے یہ معنی ہوئے کہ۔

اور جو کوئی ڈھونڈھے ایسا مذہب جو حوالگی (بہ خدا) کے غیر ہو تو وہ اس سے نہ قبول کیا جاویگا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والا ہوگا۔

مذہب کا نتیجہ ہونا چاہئے قلبی تغیر اور ذاتی اطاعت اور دلی تابعداری ایسا شخص مذہبی نہیں کہلا سکتا جو ان چند مراسم ظاہری کی پابندی تو کرتا ہے جنہیں غلطی سے مذہب سمجھا جاتا ہے مگر خواہشات نفس کو پورا کرنے میں لگا رہتا ہے، خود غرضی، حرص، بے رحمی اور دوسروں کے حق میں ناانصافی کو جاری رکھتا ہے۔ صحیح طور پر مذہبی بننے کے لئے انسان کو دل سے تابعدار بننا ضروری ہے ہم مسلمانوں کے لئے اپنے ارادہ اور اپنی مشیت کو اللہ کے ارادہ و مشیت کے ماتحت کر دینا ہی پورا مذہب ہے جس کی صرف نشان دہی اور حفاظت کے لئے چند ظاہری احکام اور پابندیاں ہیں۔ ہم کو دوسرے لوگوں پر کوئی فضیلت نہیں بہ استثناء اس کے کہ خدا کی مہربانی سے ہم پر یہ عنایت کی گئی ہے کہ ہماری ہدایت زیادہ وضاحت سے بیان ہوئی ہے اور عمل و عبادت کا راستہ ہمارے لئے بہ ہدایت صداقت بنا دیا گیا ہے۔ اسلام ہی ایک تنہا علم ہے تمام انسانوں اور تمام مذاہب کے لئے اور ہم مامور کئے گئے ہیں کہ اس علم کو بلند رکھیں اور لوگوں کے دلوں اور دماغوں سے ہم اس کی سفارش کریں۔ مگر اس کام کے لئے صحت عمل کی ان عظیم الشان

شالوں کی ضرورت ہے جنھیں پیغمبر اور ان کے خوش نصیب ساتھی قائم کر گئے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر ہم جو کہ مسلمان ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں اپنے زمانے کے لوگوں سے چال چلن میں بدتر رہیں تو ہمارا یہ زبانی دعویٰ اسلام ہماری معصیت و شرمندگی میں صرف اضافہ ہی کا باعث ہوگا۔

دراصل جن آیات کو آپنے اس طرح پیش کیا ہے کہ گویا ان کی رو سے اللہ نے (معاذ اللہ) لامحدود رحمت کے اہم ترین حصہ کو ہماری ہی جماعت کے لئے بلالحاظ ہمارے اعمال کے مخصوص کر دیا ہے ان آیات میں میرے نزدیک صرف اس عالمگیر حقیقت کا اظہار ہے کہ بس ایک ہی مذہب ہے جس پر اس کا نام صادق آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے کو آسمان و زمین کے مالک کے حوالہ کر دے۔

آپ مجھے معاف فرمائیں گے اگر میں یہ کہوں کہ دیگر آیات جو آپنے پیش کیں ہیں ہماری بحث سے خارج ہیں۔ کیونکہ وہ ان لوگوں سے متعلق ہیں جو اللہ کے رسولوں اور اللہ کی بادشاہت کی تردید اور وحی کی توہین کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے متعلق آپ کے اور میرے درمیان اختلاف نہیں لیکن یہاں بھی لفظ "کافر" کے معنی میں آپ غلطی کرتے ہیں جبکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ آیۃ (۳: ۳۱) میں جو محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں کرتے۔ انھیں واضح طور پر کافر کہا گیا ہے" دوسرے مذاہب والوں کو اللہ ناپسند نہیں فرماتا بلکہ ان لوگوں کو ناپسند فرماتا ہے جو شدت و سختی سے اس کی ہدایت کو رد اور اس کی عالمگیر حکومت کا انکار کرتے ہیں۔

مہربانی فرما کر فرقہ وارانہ تنگ خیالی کو قرآن سے منسوب کرکے قرآن کی عظمت کو نہ گھٹائیے۔

پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ جو مومنوں سے "سلامتی" کہے اسے کافر نہ کہو۔ کفار تو دراصل بادشاہت الٰہی کی وہ دشمن فوجیں ہیں۔ جو میدان جنگ میں مقابل ہوں، یہ لوگ ان میں شامل نہیں کئے جا سکتے جو اللہ و آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں۔

اس تعلیم و تلاوت قرآن مجید والے مہینہ میں میں نے چاہا تھا کہ اس مضمون پر زیادہ تفصیلی اور زیادہ عالمانہ جواب دوں۔ مگر بدقسمتی سے کام کی زیادتی نے مہلت نہ دی اور روزمرہ کے مسلسل روزوں نے بھی مجھے کسی قدر مضمحل کر دیا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس تحریر کی خامیوں کو اور بالخصوص کسی ایسے فقرہ کو جو گستاخانہ یا غیر ہمدردانہ معلوم ہو (گو مجھے امید ہے کہ ایسا کوئی فقرہ آپ کو نہ ملے گا) آپ معاف فرمائیں گے مجھے یقین ہے کہ آپ حقیقتاً مجھ سے متفق ہیں مگر آپ کو کچھ یہی پسند آ گیا ہے کہ آپ زمانہ متوسط کے اس حجرہ تخیل میں سکڑے ہوئے بیٹھے رہیں جس کی تعمیر تیسری صدی اسلام سے قبل کی عیناً نہیں معافی کا خواستگار و السلام و نیز عید مبارک۔

میں ہوں ہمیشہ کے لئے

آپ کا برادر دینی

دستخط

محمد یکجہال

نمبر الف ۴۴۴۴ قطبی گوڑہ

حیدرآباد دکن

۱۱ شوال ۱۳۵۱ھ

۷ فروری ۱۹۳۳ء

جواب الجواب

محمد یحییٰ تنہا اسکوائر

سول سروس ہوس

حیدرآباد (دکن)

جناب من!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یہدیکم اللہ ویرحمکم اللہ۔

آپ کے خط مورخہ ۲۷ رمضان نے مجھے سخت مایوس کیا۔ وہ میرے خط مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء کا دراصل کوئی جواب ہی نہیں۔ میرے خط کے اہم پہلوؤں میں سے کسی ایک کو بھی آپ نے چھوا تک نہیں۔ آپ نے بس یہی تحریر فرمایا کہ اس قسم کے اعتراضات آپ پر پہلے بھی وارد ہو چکے ہیں اور یہ خیالات کم و بیش عام ہیں آپ نے اپنے ہی خیالات کو اصرار کے ساتھ دوہرا دیا بغیر اس کے کہ ان کی تائید میں آپ کوئی سند پیش کرتے آپ نے بہت سی غیر متعلق باتیں بیان کر دیں جن کا اس بحث سے کوئی سروکار نہیں۔ آپ نے مجھ پر چند غلط اتہامات لگائے اور ایک بلاضرورت مجاہانہ پھبتی مجھ پر کس کر اپنے خط کو ختم کر دیا۔ ایسے اہم مسائل کے لئے یہ برتاؤ کسی طرح مناسب نہیں آپ جیسے جنٹلمین سے مجھے اس سے بہتر برتاؤ کی توقع تھی۔

جن آیات کو میں نے پیش کیا ہے ان کے معنے بہت صاف ہیں۔ یا تو آپ انہیں تسلیم کیجئے اور اپنے خیالات کی اصلاح فرمائیے یا آپ انھیں رد کیجئے اور اپنے خیالات پر قائم رہئے تیسرا کوئی راستہ نہیں۔

میں نے اپنی پیش کردہ آیات کے متعلق یہ ہرگز خیال نہیں کیا کہ یہ آپ کی پیش کردہ آیات کی ناسخ ہیں میں نے تو ان آیات کو اس لئے پیش کیا تھا کہ ان سے آپ کی پیش کردہ آیات کے صحیح معنوں پر روشنی پڑے اور اس بات کو صاف طور پر میں نے اپنے خط میں واضح بھی کر دیا تھا۔ یہ ایک مثال تھی تفسیر القرآن بالقرآن کی جس میں کہ قرآن کے بعض کی بعض سے تفسیر کی جاتی ہے اور اس نوع کی تفسیر ہمیشہ زیادہ معتبر ہوتی ہے بہ نسبت ان تفاسیر کے جو ماضی یا حال کے کم تر اہمیت کے لوگ کرتے ہیں۔

میں نے کبھی نہیں کہا کہ نیک چلنی کی ضرورت نہیں۔ نہ یہ کہا کہ خدمت لسانی ہی سب کچھ ہے۔ بلکہ میں نے تو اپنے خط کا بڑا حصہ (آخر صفحہ ۲ سے ابتدائے صفحہ ۳ تک) اسی وضاحت میں صرف کر دیا کہ محض زبانی جمع خرچ سے یا محض اتفاقاً کسی خاص گھر انے میں پیدا ہو جانے سے کبھی کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

میں نہایت قوت سے اس پر قائم ہوں کہ ایمان بغیر عمل صالح کے اتنا ہی بے سود ہے جتنا کہ عمل صالح بغیر ایمان کے اور میرے اس عقیدہ کی تائید قرآن و حدیث اور پورے مستند اسلامی لٹریچر سے ہوتی ہے۔ اگر آپ کا خیال اس کے برعکس ہے تو اس کا بار ثبوت آپ پر ہے۔ آپ نے اپنے خیال کی تائید میں کوئی سند پیش نہیں کی۔ صرف دو مصری علماء کی انفرادی رائے بلا تائید قرآن و حدیث اس امر میں مطلق قابل وقعت نہیں میں نے حدیث کی کسی مستند کتاب میں وہ روایت نہیں دیکھی جسے آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرتے ہیں بلکہ برعکس اس کے میں ذیل میں آپ کی مزید رہنمائی کے لئے دو مستند احادیث نقل کرتا ہوں جن سے میرے ہی خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔

ولو کان موسی حیاً ما وسعہ الا اتباعی۔ رواہ احمد البیہقی فی شعب الایمان	(فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ہوتے موسیٰ زندہ (اس زمانہ میں) تو انہیں کوئی چارہ نہیں ہوتا بجز اس کے کہ وہ اتباع کرتے میرا۔

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذي نفس محمد بيده لو بدا لكم موسى فاتبعتموه وتركتموني لضللتم عن سواء السبيل ولو كان موسى حيا وادرك نبوتي لاتبعني (رواه الدارمي)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اگر موسیٰ (اس زمانے میں تم پر ظاہر ہوتے اور تم ان کا اتباع کرنے لگتے اور میرا اتباع چھوڑ دیتے تو یقیناً گمراہ ہو جاتے اور اگر موسیٰ (اس وقت اس دنیا میں) زندہ ہوتے اور انہوں نے میری نبوت کو پایا ہوتا تو یقیناً وہ بھی) میری ہی پیروی کرتے۔

جبکہ اس معاملہ میں خود موسیٰ علیہ السلام کا یہ پوزیشن ہے تو ان کے متبعین کو ہمارے رسول کی پیروی سے کیونکر چھٹکارا ہو سکتا ہے۔

تعلیمات انبیاء کے غیر محسوس اور غیر تسلیم شدہ اثرات اور بعض موجودہ مسلمانوں کی سخت مبتذل روحانی دماغی و اخلاقی حالت "کا بھی" مسئلہ زیر بحث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

آپ کے خیال کی غلطی آشکارا ہے کہ آپ "اسلام کا ترجمہ" اسلام "نہیں کر سکتے باستثناء ایک مقام کے لیکن اس مستثنیٰ مقام سے بھی میری پوری پوری تائید ہو جاتی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ - ۳)

آج کے دن کامل کر دیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا اور پوری کر دی اوپر تمہارے نعمت اپنی اور پسند کیا واسطے تمہارے اسلام کو دین۔

پس فیصلہ شد۔ اب تو بحث کا خاتمہ ہی ہو گیا۔ اسلام کا جدید ترین ظہور ہی اسلام کی اکمل صورت ہے جس سے سابقہ اور ایک طرح سے نامکمل صورتوں کی تنسیخ عمل میں آ گئی اسلام کا یہ آخری ظہور ہی وہ کامل اور پسندیدہ دین ہے جو نگاہ حق تعالیٰ میں قبولیت کا شرف رکھتا ہے۔

اگر آپ اسی بات پر اڑتے ہیں کہ "اسلام" کا ترجمہ "حوالگی" کر کے خاموش ہو جائیں

اور اس کی صراحت نہ کریں کہ اس حوالگی سے صحیح مراد کیا ہے نہ اس کی وضاحت فرمائیں
کہ جائز اور صحیح طور پر یہ حوالگی کیونکر عمل میں آسکتی ہے تو اپنی اس روشنی سے آپ دنیا کو
ابہام و سخت مایوس کن انتشار میں مبتلا کر دیں گے۔ حالت نازک تر ہو جاتی ہے جبکہ
آپ یہ کہتے ہیں کہ مذہب مشتمل ہے "بخوشی پوری طرح اللہ کے ارادہ کے تابع ہو جانے پر
جو (ارادہ) کہ لوگوں کے ضمائر میں ظاہر ہو" ہر کس و ناکس کا ضمیر صحیح و قابل اعتماد
رہنما نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو سکتا ہے تو خدائے تعالیٰ نے ہر قسم کے انسانوں کی رہنمائی
کے لئے یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو کیوں مبعوث فرمایا؟ پھر آپ اس کا بھی اعتراف
کرتے ہیں کہ گذشتہ صحائف آسمانی تحریف و مسخ ہو چکے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس کے اسے بھی
تسلیم کئے چلے جاتے ہیں کہ صداقت کی جھلک ان میں سے پائی جا سکتی ہے جو رہنمائی
کے لئے کافی ہے" اگر ایسا ہے تو خدا نے کیا (نعوذ باللہ) حماقت کی جو ایک جدید پیغمبر کو
بھیج دیا اور جدید صحیفہ آسمانی نازل فرما دیا جبکہ انبیاء ماقبل اور صحف قدیم سے کام
چل سکتا تھا؟ عجیب تر بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ
ایک نیا رسول مبعوث فرمادیا ہو۔ اور نئی کتاب نازل فرمادی ہو بلکہ نہایت شدت
و اصرار کے ساتھ اہل کتاب کو (جن پر صحف قدیم نازل ہو چکے ہیں) حکم دیا ہے کہ محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر ایمان لائیں اور ان کی پیروی کریں (ملاحظہ
فرمایئے آیات قرآنی ۴ : ۴۷ ۔ ۵ : ۱۹ جنھیں میں نے اپنے سابقہ خط میں نقل کر دیا ہے)
حوالگی عمل میں آ ہی نہیں سکتی تاوقتیکہ تعمیل احکام نہ ہو۔ اور تعمیل احکام صحیح نہیں
ہو سکتی تاوقتیکہ ان تمام احکام الٰہی کی جو باضابطہ طور پر ہم پر نازل فرمائے گئے ہیں
ہم صحیح اسلامی جذبہ کے ساتھ پابندی نہ کریں۔
یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ بھی اس صحیح عقیدہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے
اس کے صحیح طور پر فرمانبردار بندوں کے ساتھ طرفدارانہ برتاؤ کا ہم معنیٰ قرار دیتے

ہیں اس نوعیت کے خیالات تو دشمنان اسلام کی جانب سے پیش ہوتے رہتے ہیں جو اسلام کو حماقت آمیز امور سے متہم کرتے رہتے ہیں۔ اس قسم کی اوندھی کھوپڑی والوں سے بعید نہیں کہ وہ یہ بھی کہنے لگیں کہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ طرفداری برتتا ہے جو صحت بخش آب و ہوا میں رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ انہیں بہتر تندرستی عطا فرماتا ہے۔ یا یہ کہ خدا زہر کھانے اور خودکشی کرنے والوں کے ساتھ بڑی بے رحمی برتتا ہے کہ انہیں مار ڈالتا ہے۔

اس زمین پر کہ دنیاوی حکومتیں بھی وفادار اور پابند قانون لوگوں پر مہربان اور قانون شکن لوگوں کے ساتھ بے رحم ہوتی ہیں۔ یہ سب ناہموار اور ٹیڑھے دماغوں سے نکلی ہوئی حماقتیں ہیں۔ آپکا عقیدہ بھی اللہ تعالیٰ کو اُس عجیب النوع انصاف پسندی سے محروم رکھتا ہے جس سے کہ اسے متصف کرنے کی کوشش میں آپ بصد، سرگرم نظر آتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے عقیدہ کے مطابق بھی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ طرفداری برتتا ہے، جو اللہ و آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور اعمال صالحہ جن سے سرزد ہوتے ہیں۔

مسلمان اس محدود معنی میں کوئی فرقہ نہیں جو معنی کہ اس لفظ کے عام طور پر سمجھے جاتے ہیں وہ تو متعدد اقوام کا مجموعہ ہیں جن میں عرب، شامی، عراقی، نجدی، مصری، ترک، کرد، مراکشی، ایرانی، افغان، ہندی، چینی، افریقی، اور بکثرت دیگر اقوام شامل ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ زیادہ عرصہ نہ گذرے گا کہ انگریز، فرانسیسی، جرمن، اطالین، امریکن، جاپانی اور دیگر اقوام بھی ان میں شامل ہو جائیں گے یہ لوگ صحیح معنوں میں "لیگ آف دی نیشنز" ہیں اور وہ "فرقہ دارانہ" تنگ خیالی ایسی مطلق نہیں جو کہ اس لفظ سے آجکل سیاسی حلقوں میں مفہوم ہوتی ہے۔ قرآن میں نہایت وضاحت سے آیا ہے کہ:-

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ — اور نہیں بھیجا ہم نے تجھکو (اے محمدؐ) مگر رحمت واسطے (تمام عالموں کے)"

(الانبیاء - ۱۰۷)

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ — اور نہیں بھیجا ہم نے تجھکو (اے محمد) مگر کافی واسطے سب لوگوں کے۔ (اسباء ۲۸)

مسلمانوں میں نہ وہ طرفدارانہ جذبات ہیں جنسے ذات پات یا جماعتوں میں کوئی امتیازی خصوصیت پیدا ہو نہ چھوت چھات کا لحاظ ہے جو کسی کی دعوت حق قبول کرنے میں مانع آئے۔ جو کوئی بھی دعوت حق قبول کرتا ہے۔ پورا فائدہ حاصل کرتا ہے جو اس سے باز رہتا ہے محروم رہتا ہے اگر آپ پورے شہر حیدرآباد کو دعوت طعام دیں مگر کھانا صرف اُن ہی لوگوں کو کھلائیں جنہوں نے آپکی دعوت کو قبول کیا ہو تو کیا کوئی شخص اس پر یہ الزام لگانے میں حق بجانب ہوگا کہ جو لوگ آپ کے بلانے پر آئے ان کے ساتھ تو آپنے یہ طرفداری برتی کہ انھیں کھانا کھلایا اور جو آپ کے بلانے پر نہ آئے ان کے ساتھ یہ بے رحمی برتی کہ انھیں کھانا نہ کھلایا؟

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دعوت حق کے قبول کرنے سے کسیکو کیوں انکار ہو؟ اس کے صرف دو ہی وجوہ ہوسکتے ہیں دعوت حق کا نہ قبول کرنے والا یا تو اللہ کے سچے رسول کو (نعوذ باللہ) جھوٹا سمجھتا ہے۔ یا اسے باوجود سچا سمجھنے کے استغنا اور لاپروائی برتتا ہے پہلی صورت میں تو وہ احمق ہے اور اس کو اپنی حماقت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا جس طرح کہ اس دنیا میں ہر احمق کو اپنی حماقت کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے دوسری صورت میں وہ باغی و سرکش ہے اور مستحق سزائے شدید ہے۔

انسان صرف دو ہی گروہوں میں تقسیم ہوسکتے ہیں۔ ایمان لانے والے اور ایمان نہ لانے والے ایمان لانے والے مومن ہیں۔ اور ایمان نہ لانے والے کافر۔ ایمان نہ لانا اور ایمان کا رد کردینا ہم معنی ہیں تعجب ہے کہ آپ ایک ہی چیز کو دو مختلف چیزیں قرار دیتے ہیں یا آپ اپنے روزمرہ کے کھانے کو "بہ شدت و سختی" رد کردیں یا مہذب و لطیف پیرایہ میں نا دل طعام سے اجتناب فرمائیں۔ نتیجہ دونوں صورتوں میں ایک ہی ہوگا۔ اور وہ یہ کہ آپ کو بھوکا

مرنا پڑے گا۔ آپ کا یہ قول کہ "کفار تو در اصل پادشاہت الٰہی کی وہ دشمن فوجیں ہیں جو میدان جنگ میں مقابل ہوں" ایک ایسی ایجاد ہے جس کی تائید نہ قرآن میں ملتی ہے نہ حدیث میں۔ (ملاحظہ فرمائیے قرآن ۲: ۸۵، ۳: ۳۱، ۴: ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱)

مجھے افسوس ہے کہ آپ نے میری سابقہ تحریر کا حق ادا نہ فرمایا ورنہ مجھے اس دوسری تحریر کے ارسال کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی بعض حضرات کو اپنے مطبوعہ خیالات کی اپنے ہی قلم سے تردید کرنے میں بڑی مشکل کا سامنا ہوتا ہے میں امید کرتا ہوں آپ شائد اُن حضرات میں سے نہ ہوں۔ آپ کے موجودہ خیالات تبلیغ و اشاعت اسلام و امر بالمعروف والنہی عن المنکر کی جڑ پر کلہاڑی مارتے ہیں۔ بلکہ آپ بادۂ عمیق نظر سے کام لیں گے تو آپ پر روشن ہو جائیگا کہ آپ کے یہ خیالات سرے سے اسلام ہی کی بیخکنی کئے دیتے ہیں۔ اور اس عظیم الشان برتر مقدس مذہب کو بازیچۂ اطفال بنائے دیتے ہیں۔ اللہ آپ کو ہدایت فرمائے اور آپ کو وہ بصیرت عطا فرمائے جو انکشاف حق کے لئے ضروری ہے۔

آپ کا مخلص

(دستخط) سید محمد ذوقی

مزید آنکہ آپ کے ترجمۂ قرآن کی چند دیگر غلطیوں کی بھی ایک فہرست میں نے مرتب کی ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ اسے آپ کی خدمت میں ارسال کر دوں تاکہ آپ کو اپنے ترجمہ کی طباعت ثانی کی بہتری کے لئے شائد اُس فہرست سے کچھ مدد مل سکے لیکن اس خط و کتابت سے آپ کی طبیعت کا جو اندازہ ہوا ہے اور جو میری توقع کے بالکل خلاف نکلا اسے دیکھتے ہوئے اس فہرست کا اب آپ کے پاس بھیجنا کچھ مجھے بے سود سا معلوم ہوتا ہے بہر حال بغرض منفعت مسلمانان میں اسے شائع کر دوں گا۔

(ذوقی)

قرآن کس لئے ہے؟

(آغا شاعر دہلوی)

قطعہ

ہر چیز کے سمجھنے ہی کا نام ہے لگن — لیکن ہو کوئی اس میں کہ ہو صاحبِ سخن

مومن ہو تو کتابِ خدا میں ہو فکر و غور — قرآن میں غور کرنا عبادت ہے جانِ من

رُباعی

یہ مذہبِ اولین بھی آخرین بھی ہے — قانونِ خدا ہے سب ماہر بھی ہے

قرآن سمجھنے کی ضرورت ہے بہت — باطن بھی ہے اک اس کا ظاہر بھی ہے

دِیگر

غفلت ہے تمہاری بھول کر بھی دیکھو — لازم ہے جو اس کو تو نظر بھی دیکھو

قرآن ہے منتظر تمہارا کب سے؟ — توحید کے لاڈلو! ادھر بھی دیکھو

اصول سیاست و اخلاق و قانون

(مولانا ابو الاعلیٰ مودودی)

میں عرض کر چکا ہوں کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک علم۔ دوسرے عمل علم سے مراد یہ ہے کہ انسان اس سے آگاہ اور باخبر ہو کہ اسلام کیا ہے؟ اس کی تعلیم کیا ہے؟ وہ کس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے؟ اور دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے؟ وہ کیا دستور العمل پیش کرتا ہے۔ عمل سے مراد یہ ہے کہ اسلام نے عبادت، اخلاق، معاشرت اور سیاست کے متعلق جو اصول اور قوانین مقرر کئے ہیں ان پر عمل درآمد کیا جائے

مفید نتیجہ پیدا کرنے کے لئے ان دونوں چیزوں کا ساتھ ساتھ ہونا ضروری ہے لیکن ان دونوں میں علم مقدم ہے کیونکہ عمل بغیر علم کے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہو بھی تو ٹھیک ٹھیک جیسا ہونا چاہئے ویسا نہیں ہو سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ علم بلا عمل بھی مفید نہیں ہے، مگر جو شخص علم رکھتا ہے، اس سے ——— یہ امید کی جا سکتی ہے کہ اس کے عمل میں کسی نہ کسی حد تک اس کے علم کا اثر بھی ضرور آئے گا۔

علم کی بنیاد قرآن ہے۔ اس کتاب پاک میں وہ تمام اصول اور قوانین بیان کر دئے گئے ہیں جن پر اسلام کا مدار ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کو سب سے پہلے قرآن کو سمجھنا اور اس کی تعلیمات سے باخبر ہونا چاہئے۔ پھر علم کا دوسرا سر چشمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ آپ نے اپنا نبی کی حیثیت سے ۲۳ سال تک جو کچھ کیا اور جو کچھ کہا ہے وہ سب قرآن کی تفسیر ہے، اور در اصل قرآن کی حقیقی اور مستند تفسیر وہی ہے علم کا تیسرا سر چشمہ صحابۂ کرام کی زندگی ہے۔ انہوں نے قرآن کو خود حامل قرآن سے سمجھا

اور قرآن کی علمی اور عملی تفسیر خود اپنی آنکھوں سے دیکھی اور اپنے کانوں سے سنی ہے،
اس لئے ان کا سمجھنا دوسروں کی سمجھنے سے زیادہ صحیح اور معتبر ہے پھر جو لوگ ان تینوں
سرچشموں سے استفادہ کر کے اسلام کے اصول اور زندگی کے جزئی مسائل پر ان کو
منطبق کرنے کے طریقوں کو اچھی طرح سمجھ لیں، ان میں یہ قابلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ زندگی
کے عام معاملات میں جو ہر ملک اور ہر زمانے میں نئے ڈھنگ اور نئے طور سے پیش آتے
ہیں اصول اسلام کے مطابق احکام اور قوانین بنا سکیں کیونکہ جو علم انہوں نے قرآن
اور سنت رسول اور اسوۂ صحابہ سے حاصل کیا ہے اس سے وہ اسلام کی روح تک پہنچ
گئے ہیں، اور ان میں یہ استعداد پیدا ہو گئی ہے کہ جب کبھی کوئی ایسا نیا معاملہ ان کے
سامنے آئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانہ
میں پیش نہیں آیا تو وہ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں رسول اللہ صلعم کا فتویٰ کیا
ہوتا یا اگر صحابہ کے سامنے یہی معاملہ آتا تو وہ کیا طرز عمل اختیار فرماتے اسی چیز کا نام اجتہاد ہے

اس ترتیب میں قرآن سب سے مقدم ہے، پھر سنت رسول اللہ، پھر اسوۂ صحابہ پھر اہل علم
کا اجتہاد لیکن بد قسمتی دیکھئے کہ آجکل اور نہ صرف آجکل بلکہ گذشتہ کئی صدیوں سے مسلمانوں
کے جہلا نے نہیں علما نے اس ترتیب کو بالکل الٹ دیا ہے۔ وہ طلب علم میں اپنی ساری توجہ
ان اہل علم کی کتابوں پر صرف کرتے ہیں جنہوں نے اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اپنی اپنی تفقہ
اور فہم و بصیرت اور اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق اجتہاد کر کے اسلام کے عقاید اور
قوانین کی تشریح و توضیح کی ہے اس کے بعد تھوڑی بہت کوشش سنت رسول اور اسوۂ صحابہ
کا علم حاصل کرنے میں بھی صرف کی جاتی ہے لیکن سب سے کم توجہ اور عنایت جس چیز کے حصہ میں
آتی ہے وہ قرآن ہے۔ آپ مذہبی تعلیم کے کسی نصاب کو اٹھا کر دیکھ لیجئے، آپ کو اس میں سب سے
زیادہ فقہ، اصول، عقائد، کلام کی کتابیں ملیں گی اس کے بعد احادیث و آثار کا نمبر آئیگا
مگر آپ محسوس کریں گے کہ ہر نصاب میں یہ مضمون صرف اس غرض کے لئے رکھا گیا ہے کہ اس سے

اللہ کا بندہ خود اللہ کی کتاب اور اس کے اقوال و اعمال پر نگاہ ڈال کر یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ اگر وہاں فروع میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس مسئلہ میں ہماری رہنمائی کر سکتی ہو تو اصول میں کونسی اصل ہے جس سے اس مسئلہ میں ایک جدید فرع نکالی جا سکتی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برسوں کی کوششوں اور کاوشوں کے بعد بھی نہ ہماری آنکھوں میں اتنی قوت بینائی پیدا ہوتی ہے کہ خود راستے کے نشانات دیکھ سکیں نہ ہمارے پاؤں میں اتنی طاقت آتی ہے کہ اپنے بل بوتے پر آپ کھڑے ہوں اور استقلال کے ساتھ چل سکیں۔ اس لئے اس پر ہمیشہ مجبور ہوتے ہیں کہ کوئی طاقت ور بندہ نہ مل جائے تو ہمیں گود میں اٹھا کر لے چلے۔

اس سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ پچھلے مجتہدین یا ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے کو ناجائز ٹھیراؤں یا انھوں نے اپنے علم اور اپنی ذہنی قابلیتوں سے اسلام کی جو خدمات کی ہیں ان کو بے کار قرار دوں۔ حاشا کہ میرے دل میں اس کا خیال بھی آیا ہو۔ میرا اعتراض دراصل اس ترتیب پر ہے جو تقدم اور تأخر کے معاملہ میں اختیار کر لی گئی ہے۔ میرے نزدیک دینی تعلیم میں سب سے مقدم قرآن ہونا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے معانی اور اس کی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ سمجھایا جائے۔ اس کے بعد سنت رسول اور اسوۂ صحابہ کا مطالعہ ہونا چاہئے اور اس مطالعہ میں پڑھنے والے کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ اپنے آپ ذہنی طور پر قرن اول کے مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں پہنچا دے اور قریب سے قریب مقام پر پہنچ کر رسول اللہ اور آپ کے صحابہ کے آثار ملاحظہ کرے۔ اور اس بصیرت کے ساتھ ملاحظہ کرے کہ ان آثار میں جو اصول ہیں وہ الگ الگ ذہن نشین ہوتے جائیں، جو فروع ہیں وہ اپنی اپنی اصل کے ماتحت اس مقام پر درج ہوں جو مقام خود رسول اکرم اور صحابہ نے ان کو دیا تھا اور ان سب کے ساتھ تعلیم اسلام کا رابطہ جس نوعیت کا تھا وہ مجموعی طور پر سامنے آجائے۔ اس گہرائی کے ساتھ قرآن اور اس کی حقیقی تفسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک طالب علم کو دیکھنا چاہئے کہ

اُس خاص فقہی وکلامی مذہب کی تائید حاصل کیجائے جس کے پیرؤں نے وہ نصاب بنایا ہے، رہا احادیث وآثار پر عبور اور اس سے اجتہاد کی قابلیت پیدا ہونا، تو یہ نہ کسی کا مقصود ہے اور نہ کسی نصاب سے یہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ آخر میں قرآن کا نمبر آئیگا اور یہاں آپ دیکھینگے کہ خود قرآن تو کسی نصاب میں داخل ہی نہیں ہے البتہ اس کی بعض تفسیریں داخل ہیں مگر وہ ایسی تفسیریں ہیں جن سے قرآن کی روح اور اس کے مغز تک پہنچنا مشکل ہے اور اس پر غضب یہ کہ اکثر نصابوں میں یہ تفسیریں بھی پوری شریک نہیں ہیں۔[۵]

اس غلط تعلیم کا نتیجہ تقلید جامد اور گروہ بندیوں کی شکل میں نمودار ہوا ہے ہمارے جہلا تو درکنار ہمارے علما کا بھی بیشتر حصہ اسلام کی اصلی روح اور اسکی صحیح تعلیم سے بے بہرہ ہو گیا ہے۔ وہ براہ راست خدا کی بھیجی ہوئی شمع ہدایت سے روشنی حاصل نہیں کرتے، بلکہ اس شمع سے جو مختلف چراغ روشن ہوئے ہیں ان کے گرد پروانہ وار جمع ہو گئے ہیں، اور ہر گروہ اپنے منظور نظر چراغ کو اصلی شمع ہدایت سمجھنے لگا ہے کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ. لوگوں نے فروع کو اصول کی جگہ دیدی ہے اور اصول کو فروع کا درجہ دینے لگے ہیں، ایک صراط مستقیم سے ہٹ کر مختلف پگ ڈنڈیوں پر ہو لیے ہیں۔ اور ہر گروہ صرف اپنی پگ ڈنڈی کو اصلی صراط مستقیم سمجھنے لگا ہے براہ راست کتاب اللہ اور سنت رسول سے استفادہ نہ کرنے اور سرا سر فقہاء و مجتہدین کی رہنمائی پر اعتماد کرنے کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ صدیوں سے ہم میں مجتہد پیدا ہونے بند ہو گئے ہیں، ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو طلب علم میں عمریں بسر کر دیتے ہیں، مگر ہزاروں لاکھوں میں ایک صاحب علم بھی ایسا نہیں نکلتا جو اصول اسلام کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر نئے حالات اور نئی ضروریات پر ان کو منطبق کر سکے، اور جدید پیدا شدہ جزئی مسائل میں نئے قوانین کا استنباط کر سکے۔ ہر مسئلہ جب سامنے آتا ہے تو نظریں پچھلے علما کی طرف اٹھتی ہیں اور کوئی

---

[۵] میں نے یہاں عمومیت کے ساتھ تمام نصابوں پر حکم لگایا ہے۔ اگرچہ میں اس سے بے خبر نہیں ہوں کہ اس کلیہ میں کچھ مستثنیات بھی ہیں لیکن سواد اعظم پر ان مستثنیات کا کوئی اثر نہیں ہے۔

تمدن و تہذیب کی ترقی کے ساتھ ساتھ جب معاملات نے وسعت اختیار کی، نئی نئی ضروریات پیش آئیں۔ اور عقلی علوم کی اشاعت سے دین کے متعلق نئے نئے مسائل پیدا ہونے لگے، تو گذشتہ زمانے کے علماء نے کس طرح اصول سے فروع کا استنباط کیا، کلیات سے جزئیات نکالے، معاملات کے لئے فقہی قوانین مرتب کئے اور عقاید کی تشریح و توضیح کی۔ اس تربیت کے تاحب علم کا اکتساب کیا جائیگا تو اندھی تقلید اپنی مضرتوں سمیت ختم ہو جائیگی۔ جس حد تک پچھلے مجتہدین کے اجتہادات ہمارے لئے کافی ہیں اس حد تک ہم ان کا اتباع کریں گے۔ اور جن معاملات میں وہ کافی نہیں ہیں ان میں ہم خود اجتہاد کرکے کتاب اللہ اور سنت رسول سے مسائل کا استنباط کرسکیں گے۔ نیز اس سے گروہ بندیاں بھی اپنی اس شدت کیساتھ باقی نہ رہیں گی جو انہوں نے بعد کے زمانہ میں اختیار کرلی ہیں۔ کیونکہ جو لوگ اس طریقہ سے علم دین کا مطالعہ کریں گے ان کو اچھی طرح معلوم ہو جائیگا کہ دین کے اصول کیا ہیں۔ اور فروع کیا ہیں؟ اصول میں اختلاف کیا معنی رکھتا ہے اور فروع میں اختلاف کی کیا حیثیت ہے؟ کفر کیا ہے اور اسلام کی حدود کہاں تک وسیع ہیں؟ کفر و اسلام کا امتیاز کن اصول پر مبنی ہے؟ ایک شخص مرکز اسلام سے دور ہٹ جانے کے باوجود کس حد تک دائرہ اسلام میں رہتا ہے اور کہاں پہنچ کر اس دائرہ سے باہر ہو جاتا ہے؟ اور جو شخص دائرہ اسلام کے اندر ہو مگر ہماری رائے میں مرکز سے دور ہٹ گیا ہو اس کے ساتھ ہمارا کیا برتاؤ ہونا چاہئے؟

مگر خرابی تو یہ ہے کہ تعلیم میں قرآن پر حدیث اور حدیث پر فقہ، عقائد اور کلام کو جو ترجیح دیجاتی ہے وہ محض بے خیالی چوک کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ ایک بڑی سوچی سمجھی ہوئی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ لوگوں نے دیکھا کہ اسلام میں جتنے فرقے پیدا ہوئے ہیں وہ سب اولاً قرآن سے اور ثانیاً حدیث و آثار سے استدلال کرتے ہیں، اور قرآن مجید کی آیات اور احادیث و آثار کو اپنے مطلب کے معنی پہنا کر ان پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اس بناء پر گو علی الاعلان یہ نہیں کہا جاتا مگر عملاً یہ سمجھ لیا گیا ہے اور دبی زبان سے کہ

بھی دیا جاتا ہے کہ اختلاف کا سب سے بڑا سرچشمہ قرآن ہے، اور اس کے بعد احادیث و آثار ہیں۔ یہ خیال کر کے علما کے ایک بڑے گروہ نے اپنے نزدیک عافیت اس میں دیکھی کہ دینی تعلیم کو صرف ان کتابوں تک محدود رکھا جائے جو خاص اپنے مذہب کے مطابق فقہ عقاید اور کلام کے مباحث پر لکھی گئی ہوں۔ احادیث و آثار کو اس حد تک پڑھایا جائے جس حد تک وہ اپنے مذہب کے لئے سند کا کام دے سکیں۔ اور قرآن مجید کو صرف تبرک کے طور پر پڑھ لیا جائے۔

یہاں اس تفصیل کا موقع نہیں کہ یہ غلط فہمی کن اسباب سے پیدا ہوئی اور کس طرح اس نے زور پکڑا۔ اس کی تفصیل ایک مستقل کتاب کی وسعت چاہتی ہے۔ کیونکہ گویا اسلام میں فرقوں کی پیدائش کی تاریخ ہے۔ میں صرف واقعہ کی حد تک اس کو تسلیم کروں گا بلاشبہ تفرقہ کی بنیاد قرآن اور سنت رسول پر رکھی گئی ہے لیکن مجھے اس کے ماننے سے انکار ہے کہ اس کی ذمہ داری قرآن یا سنت رسول پر ہے۔ قرآن اور اس کے لانے والے نے تو ایک ہی دین اور ایک ہی سیدھا اور صاف راستہ پیش کیا ہے، اور اس کی تو اصل دعوت یہ ہے کہ اس راہ راست میں تفریق نہ کرو۔ وہ تو کہتا ہے کہ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (۳ : ۱۱) اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور گروہ گروہ نہ بن جاؤ۔ اور اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (۴۲ : ۲) دین کو قائم کرو اور اس میں پراگندہ نہ ہو جاؤ۔ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (۶ : ۱۹) یہ میری سیدھی راہ ہے اس پر چلو اور الگ الگ راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں پراگندہ کر کے اللہ کی سیدھی راہ سے ہٹا دیں گے۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (۸ : ۶) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑے نہ برپا کرو کہ اس طرح تمہاری ہمتیں ٹوٹ جائیں گی اور تمہاری ہوا۔

اکھڑ جائے گی۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۳ : ۲) اور ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جنہوں نے کھلی آیتوں کے آنے کے بعد تفرقے اور اختلاف برپا کئے کہ ایسے لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ (۶ : ۲۰) جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ برپا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے۔ ان سے اے محمد تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ پھر وہ احسان جتاتا ہے کہ اللہ نے تم کو سیدھی راہ دکھا کر آپس کے تفرقوں اور باہمی عداوتوں سے بچا لیا۔ اور تم سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (۳ : ۱۱)۔

لوگو! اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تم کو اس سے بچا لیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفرق فی الدین کی ذمہ داری قرآن اور رسول پر نہیں ہے، اور ہر وہ شخص جو قرآن اور اس کے لانے والے کو سچا مانتا ہے۔ اسے تسلیم کرنا چاہئے کہ یہ دونوں (جو حقیقت میں ایک ہی ہیں) اس ذمہ داری سے بری ہیں۔ مگر جب یہ واقعہ ہے کہ اختلاف کی نہریں کتاب و سنت ہی کے سرچشمے سے پھوٹی ہیں تو غور کرنا چاہئے کہ آیا یہ واقعہ قرآن کے دعوے کی تکذیب کرتا ہے یا درحقیقت اس واقعے سے قرآن کے دعوے پر کوئی اثر نہیں پڑتا؟ اور قرآن و سنت سے پیدا ہونے والا اختلاف باعتبار حقیقت اُس اختلاف سے بالکل جداگانہ ہے جس کی بدولت دین میں تفریق واقع ہوتی ہے۔

اختلاف کی جتنی شکلیں دنیا میں نظر آتی ہیں، ان سب پر نگاہ ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کو دو بڑی قسموں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک قسم کا اختلاف تو یہ ہے کہ دو یا بہت سی چیزیں اصل اور بنیاد میں متحد ہوں مگر چند ظاہری امور میں ان کے درمیان اختلاف ہو۔ اور دوسری قسم کا اختلاف یہ ہے کہ ان کے درمیان اصلی اور بنیادی اختلاف ہو۔ مثلاً ایک اختلاف پانی اور برف کا اختلاف ہے اور دوسرا اختلاف پتھر اور پانی کا ہے۔ ایک اختلاف یہ ہے کہ ایک ہی جسم کا ایک سرا مشرق کی طرف ہے دوسرا مغرب کی طرف۔ اور ایک اختلاف یہ ہے کہ دو الگ الگ جسم ہیں جن میں سے ایک کا رخ مشرق کی طرف ہے اور دوسرے کا رخ مغرب کی طرف۔ ایک اختلاف یہ ہے کہ دو آدمی ایک ہی سڑک پر ایک ہی سمت میں چل رہے ہیں مگر ایک دائیں کنارے پر ہے دوسرا بائیں کنارے پر، ایک سوار ہے دوسرا پیدل، ایک تیز چل رہا ہے دوسرا سست۔ اور ایک اختلاف یہ ہے کہ دو آدمی دو الگ راستوں پر چل رہے ہیں۔ اور ایک مشرق سے مغرب کو جا رہا ہے دوسرا مغرب سے مشرق کو۔ ایک اختلاف یہ ہے کہ ایک ہی قوم کے مختلف گروہ رسم و رواج معاشرت کے طریقوں اور معاشی حالات کے اختلاف کی وجہ سے مختلف طبقات پر منقسم ہوں مگر من حیث القوم ایک ہوں۔ اور ایک اختلاف یہ ہے کہ دو مختلف قومیں اپنے ملکی حدود، تہذیب، تمدن، سیاست اور حکومت کے اعتبار سے مختلف ہوں اور ان کے درمیان کوئی ایسا رشتہ اور تعلق نہ ہو جو انہیں ایک دوسرے سے ملے رہنے پر مجبور کرے۔

اختلاف کی یہی دونوں قسمیں مذہبی معاملات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ایک قسم کا اختلاف تو یہ ہے کہ دو آدمی یا دو گروہ ایک ہی دین کے پیرو ہیں۔ اس کے اصلی اور بنیادی امور میں متفق ہیں۔ مگر عقاید اور عبادات و معاملات کے جزئیات میں ان کے درمیان اختلاف ہے اور یہ اختلاف ان کو دین کے مشترک امور میں متفق ہونے سے باز نہیں رکھتا

دونوں میں سے ہر ایک نیک نیتی کے ساتھ یہ سمجھتا ہے کہ دین کے فلاں حکم کی جو تعبیر اس نے کی ہے وہی صحیح ہے، مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ مخالف گروہ نے جو تعبیر کی ہے۔ وہ اس دین کے دائرے سے خارج کر دیتی ہے اور ہمارا آپس کا اختلاف صرف اس مسئلہ کی حد تک ہے۔ دوسری قسم کا اختلاف یہ ہے کہ دو گروہوں کے درمیان جس مذہبی مسئلہ میں اختلاف ہوا اس کو وہ دین کا بنیادی سوال بنالیں، دونوں ایک دوسرے کو گمراہ اور بے دین سمجھیں، اور ان کے درمیان کوئی ایسا امر مشترک باقی ہی نہ رہے۔ جس میں وہ باہم مجتمع ہو سکتے ہوں۔

پہلی قسم کا اختلاف رائے ایک فطری اختلاف ہے دنیا کے تمام نظری اور عملی مسائل میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں بتایا جا سکتا جس میں انسانی فطرت نے اس طرح کے اختلاف رائے اور اختلاف عمل کی شکل میں ظہور نہ کیا ہو۔ ہر معاملہ میں ہم یہی دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے عقائد مختلف ہیں، خیالات مختلف ہیں، طریقے مختلف ہیں، اور ان سب کی وجہ یہ ہے کہ ان کے طبائع مختلف ہیں، نہ سب لوگ ایک طرح سے سوچتے ہیں، نہ ایک طرح سمجھتے ہیں، نہ ایک ہی زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں نہ ایک طرح سے اثر اور فعل کرتے ہیں۔ اور نہ ایک ہی طرح متاثر اور منفعل ہوتے ہیں۔ ایک ہی واقعہ کا ایک شخص پر کچھ اثر پڑتا ہے۔ اور دوسرے پر کچھ ایک ہی شئے کو ایک شخص کسی نظر سے دیکھتا ہے اور دوسرا کسی اور نظر سے ایک ہی بات کے معنی ایک شخص کچھ سمجھتا ہے اور دوسرا کچھ اور۔ ایک ہی مقصد کے لئے ایک شخص ایک طریقہ اختیار کرتا ہے اور دوسرا کسی اور طریقہ سے کام لیتا ہے۔ ایک ہی فعل سے ایک شخص کا کچھ مقصد ہوتا ہے اور دوسرے کا کچھ اور غرض بنی آدم میں عقل و فہم اور افتاد طبع و انداز فکر کے لحاظ سے جتنا تفاوت ہے اتنا ہی ان کے خیالات اور ان کے طریقوں میں بھی فرق ہے۔

اس فطری اختلاف اور تفاوت کی وجہ سے قرآن اور سنت کے سمجھنے اور اس کے

مطابق عمل کرنے میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے اور ہوا ہے۔ گو قرآن کی آیات مفصل اور مبین ہیں، اور رسول اکرم نے ان کے اقوال سے ان کے معانی کی اور زیادہ تشریح کر دی ہے اور اپنے اعمال سے ان کا ایک واضح نمونہ پیش کر دیا ہے۔ مگر اس کے باوجود انسانی فطرت کا مقتضی یہی ہے کہ ہر آیت اور حدیث کے معنی سب لوگ ایک ہی نہ سمجھیں اور ہر عمل اور نمونے کو سب لوگ ایک ہی طرح نہ دیکھیں اس فہم و نظر کے اختلاف کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس کی بھی مختلف صورتیں پائی جائیں گی مثلاً

کچھ لوگ پہلے سے کوئی خاص رائے قائم کئے بغیر ایک آیت اور ایک حدیث کے معنی و مفہوم اور مقصد و مدعا کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے ذہن میں پہلے سے کچھ خیالات جمے ہوئے ہوتے ہیں، پھر وہ انہی خیالات کے مطابق آیات و احادیث کی تاویل کر لیتے ہیں۔

کچھ لوگ سلیم الفطرت اور صحیح الفکر ہوتے ہیں۔ وہ ہر چیز کا سیدھا اور صاف مفہوم لیتے ہیں۔ صرف کام کی بات لے لیتے ہیں۔ ان باتوں سے تعرض نہیں کرتے جن میں سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ بخلاف اس کے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے دماغ میں الجھاؤ ہوتا ہے، کسی چیز کو سیدھے اور صاف طریقے سے سوچ اور سمجھ ہی نہیں سکتے ہر چیز کو ترچھی اور ٹیڑھی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور کام کی باتوں کو چھوڑ کر بے کار باتوں میں الجھ جاتے ہیں۔

کچھ لوگوں کی نظر گہری، سمجھ تیز، عقل رسا، فکر بالغ ہوتی ہے۔ وہ بات کی تہ کو پہنچ جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کی نظریں سطحی ہوتی ہیں، عقل میں رسائی اور سمجھ میں تیزی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ صرف ظاہر کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور باطن تک نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح لوگوں کے مبلغ علم میں اختلاف ہوتا ہے بعض لوگوں کے پاس ذرائع معلومات وسیع ہوتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا علم محدود ہوتا ہے۔

کچھ لوگوں کے مزاج میں اعتدال ہوتا ہے، وہ شدت اور افراط و تفریط سے بچے رہتے ہیں بخلاف اس کے کچھ لوگ فطرۃً انتہاپسند ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ مرکز سے ہٹ کر کسی ایک جانب جھک پڑتے ہیں۔ اور انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔

ان مختلف صورتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو دین میں رخنہ ڈالنے والی ہو اگر بدنیتی شامل نہ ہو تو خواہ کتنے ہی مختلف وجوہ سے قرآن اور سنت کی تاویل کی جائے اس پر غلطی کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ مگر بے دینی کا حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے اور بدنیتی کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں قطعیت کے ساتھ حکم لگانا آدمی کے لئے مشکل ہے۔ کیونکہ نیتوں کا حال خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا تاہم صرف ظاہری علامات کو دیکھ کر کسی کے متعلق یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ اس نے بدنیتی کے ساتھ ایسا کیا ہے لیکن اس میں کسی نہ کسی حد تک یہ امکان ضرور باقی رہتا ہے کہ شاید اس نے کج فہمی، باغیاوت ذہن یا انتہاپسندی کی بنا پر ایسا کیا ہو۔ علاوہ بریں یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ایک واقعی بدنیت شخص نے کتاب و سنت کی غلط تاویل کر کے جو مذہب نکال لیا ہو اس کے پیرو بھی واقعی بدنیت ہوں ہو سکتا ہے کہ انہوں نے نادانی مگر نیک نیتی کے ساتھ اس کی پیروی اختیار کی ہو لہٰذا عقائد اور عملی طریقوں کے اختلاف میں نیت کے سوال سے قطع نظر کر کے صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ اختلاف اصل اور بنیاد دین میں ہے یا فروع اور جزئیات میں اس نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ قرآن اور سنت نے اصل اور بنیاد یعنی الدین اور صراط مستقیم میں کسی اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے، البتہ فروع اور جزئیات یعنی سالک اور مناہج میں اختلاف کی گنجائش چھوڑ دی ہے تاکہ ہر شخص دین کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی قابلیت اور استعداد اور رجحان طبع کے لحاظ سے جس معنے و مفہوم کو سمجھ سکتا ہو سمجھے اور جس طریق پر مطمئن ہو سکتا ہو، اپنا اطمینان کرے اگرچہ اس میں بھی جو فروع اور جزئیات اہمیت رکھتے تھے ان میں زیادہ سے زیادہ ممکن توضیح و تشریح سے کام لیا،

مثال کے طور پر توحید ایک بنیادی عقیدہ ہے اس میں یہ گنجائش مرگز نہیں چھوڑی گئی ہے کہ کوئی شخص خدا کو ایک سمجھے، کوئی دو، کوئی تین اور پھر بھی سب مسلمان رہیں خدا کے ایک ہونے پر سب کو ایمان لانا پڑے گا۔ **البتہ اس وحدت** کا جو مفہوم ایک پڑھا مسلمان سمجھتا ہے وہ ظاہر ہے کہ ایک دیہاتی نہیں سمجھ سکتا۔ ایک فلسفی کے ذہن میں وحدت کے جو معنی ہوں گے وہ ایک عامی کے ذہن میں نہیں آسکتے مگر اس کے مختلف معانی سمجھنے کے باوجود وہ جب تک خدا کو ایک سمجھتے ہیں۔ اس وقت تک ایک ہی اصل توحید پر متفق رہیں گے۔ اسی طرح ملائکہ کتب آسمانی یوم الدین، انبیا و رسل کے معاملے میں جو اصل اور بنیادی اعتقاد قرآن و سنت نے پیش کیا ہے۔ اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص ملائکہ کے وجود سے انکار کر دے، یا کتب آسمانی کے کلام الٰہی ہونے کا منکر ہو یا یوم الدین کے آنے کو نہ مانے، یا رسالت کا اقرار نہ کرے، یا قرآن میں جن رسولوں کا نام بصراحت لیا گیا ہے ان میں سے کسی کی رسالت سے انکار کرے اور پھر مسلمان بھی رہے۔ لیکن ملائکہ وحی، رسالت اور قیامت وغیرہ کی حقیقت اور انکے معانی سمجھنے میں اختلاف ہونا ممکن ہے۔ اور جب تک کوئی شخص اصل عقیدہ سے انکار نہ کرے اس وقت تک وہ کسی تاویل کی بنا پر دین سے خارج نہیں ہو سکتا یہی حال اعمال کا ہے۔ خدا اور رسول نے جن اعمال کو فرض قرار دیا ہے یا جن کی تاکید فرمائی ہے یا جن کو حرام قرار دیا ہے، یا جن سے تصریح منع فرمایا ہے انکے نفس فرض، یا نفس حرام، یا نفس موکد، یا نفس ممنوع ہونے میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے کوئی شخص فرض کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ حرام نہیں ہے البتہ اعمال کے طریقوں اور ان کی صورتوں میں اختلاف ہو سکتا ہے اور اس اختلاف سے اصل دین میں کوئی رخنہ نہیں پڑتا۔

پس قرآن اور سنت رسول اللہ سے جو اختلاف پیدا ہوتا ہے وہ اصل دین کا اختلاف نہیں ہے جس سے تفرق فی الدین پیدا ہوتا ہو، بلکہ وہ مناہج اور مسالک میں رائے اور طریقوں کا فطری اختلاف ہے جس کے رونما ہونے سے حبل اللہ کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتے صراط مستقیم مختلف پگ ڈنڈیوں میں تقسیم نہیں ہو جاتی ہدایت گمراہی میں نہیں بدل جاتی ایک ملت کی کئی امتیں نہیں بن جاتیں۔ جماعت کا شیرازہ درہم برہم نہیں ہوتا اور وہ تنازع برپا نہیں ہوتا جس سے ہمتیں ٹوٹ جائیں اور ہوا اکھڑ جائے۔ یہ دوسری قسم کا اختلاف اور تفرقہ قرآن اور سنت سے پیدا نہیں ہوا ہے بلکہ خود ہمارے اپنے نفس کی شرارتوں سے پیدا ہوا ہے اس کی ذمہ داری قرآن و سنت پر نہیں ہے بلکہ قرآن و سنت سے غافل ہونے اور جاہل رہنے پر ہے اور یہ وہ تفرقہ و اختلاف ہے جسے پیدا کرنے کے لئے نہیں بلکہ مٹانے کے لئے قرآن اتارا گیا ہے۔ اور رسول کو مبعوث کیا گیا ہے۔

میرے کہنے کی غرض یہ ہے کہ دین میں اصل فتنہ، اختلاف کا فتنہ نہیں ہے تشیع اور تحزب اور تعصب کا فتنہ ہے۔ ہر گروہ کا صرف اپنے مذہب اپنے مسلک اپنے منہاج، اور اپنی شرکت کو اصل دین اور ایک ہی صراط مستقیم قرار دینا۔ دوسرے کو خارج از دین اور گم کردہ راہ سمجھنا اسلامی عصبیت کو چھوڑ کر فریقانہ عصبیت اختیار کرنا، آپس میں عداوت اور ایک دوسرے سے نزاع رکھنا، یہی اصلی فتنہ ہے، اس کو قرآن نے تفرق فی الدین سے تعبیر کیا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے بچنے کی قرآن میں بار بار تاکید کی گئی ہے اور اسی کے متعلق فرمایا ہے

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ

جو لوگ اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں اور گروہ گروہ بن جاتے ہیں اے محمد تمہیں ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے اس دین کی وسعت ظاہر کرنے کے لئے اللہ نے آ

رسّی سے تعبیر کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تم اس رسّی کو تھامے رہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہ تم نے اس رسّی کو کسی کنارے پر سے پکڑا ہو یا بیچ میں سے، شرق کی طرف سے یا مغرب کی طرف سے، سیدھے ہاتھ سے یا الٹے ہاتھ سے، بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے، بہرحال جب تک اس رسّی کو تم تھامے رہو گے تفرق اور پراگندگی سے محفوظ رہو گے۔ اور جب تم کا ہر گروہ اپنی گرفت کی حد ختم کر دے گا ہی اس کو کاٹ ڈالے گا۔ اور اس رسّی کے مختلف ٹکڑے مختلف گروہوں میں بٹ جائیں گے تو پھر تم ہی نہیں بلکہ تمہارا دین بھی پراگندہ ہو جائے گا۔ دنیا میں تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور آخرت میں تمہارا یہ حال ہوگا کہ خود تمہارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تم سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔

پس مذاہب اور مسالک کے اختلاف کو دین کا خلاف سمجھنا بنیادی غلطی ہے دین تو ایک ہی ہے جس کو قرآن اور صاحب قرآن نے پیش کیا ہے۔ البتہ اس دین کو سمجھنے اور برتنے کے طریقے مختلف ہو سکتے ہیں اور ان طریقوں کا اختلاف فطری ہے۔ جس سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے قرآن خود کہتا ہے کہ لِكُلِّ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ (۲۲: ۶۷) ہم نے ہر گروہ کے لیے ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے اور ہر گروہ اس پر چلتا ہے۔ اور لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا (۵: ۴۸) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک طریقہ اور ایک راستہ مقرر کر دیا ہے۔ ان طریقوں کے اختلافات سے ڈر کر نفس قرآن کو جو اصل دین ہے، چھوڑ بیٹھنا اور اس سے مستغنی برتنا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔ قرآن کے مطالعہ سے جزئیات و فروعات میں تاویل و تعبیر کے اختلافات ضرور پیدا ہوں گے۔ مگر کلیات اور اصول جن پر دین کا مدار ہے لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو جائیں گے۔ اور وہ جس قدر زیادہ جاگزیں ہوں گے اسی قدر تفرق فی الدین اور تحزب و تشیع کے فتنہ کا قلع قمع ہوگا۔

سائنس کی ایک اہم تحقیقات اور قرآن

(خان بہادر حاجی شیخ رحیم بخش ایم اے)

عام طور پر یہی سمجھا جاتا رہا ہے کہ آسمانوں میں روحانی ہی روحانی مخلوقات ہیں
اور بعض نے تو آگے بڑھ کر کہہ دیا کہ آسمان فقط حد نظر ہیں اور کچھ نہیں قرآن کا دائرہ تخاطب
جو رب العالمین کا آخری پیغام ہے ان ساری حدود سے بالاتر ہے۔ انسانی عقول و اوہام
مفروضات و عرف عام سب کے سب ناقص ہیں۔ قرآن کریم کی نظریات تعلیمات سے
روشنی پاتے ہیں۔ قرآن کریم آفتاب کی طرح روشن ہے عقول اوہام عرف عام سب کو روشن
کرتا ہے۔ پانی کی طرح پاک و صاف ہے۔ اور سب کو پاک و صاف کرتا ہے۔ فضائے بسیط
کی طرح بسیط ہے اور سارے عالموں پر حاوی ہے۔ دنیا کی ساری تحقیقات، ساری ایجادات
ساری انکشافات دوسری کتابوں کی تعلیمات پر تو انقلابی اثر ڈال سکتے ہیں۔
مگر قرآن کریم کی تعلیمات پر کوئی انقلابی اثر ڈالنے کے بجائے یہ سب کے سب خود بخود قرآنی
تعلیمات کے مظاہر بن جاتے ہیں یہ قرآن کریم کی عالمگیر صداقت کا درخشاں معجزہ ہے
مریخ یا دوسرے اجرام سماوی میں حیات و نشو و نما کے وجود کا امکان و ایقان آج سب کو
عجیب معلوم ہو رہا ہے۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں۔ آج سے تقریباً چودہ سو برس پیشتر
قرآن نے آسمانی مخلوقات کے متعلق یہ ارشاد فرمایا تھا۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ
كُلِّ دَابَّةٍ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ (شوریٰ رکوع ۳)

ترجمہ۔ اور یہ بات بھی اس کی ایک نشانی ہے بنانا آسمانوں اور زمین کا اور
پھیلا دینا آسمانوں کا اور پھیلا دینا آسمانوں اور زمین میں دابہ یعنی ذی حیات مخلوق کا
اور وہ جب چاہے ان سب کو اکٹھا کر سکتا ہے۔

اس آیۃ کریمہ میں جو فیہما ہے یہ تثنیہ کی ضمیر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا مرجع السمٰوٰت وَالارض دونوں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں یعنی آسمانوں اور زمین میں دابہ یعنی ذی حیات مخلوقات پھیلا رکھی ہیں۔ پھر ارشاد ہے۔

وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّۃٍ وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ (نحل ع ۶ (ترجمہ) اور اللہ ہی کے آگے سر عبودیت خم کرتے ہیں وہ جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین میں ہیں از قسم دابہ (یعنی مخلوقات حیوانی) اور ملائکہ بھی اور وہ سرکشی نہیں کرتے۔

اس آیۃ کریمہ سے دو باتیں پیدا ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ دابہ یعنی ذی حیات مخلوقات آسمانوں اور زمین دونوں میں ہیں۔ جیسا کہ مِنْ بیانیہ سے جو یَسْجُدُ سے متعلق ہے ظاہر ہے۔ دوسرے یہ کہ دابہ اور ملائکہ الگ الگ مخلوق ہیں کیونکہ لفظ ملائکہ مِن سے خارج ہے اور یہ یسجدُ کا دوسرا فاعل ہے اب یہ معلوم کرنا ہے کہ دابہ ہے کیا چیز لغات میں دابہ دبّ سے مشتق ہے اور اس کے معنی چلنے پھرنے والی مخلوق کے ہیں۔ مگر ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ خود قرآن کریم نے اس کی تعریف بیان فرما دی ہے ارشاد ہے

وَاللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ

وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰٓی اَرْبَعٍ۔ (نور ع ۵)۔

ترجمہ۔ اور اللہ ہی نے پیدا کئے سارے دابے پانی سے۔ سو بعض تو ایسے ہیں جو اپنے پیٹ پر چلتے ہیں اور بعض تو ان میں وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں اور بعض ان میں وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔

یعنی دابہ ہر جاندار مخلوق ہے جو پیٹ کے بل پر چلے دو پاؤں پر چلے چار پاؤں پر چلے یعنی سارے حیوان اور سارے انسان دابہ ہیں۔

مذکورہ آیت سے یہ باتیں ثابت ہوئیں۔

(ا) دابہ یعنی ذی حیات مخلوقات آسمانوں اور زمین دونوں میں ہیں۔

(ب) دابہ ملائکہ سے الگ ہیں۔ (ج) دابہ پانی سے پیدا ہوئے ہیں۔

(د) دابہ وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں۔ دو پاؤں پر چلتے ہیں۔ چار پاؤں پر چلتے ہیں ان آیات کا ماحصل اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ دابہ یعنے ذی حیات مخلوقات زمین پر بھی ہیں اور آسمان پر بھی اس لئے کہ یہ آیات بالکل صاف بالکل واضح ہیں۔ ان میں کوئی اشکال نہیں کوئی اغلاق نہیں کہ تاویل و تعبیر کرنی پڑے

یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مفسرین نے یہی نظریہ کیوں نہیں پیش کیا۔ عرض ہے کہ بعض مفسرین نے اس نظریہ کی طرف اشارہ کیا ہے مگر یہ اشارہ بڑا ہی مبہم اشارہ ہے علامہ زمخشری علامہ ابن عادل اور کسیقد علامہ ابن کثیر رح وغیرہم نے آسمانوں میں حیوانات کے وجود کا امکان بتایا ہے کیونکہ احادیث میں کچھ ذکر ہے مگر اکثر مفسرین نے اس وقت کے محدود ماحول سے متاثر ہو کر اس امکان کو خلاف عرف عام کہدیا ہے اور ساتھ ہی اسکو مختلف تاویلات و تعبیرات کا جامہ پہنا دیا ہے یعنی دابہ یا تو جنتیوں کی سواریاں ہیں یا ان سے مراد ملائکہ ہیں یا فیہما سے مراد فیہا ہے یعنی صرف زمین میں ہیں۔ یا فیہما سے مراد بینھما ہے یعنی آسمانوں و زمین کے درمیان کی مخلوق ہے اس وقت کا عرف عام اتنا وسیع نہیں تھا جتنا کہ آج کل ہے۔ آج جدید تحقیقات و تدقیقات اور انکشافات کے علمی و عملی نتائج نے عقول و افہام کی معیت میں لا یعنی مفروضات کو دور کر کے ان میں وسیع علمی جولانیاں پیدا کر دی ہیں۔ ان دنوں کوئی یہ بھی کہتا کہ مریخ وغیرہ اجرام سماوی میں ذی حیات مخلوقات بستی ہیں تو یقیناً وہ دیوانہ سمجھا جاتا۔ مگر آج حالت یہ ہے کہ اس نظریہ کی کامیابی کا ہر شخص متمنی ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ سائنس کا یہ نظریہ مریخ اور دوسرے سیاروں میں انسانی آبادی پائی جاتی ہے قرآن کریم کی ان ہی آیات سے ماخوذ ہوا؟

قرآنی خدا رب العالمین، زمینی مخلوقات کا خدا آسمانی مخلوقات کا بھی خدا ہے علم نہ ہونے کی وجہ سے ہم اب تک عالمین کا صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر رہے ہیں بیسیوں تاویلات کیں پھر بھی تشفی نہیں ہوئی یہی معراج کا حاصل ہوا۔ اب ان مذکورہ آیات کریمہ کی روشنی میں جدید انکشافات کو بھی پیش نظر رکھئے اور پھر بتائیے کہ اس میں کیا محال عقلی ہے،

قرآنی عبادت کی فلاسفی

(ڈاکٹر ناصر شاہ صاحب مشیر آباد)

ہستی باریتعالے مذہب سب سے پہلے اللہ کے ماننے سے شروع ہوتا ہے اور پھر اس کی عبادت کے طریقے بتائے جاتے ہیں جس کی بگڑی ہوئی شکلیں آسانی کے ساتھ معلوم کی جاسکتی ہیں۔ اصنام پرستی کا عام رواج ہے اس میں سے ایک یہ ہی کہ کوئی مورتی سامنے رکھی جائے اور اس کو خدا تصور کیا جائے۔ یہ مانا کہ عوام کی موٹی سمجھ کے لئے ذات باری تعالیٰ کی ارفع و اعلیٰ ہستی ابتداً سمجھ میں نہیں آتی اسی لئے بت وغیرہ کو رکھ کر تصور قائم کرایا جاتا ہے مگر ہزاروں نقص کے علاوہ اس میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ ادھر مادی اشیاء نظر سے اوجھل ادھر ناقص تصور غائب:۔

علاوہ ازیں مٹی، پتھر، درخت، پانی، جانور وغیرہ متلاشی خدا اور خدا کے درمیان حائل ہوکر دیوار چین بن جاتی ہیں پس نتیجۃً انسان کا ان مادی چیزوں سے پرے جانا نہایت ہی مشکل ہوجاتا ہے اس لئے جیسے ہم اپنے بچوں کو ابتدا ہی سے اچھی صحبت میں رکھتے ہیں۔ بری صحبت سے بچاتے ہیں تاکہ بری صحبت کا اثر دل میں گھر نہ کر جائے۔ اسی طرح مذہب کے معاملہ میں بھی شیوہ اختیار کرنا چاہیئے کیوں کہ۔

خشت اول چوں نہد معمار کج ۔۔۔ تا ثریا می رود دیوار کج

اس لئے ضرور ہے کہ ابتدا ہی سے براہ راست اللہ تعالیٰ کا صحیح تصور قائم کرایا جائے۔ قرآن مجید میں ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ع ۔ کہدو وہ اللہ یکتا ہے، اللہ بے نیاز ہے۔ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ اس کی برابری کا کوئی ہے۔

پیغمبر اسی طرح جو رفارمر، جو مصلح، یا جو پیغمبر مذہبی قوانین پیش کرے وہ خود اسکا

معمل ہو اور خود اسی نوع میں سے ہو جیسا کہ پیغمبر اسلام کی شان میں ہے لقد جاء کم رسول من انفسکم اس لئے بھی ضرورت ہے
کہ انسانوں کے لئے اس کی ذات بطور خود نمونہ کے ثابت ہوسکے، صحرا نوردی، تجرد
وغیرہ تو ظاہر ہے کہ تمدن و معاشرت کے لئے بے کار چیزیں ہیں۔ ضرورت تو اس کی
ہے کہ وہ پیغمبر انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں مشعلِ راہ ہدایت ہو۔ سیاست و تجارت
داد وستد، فقر و غنا، صبر و رضا، امارت و حکومت اور دولت و ثروت وغیرہ کا
پورا پورا تجربہ رکھتا ہو دوسری خاص بات یہ ہے کہ اپنے دماغ کو ناقص علم سے
مبرہ رکھکر مطالعہ فطرت اور قانونِ قدرت کے علم سے پوری طرح پر نوازا گیا ہو۔
ایسی برگزیدہ ہستی کی اتباع کرنے میں کسی بصر انسان کو بھی تامل نہ ہوگا۔ اس کیلئے
بھی تاریخ عالم پر نگاہ ڈالی جاسکتی ہے۔ گبن اور سر ولیم جان ڈریپر سے دریافت
کیا جاسکتا ہے کہ ایسی جامع صفات ہستی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسری
اور کون ہے۔ اسی لئے ارشاد ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

قرآن خدا اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے اپنے بندوں کے لئے جو آسمانی قوانین بھیجے اس کا
بھی یہ حال ہونا چاہیے کہ وہ رطب و یابس سے پاک ہو اس کی زبان بدلنے
والی نہ ہو اس میں تغیر و تبدل ناممکن ہو۔ ہر زمانہ کے لئے یکساں طور پر کارآمد ہو
ہر شخص کے علم و عمل کے لائق ہو۔ جس کا دعوی ہو ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ
فِيهِ جس کی پکار ہو۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم
مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ غور فرمایئے اس آسمان کے نیچے
اور اس زمین کے اوپر قرآن کے سوا اور کون دوسری کتاب ہے جس کو پڑھ پڑھکر
آج بھی دنیا کے ذی علم غیر مذہب کے افراد آغوشِ اسلام میں بے تابانہ چلے آرہے
ہیں۔ خدا کرے عالمگیر تحریک "قرآن" کے ذریعہ سے قرآن مجید کا علم و عمل عام ہو
اور مولانا ابو محمد مصلح اور جناب نواب مدیر جنگ بہادر جس بیج کو بو رہے ہیں وہ

تناور درخت ہو، پھولے اور پھلے جس سے دنیا شاد کام ہو۔

نماز

عموماً ہر برے کام سے بچنا بھی ایک بڑی نیکی اور عبادت ہے اس کے لئے قرآن مجید نے نماز کو پیش کیا ہے اور اس کی تعریف میں فرمایا ہے إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ "نماز ہر فحش اور ہر ناپسندیدہ فعل سے باز رکھتی ہے" غور کیجئے روز و شب میں پانچ مرتبہ جو مسلمانوں پر نماز فرض ہے وہ کس قدر فلسفیانہ اور اخلاق آموز ہے اور اس کے علاوہ جملہ مذاہب کی عبادت سے کامل تر بھی یہ دین کا ستون بھی ہے اور مومنوں کی معراج بھی۔

بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ یکسوئی پیدا کرنے کے لئے [illegible] نماز کی حرکت سے زیادہ مفید ہے کیونکہ اس میں خیال منتشر ہوتا ہے اسی لئے [illegible] کی بہتر صورت تو یہ تھی کہ آنکھیں زمین سے مس ہوتیں جیسے [illegible] سے ملنا مثل مشہور ہے رنج بڑا کہ وقت پڑنے کے چت پڑنا زیادہ مغلوبیت کی نشانی ہے جیسا کہ کشتی میں پشت کا زمین سے لگ جانا ہار جانے کی علامت ہے۔

ان اعتراضات کے جوابات

اگر عبادت ایک حالت میں بلا حرکت ہو تو خون کی گردش کم ہو کر جسم کے انہماک و تصورات پر غنودگی طاری ہوگی۔ اس لئے جہاں قیام میں دیر یا صورت کھڑے رہنے سے خون کی گردش کم ہوئی تو انگڑائی جو طبعاً سستی دفع کرنے کے لئے آتی ہے اسی طرح رکوع کی کیفیت ہے جس میں کمر کی کا دائرہ گردش [illegible] گردش خون کو ٹھیک کر دیتی ہیں وہ غنودگی جو طاری ہونے کو تھی رفع ہو جاتی ہے اور سجدہ میں جاتے ہوئے بہترین ورزش پیر دل کی ہو جاتی ہے [illegible] اتنے کھلے ہوں کہ بکری کا بچہ بغلوں میں سے نکل سکے اور پیر کے انگوٹھے زمین پر جمے رہیں تاکہ تناسب کے ساتھ جسم کا وزن پڑے ہاتھی کا [illegible]

جو پیدا ہوتے ہیں ان میں سامنے پیدا ہونے والے امراض اکثر معمولی ہوتے ہیں جانبین کے ذرا سخت ہوتے ہیں پیٹ کے جانب کے زیادہ مہلک امراض کے پیدا ہونے کی یہ صورت ہے کہ پہلے اس کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر رکوع و سجود میں بار بار سامنے پڑھنے کی وجہ سے معدہ سامنے ڈھلک آتا ہے اور یوں مہلک مادہ معمولی بن جاتا ہے اور وہ تکلیف دہ ریح جو آنتوں اور معدہ میں ہوتی ہے سجدہ میں نیچے اتر آتی ہے اور بائیں بچہ کو سرین کے نیچے رکھنے سے اجابت صاف آتی ہے۔ یہ اختصار سے طبی فوائد عرض کیا گیا ہے۔ اب روحانی فوائد سنیے کیونکہ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے سجدہ میں جب پیشانی ٹیکی جاتی ہے تو یہ علامت انتہائی انکساری و عاجزی کی ہے کیونکہ انسان کی عزت عقل سے ہے نہ کہ بینائی سے مطلب خداوندی یہ ہے کہ انسان کے جسم میں سب سے زیادہ سر کی وقعت ہے اور سر میں عقل کا وہ حصہ جو فوری بلا غور خوض خطرہ کے موقع پر کام کرے وہ پیشانی ہے۔

عبد مطلق کو معبود حقیقی کا یہ اشارہ کہ سب سے زیادہ باوقعت چیز کو ہمارے سامنے عاجزی سے زمین پر رکھ دو۔ تجارت زراعت ملک گیری میں ایسا انہماک ذاتی ہو جاتا ہے کہ بعض وقت خیال کی رو اسقدر بڑھتی ہے کہ زوال ہو جاتا ہے دل و دماغ کا سکون ہوا ہو جاتا ہے اس لئے اکثر یورپ و ایشیاء کے بہترین محنتی دماغ طبی مشورہ کے بنا پر کسی جزیرہ نما وغیرہ میں جا کر آرام لینے پر مجبور رہوتے ہیں ایسی صورت میں نماز اکسیر کا کام دیتی ہے اور ایسا سکون قلب و دماغ بخشتی ہے جو شاید ہی کسی اور چیز سے حاصل ہو۔ کیونکہ نماز اصل میں ایک ایسی ہستی کے سامنے خود کو پیش کرتا ہے جس کے پاس سب کچھ ہے کارساز ہے کارفرما ہے بخشش ہو رہی ہے۔ اب اثنائے نماز میں سجدہ کے اندر پیشانی کی رگیں آہستہ سے دبنے کی وجہ سے خیالات کے مختلف شرائین و شاخین ایک جگہ سمٹ کر آجاتی ہیں اور

پھر ایک ہی تصور پختگی سے قائم ہوتا ہے اور وہ تصور ذات باری کا ہے اور اپنی عاجزی کا اظہار

سجدہ میں جب انہماک ہوجاتا ہے + نفس سرکش ہلاک ہوجاتا ہے۔
مسلم کے لئے عجیب نعمت ہے نماز + سر خاک میں رکھ کے پاک ہوجاتا ہے

دیکھو میدان جنگ میں حضرت امام حسینؑ تین دن کے پیاسے تپتی ریت میں لق و دق میدان بے یار و مددگار بے مونس و غمخوار پھر بھی عنان صبر و استقلال سکون قلب و دماغ ہاتھ سے نہ دیا اور مرتے دم تک نماز نہ چھوڑی وہاں سکون قلب کے لئے کیا دھرا تھا یہی نماز تھی اور بس۔ ایسی ہستی صبر و رضا کا مجسمہ دنیا کی شکل سے پیش کرے گی۔ آپ کی شان میں شہزادہ محمد تقی جاہ بہادر کا شعر ہے۔

السلام اے کہ رواں سکہ ہمت از تو + گشت روشن بہ جہاں نام شہادت از تو

صحابہ کرام نے بھی وہ وہ کارنمایاں کئے اور اس قدر کاروبار مملکت اور تبلیغ اسلام میں مصروف رہے کہ زبان ان کی تعریف سے قاصر ہے باین ہمہ گوشۂ عافیت ڈھونڈھنے کی نوبت نہیں آئی دل و دماغ کو آرام دینے کی ضرورت نہ پڑی کیوں بس یہی نماز کی برکت تھی اسی سے اطمینان و سکون قلب و دماغ ہوتا تھا۔ اسی نماز میں تیر پیر سے نکال لیا اور خبر نہ ہوئی یہی ان بزرگوں اور ان کے نام لیوا نماز کے پڑھنے والے ہیں اور مسلمان۔ تو مسلمان بعض ہند و صاحب بھی ہیں جنکی حالت عجیب ہے مگر نماز پڑھتے ہیں اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں اور اطمینان قلب حاصل کرتے ہیں اور دور نہیں اسی بلدہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں موجود ہیں۔ رہا خدا کا یقین اور اس کا وجود تو سنئے کہ وہ اپنی اسی شان میں جلوہ گر ہو سکتا ہے جو اس کے شایان شان ہے۔

نہ تجھے دماغ نگاہ ہے نہ کسی کو تاب جمال ہے
انہیں کس طرح سے دکھائیں ہم وہ جو کہتے ہیں کہ خدا نہیں

قرآنی قصے — اسوۂ ابراہیمی

(مدیر)

اسوۂ ابراہیمی اور ملت ابراہیم سراپا عبدیت اور محبت کا سوز و ساز لئے ہوئے ہے اور اس درجہ فدویت اور نیاز کیشانہ ہے کہ اس اسوہ اور اس ملت کا تمام ہی سلام قرار پایا اور دوسروں کو بھی اس کے قبول کرنے کی دعوت دی گئی

حضرت ابراہیم خلیل اللہ میں معبود برحق کی محبت اس درجہ ظاہر و باہر تھی کہ آپ کا ہر فعل ہمہ درس محبت تھا۔ اور جس کا جی چاہے کہ اپنے مولا کی خوشنودی حاصل کرے اور محبت جیسی چیز کی کیفیت سے واقف ہو تو اس کو چاہئے کہ مقام ابراہیمی پر ہر لمحہ نگاہ رکھے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ نے اپنی والدہ سے معرفت الہٰی کے متعلق مکالمہ شروع کیا۔ یا امی من ربك اے میری ماں تیرا خدا کون ہے۔ جواب ملا تمہارا باپ آپ نے کہا اور میرے باپ کا رب کون ہے۔ انہوں نے کہا بادشاہ وقت اس پر آپ نے ساکت کردینے والا یہ جملہ فرمایا اور اس کا رب کون ہے؟ خموشی کے سوا اور کیا جواب ہو سکتا تھا۔ پھر پوچھا اے ماں میں خوبصورت ہوں یا میرا باپ، ماں نے کہا تم خوبصورت ہو، پھر بولے میرا باپ زیادہ خوبصورت ہے یا بادشاہ۔ ماں نے جواب دیا تمہارا باپ زیادہ خوبصورت ہے۔

حضرت ابراہیم نے کہا اگر میرا باپ میرا پروردگار ہوتا تو وہ مجھکو اپنے زیادہ حسین کیوں پیدا کرتا اور اسی طرح ہمارے باپ کا پروردگار بادشاہ ہوتا تو خود ان سے حسن میں کم کیوں ہوتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ حقیقت شناس کو درمیانی چیزیں کب روک سکتی تھیں اور بڑی سے بڑی چیز پر وہ بنکر حائل کیونکر ہو سکتی تھی۔ آپ کو معلوم

تھا کہ حسن کا منبع کہاں ہے۔ ایک مرتبہ تعلیماً فرمایا فلما جن علیہ اللیل رأ کوکباً قال ھٰذا ربی فلما افل قال لا احب الآفلین
جب اندھیری رات آئی تو تارے کو دیکھکر بولے یہ میرا رب ہے جب وہ تارہ غائب ہوا تو کہا کہ میں چھپ جانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد فلما رأ القمر بازغاً قال ھٰذا ربی فلما افل قال لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضآلین۔ جب روشن چاند نظر آیا تو کہا یہ میرا رب ہے اور جب وہ بھی غائب ہو گیا تو فرمانے لگے اگر میرے خدا نے ہدایت نہ کی تو بیشک میں گمراہوں میں سے ہو جاؤں گا اسی طرح جب صبح ہوئی اور سورج پر نظر پڑی تو ارشاد ہوا فلما رأ الشمس بازغۃ قال ھٰذا ربی ھٰذا اکبر فلما افلت قال یا قوم انی بریٔ مما تشرکون۔ انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفاً وما انا من المشرکین۔ جب آفتاب کو روشن دیکھا تو کہا یہ بڑا میرا خدا ہے اور جب وہ بھی غروب ہو گیا تو بول اٹھے اے قوم میں اس سے بیزار ہوں جو تم شرک کرتے ہو۔ میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے زمین و آسمان کو بنایا اور میں یکسو ہو رہا اور میں کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا نہیں

ماں اور باپ سے گفتگو ہو چکی تو قوم سے براہ راست تبلیغ توحید شروع ہوئی فرماتے ہیں۔ اذ قال لابیہ و قومہ ما ذا تعبدون تم کس کی پرستش کرتے ہو کسی نے کسی کا نام لیا اور کسی نے کسی کو بتایا أئفکا آلھۃ دون اللہ تریدون فما ظنکم برب العالمین۔ اے لوگو خدا کے سوا جھوٹے معبود کیوں بناتے ہو اور تمہارا معاملہ رب العالمین خدا کے ساتھ کیا ہے۔

اس کے بعد حقیقت تامہ کا اظہار خود کر دیتے ہیں قال بل ربکم رب السموٰت والارض الذی فطرھن وانا علیٰ ذالکم من الشٰہدین بولے تمہارا رب وہی ہے جو آسمان و زمین کا رب ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور میں تو اسی بات کا قائل ہوں۔ اس کے بعد بتوں کی شان میں کیا خوب ارشاد ہوتا ہے ماھٰذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون یہ پتلے کیا حقیقت رکھتے ہیں جن کی تم پرستش کرتے ہو۔

جب زبانی تبلیغ ہو چکی اور زبانی جہد سے کام لیا جا چکا تو باطل کے مٹانے کی طرف ہاتھ بھی بڑھا۔ قوم عید منانے شہر سے باہر گئی لیکن آپ کو ان سے اور ان کی دلبستگیوں سے کیا تعلق تھا۔ بلکہ آپ تو اس فرصت میں جو کچھ کرنا چاہتے تھے وہ اور ہی تھا۔ فرماتے ہیں تاللہ لاکیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین۔ خدا کی قسم جب تم تماشا گاہ میں جاؤ گے تو میں ان بتوں کو توڑ ڈالوں گا۔ فجعلھم جذاذاً الا کبیراً لھم لعلھم الیہ یرجعون ان بتوں کے ٹکڑے کر ڈالے صرف ایک بڑے کو چھوڑ دیا تاکہ اس معاملہ سے سبق حاصل کریں قوم نے اپنے خداؤں کو واپس آکر یہ حال دیکھا اور دست تاسف ملنے لگے۔ قالوا من فعل ھٰذا بالھتنا انہ لمن الظٰلمین۔ بولے یہ حال ہمارے بتوں کا کس نے بنایا ہے اس نے یقیناً ہمارے حال پر ظلم کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ دوئی کا مٹانے والا کون ہو سکتا تھا۔ اور سوا ابراہیمؑ کے بت شکنی دوسرا کون کر سکتا تھا۔ قالوا سمعنا فتیً یذکرھم یقال لہٗ ابراھیم کہنے لگے ہم نے ایک جوان کو بتوں کی توہین کرتے ہوئے سنا ہے جس کا نام ابراہیم ہے۔ قالوا فاتوا بہ علیٰ اعین الناس لعلھم یشھدون سبھوں نے کہا ابراہیم کو لوگوں کے سامنے

لے آؤ تاکہ ہم حقیقت حال سے واقف ہوں۔ آپ سامنے لائے گئے تو لوگوں
نے کہا ا انت نعلت هذا یا ابراهیم اے ابراہیم کیا یہ فعل تم نے
ہمارے بتوں کے ساتھ کیا ہے قال بل فعله کبیرهم هذا فاسئلوهم
ان کانوا ینطقون آپ نے کہا مجھ سے کیا سوال ہے یہ تو ان کے بڑے کی طرف
سے ہوا ہے اگر تمہارے یہ بت جواب دے سکیں تو انہیں سے دریافت کرو۔
ثم نکسوا علی رؤسهم لقد علمت ما هؤلاء ینطقون۔ باطل
پرست سرنگوں ہو کر بولے اے ابراہیم تمہیں خوب معلوم ہے جیسا یہ بولتے ہیں یہ موقع تھا
کہ آپ اب پوری طور پر تبلیغ کا حق ادا فرمائیں قال افتعبدون من دون
الله ما لا ینفعکم شیئا ولا یضرکم اف لکم ولما تعبدون
من دون الله افلا تعقلون تم خدا کے سوا ایسے کی پرستش کرتے ہو کہ
جو تمہارا کچھ بھلا برا نہیں کر سکتا۔ میں تو تم سے بھی اور ان سے بھی بیزار ہوں جن
کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو۔ کاش تم کو عقل ہوتی۔

باطل جب سرنگوں ہو جاتا ہے اور باطل پرست جب عاجز آتے ہیں
تو مدمقابل کے لئے اپنا آخری حربہ استعمال کرنے پر اترتے ہیں۔ اور پھر کسی
قسم کی رعایت اور مروت نہیں کرتے یہاں بھی اسی کی تیاری شروع ہو گئی
اور وقت آگیا کہ عشق اپنا خراج طلب کر لے اور عاشق سے وہ مانگے جو اس کی
آخری متاع ہو تاکہ دنیا دیکھ لے کہ دعویٰ بغیر ثبوت کے کوئی حقیقت نہیں رکھتا
اور معلوم ہو جائے کہ اس راہ میں صرف سچوں ہی کا قدم جم سکتا ہے قالوا
احرقوه وانصروا آلهتکم ان کنتم فاعلین قوم نے کہا اس کو
جلاؤ اور اس طرح اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ قالوا ابنوا له بنیانا
فالقوه فی الجحیم۔ ایک بنیاد تعمیر کرو پھر وہاں آگ کے انبار میں پھینک دو۔

قوم کا جو فیصلہ تھا وہی علما ان کا بھی مدعا تھا۔ آگ طیار کی گئی اور منجنیق کے ذریعہ سے حضرت خلیل اس میں ڈالے جانے کے لئے لائے گئے۔ پوری قوم نے اس لئے شرکت کی کہ ان کے خیال میں یہ ایک عبادت تھی یہاں تک کے آذر نے بھی منجنیق کے کھینچنے میں ہاتھ لگایا۔ یہ دیکھکر حضرت ابراہیم ؑ جناب باریتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ الٰہی میرا باپ بھی میرا دشمن ہوگیا ہے دنیا کا قاعدہ ہے کہ مصیبت پڑے پر آدمی اپنے ماں باپ کے پاس شکایت لے جاتے ہیں اور میرے باپ کا حال یہ ہے اے میرے خدا آج میں سب سے بیگانہ ہوں اور تیرے سوا میرا کوئی یگانا نہیں۔

کائنات کا ہر ذرہ امام المتقین کی مدد پر زبان حال سے تیار تھا۔ ہو کو اشارہ ہوتا تو یہی آگ دشمن کے گھروں پر جا برستی۔ پانی کی طرف نگاہ اٹھتی تو آگ کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا۔ اسی اثنا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا اگر آپ کا حکم ہو تو آگ کے انبار کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے حضرت خلیل علیہ السلام نے پوچھا کیا یہ جو تم کہتے ہو خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے جبرئیل ؑ بولے نہیں فرمایا پھر مجھکو کسی کی مدد درکار نہیں میری عرض اس سے ہے جس کا تمام عالم محتاج ہے۔

کافروں کو جو کچھ کرنا تھا کر چکے آپ کو آگ میں پھینک دیا اور اپنے خیال میں سارے جھگڑوں کو چکا دیا۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ عشق الٰہی کی آگ ایک ہی مرتبہ جلا سکتی ہے اور یہ آگ جس کو ایک مرتبہ جلاتی ہے اس کو کوئی آگ بھی پھر جلا نہیں سکتی۔ بلکہ برعکس اس کے ساری آگ اس کے سامنے سرد پڑ جاتی ہے جس کی محبت کی آگ میں حضرت خلیل علیہ السلام جل رہے تھے اب اس کے نگاہ لطف کی ضرورت تھی کیونکہ بیچ میں کسی کا پردہ باقی نہیں رہا تھا اور اس محبت الٰہی کی آگ نے سارے ماسوا کو جلا کر نیست و نابود کر دیا تھا۔ محبوب حقیقی کی زبان سے ارشاد ہوا

یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ۔ جس نے آگ میں جلانے کی خاصیت دی ہے آگ کو ٹھنڈک اور آرام بخانے کا حکم دیا تھا اس میں دیر کیا ہو سکتی تھی ۔ اور اگر انسانوں کی میٹھی بول دل موہ لیتی ہے اور مردوں کے لئے مسیحا بن جاتی ہے اور سنگدل کو موم دل بنا دیتی ہے تو تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ شاہد حقیقی اور مطلوب مطلق کی صدائے سرمدی نے آگ کو گل و گلزار نہ بنا دیا ہو گا ۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ بہر حال وَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ۔ کافروں نے ابراہیم کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں کو نقصان میں ڈالا ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد کی طرف سے تن تنہا اپنی پوری قوم کا خوب مقابلہ کیا اور طرح طرح سے ان کو لاجواب کیا ۔ یہاں تک کہ حاکم وقت کو بھی نیچا دکھایا فَبُہِتَ الَّذِیْ کَفَرَ ۔ کافر مبہوت ہو گئے ۔ اور آپ کے پیغمبرانہ مناظرہ کی تاب نہ لا سکے مگر ایمان نہ لائے ۔

ہجرت ابراہیمی یہ سنت الٰہی ہے کہ جب عشق و محبت کا درس دینے والا کوئی نہ ہو اور کسی قوم و ملک کے لوگ اپنے کان اس سے بند کر لیں تو حدیث عشق بیان کرنے کے لئے ہجرت ختیار کی جاتی ہے حضرت ابراہیم بھی سب کو چھوڑ سکتے تھے لیکن خدا اور اس کی محبت کے راگ کو نہیں چھوڑ سکتے تھے خویش و اقربا جو مذہب عشق کی ۔ ہوتے خویش و اقربا باقی نہیں رہتے تھے وطن جو عشق کی سرگرانی میں لاشئے محض ہے ان سب سے منہ موڑ کر حجاز کی سرزمین میں پہنچے کیونکہ یہیں اس بادکار کو قائم ہونا تھا ۔ جو دنیا کے لئے قبلہ کا رتبہ رکھتی تھی اور جہاں ہر سال تمام دنیا کے لوگ آکر اپنا نام محبت کرنے والوں کے دفتر میں لکھواتے اور جہاں کے

نذا عشق ارکانِ ایمان وعبادت قرار پاتے۔ اس کا نام حج قرار پایا، اور جس طرح آگ ہر چیز کو جلا کر پاک کر دیتی ہے اس کی ادائیگی بھی حاجی کو گناہوں سے پاک کر دیتی ہے ایسی قربانی کا سبق دیا جاتا کہ جس سے بڑی قربانی کوئی اور نہیں ہو سکتی اور جو قیامت تک کے لئے یادگار قرار پاتی۔ پڑھو۔ محبت کی عمارت تعمیر کرتے وقت جو عشق کے معماروں کی زبان سے ادا ہوا واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک و یعلمھم الکتاب والحکمہ وہ رسول کیا ہیں اسی ملت ابراہیم کا کامل درس دینے والے اور وہ کتاب (قرآن) کیا ہے محبت الٰہی کا سبق دینے والی۔ اور پھر یہ ہوا اس بڑی قربانی کے بارے میں قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ۔ اور بیٹے کا جواب بھی سنو اور اسی طرح کے باپ بنو اور اسی طرح کے بیٹے پیدا کرو۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا یاابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصٰبرین۔ اُدھر سے حکم تھا اسلم اِدھر سے جواب دیا جا چکا تھا۔ اسلمت برب العالمین پھر فلما اسلما وتلہ للجبین تک آکر عشق و محبت کی آزمائش ختم ہو گئی۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولله الحمد

خلتِ محبوبیت

(حضرت مولانا صوفی شاہ عبدالقادر صاحب شمس آبادی)

قرآن مجید میں ہے۔ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (مقام ابراہیم کو مصلے بنا لینے سے مقصود ہے من تواضع للہ یرفعہ اللہ جس نے خود کو گرایا اس کو خدا نے اٹھایا جیسا کہ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم سے ثابت ہے اور ان سب سے مراد رفعت حقیقی ہے کیونکہ دعا بغیر تذلل کے قالب بے روح سے کم نہیں۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تذلل و افتقار کی سیڑھی لگا دی جس سے مقام رفیع تک عروج ہو کر تقرب الٰہی حاصل ہو گیا۔ خلت ابراہیمی نے عبدیت کے مدارج طے کرا دئے اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے زینۂ عبودیت سے مقام بلند الوہیت پر اپنے متبعین کو پہونچا دیا اور بنیاد ظاہری خاکی کے ساتھ زینۂ ترقی باطن بھی قائم ہو گیا تھا جس کے ذریعہ سے انہیں خلت کا مقام حاصل ہوا۔

مقام ابراہیم سے مقصود مقام خلت ہے کیونکہ آپ کا لقب مقدس خلیل ہے اور خلیل اسم صفت مشبہ ہے جو خلال سے مشتق ہے اور خلال لغۃً ایک چیز کا ایک چیز کے اندر ایسا داخل کرنا ہے کہ ایک دوسرے سے باہمی خلط ملط پیدا ہو جائے جیسے گیہوں کے دانوں کو چاول کے دانوں کے ساتھ ملا دیا جائے۔ اسی لئے وضو کے اندر انگلیوں کو پانی سے تر کر کے داڑھی کے اندر داخل کرنا خلال ہے کیونکہ انگلیاں اور داڑھی دونوں باہم خلط ملط ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح مقام خلت اس مقام کا نام ہے جہاں صفات عبودیت صفات الوہیت سے باہم خلط ملط پیدا کر لیتی ہیں۔ یہی وہ مقام رفیع ہے جو

محبوبیت کا آخری اور انتہائی زینہ ہے۔ اب اس کے اوپر مقام محبوبیت ہی ہے
یعنی خلت اور محبوبیت کے درمیان میں کوئی شئے واسطہ ہے نہ زینہ۔

حضرت خلیل علیہ السلام جد امجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی عروس اجتباو
اصطفا زینہ بزینہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت خلیل علیہ السلام تک منتہا
ئے مقام محبوبیت تک پہونچ آئی اور قامت محمدی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں محبوبیت
کی تمام خلعت پہنائی گئی

سب انبیاء علیہم السلام نے درجہ بدرجہ تزکیہ اور تصفیہ روح کا کام کیا یہاں تک کہ
حضرت نوح علیہ السلام نے ماسوی اللہ سے اس طرح تعلقات منقطع کئے اور روح
کو کامل کر دیا ایسے فنا میں جملہ تعلقات ماسوے کو غرق کر دیا اور حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے تصفیہ روح کو صفات اللہ سے ملا کر مقام خلت کو قائم فرمادیا
اس کے بعد محبوبیت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اور اگر کچھ تھا تو اسی کا نام حب ہے جس کو
صوفیائے کرام ذات سے تعبیر فرماتے ہیں۔

حضرت کے مقابل میں پانچ سیڑھیاں قائم ہوئیں آخری سیڑھی نزولاً
فوقیت کی ہے اور عروجاً بمرتبہ ذات محبت زینہ محبوبیت کو سمجھنا چاہئے۔ اور محبوبیت
کے اوپر نہ کوئی مقام ہے نہ نشان اور نہ نام۔

سنت غیر مغشوش کپڑا جس رنگ میں غوطہ دیا جاتا ہے وہی رنگ قبول کر لیتا ہے۔
اسی طرح محبوبیت کے مقام پر سنت سے استفادہ کرکے تجرد روح حاصل کرلو
یہاں تک کہ تم محبوبیت میں مستغرق ہوجاؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ کے محبوب ہیں محبوب حقیقی ذات محمدی کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔
لہٰذا آپ محبوب بالذات ہیں اور اگر دوسرا کوئی محبوب ہے بھی تو محبوب بالعرض

جیسے سفید کپڑا بالذات سفید ہے لیکن جب کسی رنگ میں رنگا جاتا ہے تو اس رنگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور پھر اسی رنگ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جیسے سیدنا حضرت محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے شریعت محمدی کی اتباع سے مجلّٰے مصفّٰے اور مزکّٰے مجرد ہو کر محبوبیت کے رنگ سے رنگین ہو گئے اور پھر آپ محبوب سبحانی کے نام سے موسوم ہوئے۔ اس محبوبیت کو محبوبیت بالعرض سمجھنا چاہئے یعنی محبوبیت ذاتیہ محمدیہ صلعم نے آپ کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ اسی طرح واتخذوا من مقام ابراھیم سے امت محمدیہ صلعم کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ فنا فی الرسول یعنی درجہ محبوبیت بحسن اتباع ملت ابراہیم حسن کا دوسرا نام شریعت محمدی بھی ہے حاصل کرو۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حسن لازوال

افریقہ کے گورنر گریگوری نے مسلمانوں کے مقابلہ میں جو جنگ کی اس میں فانی و لازوال حسن کی ایک داستان بھی ہے۔ گریگوری نے جواب میں مسلمان جرنیل کی طرف سے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص گریگوری کا سر کاٹے گا اس کو گورنر کی بیٹی حسین و جمیل لڑکی اور دو ہزار درہم بطور انعام دئے جائیں گے حسن اتفاق کہ یہ قرعہ حضرت زبیر کے نام سے نکلا مگر اس موقع پر جو کچھ آپ نے فرمایا وہ دل پر لکھے جانے کے لائق ہے۔

"میری تلوار کا معاوضہ دنیا کا حسن و خوبصورتی نہیں ہے بلکہ اللہ کی رضا اور محبت ہے، میری تلوار اسلام کی خدمت کے لئے مخصوص ہے اس کا معاوضہ فانی اور فانی خوبصورتی نہیں بلکہ وہ لازوال دولت ہے جس کو کبھی فنا نہیں اور جو اس خوبصورتی کے مقابلہ میں کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ اگر میری تلوار کا معاوضہ خوبصورت لڑکی ہی ہوسکتی ہے تو اس سے بڑھ کر میری تلوار کی توہین نہیں ہوسکتی۔" (اقتباس)

محبوبِ حقیقی کی تلاش

ایک سعید الفطرت ہندو نوجوان آغوش اسلام میں

پنڈت لکشمن سردیپ روڑی ضلع حصار

ایک مدت سے میرے حسرت خانہ دل میں یہ خیال ایک غم پرور احساس کی طرح بسا ہوا تھا۔ کہ میری زندگی کچھ بے کیف اور افسردہ سی ہے گویا لوازم حیات میں کسی شئے کی کمی رہ گئی ہو بعض اوقات تو میں اس کمی کو اس شدت سے محسوس کرتا تھا کہ مجھے اپنے دل کی دنیا تیرو تار معلوم ہونے لگتی تھی اس وقت میں چاہتا تھا کہ کوئی شعلہ روز گار ہستی میرے افق دل پر ایک آفتاب درخشاں کی طرح جلوہ گر ہو جس کے جمال شعلہ بداماں کی تجلیوں سے میرے دل کی دنیا کا ذرہ ذرہ تبسم زار بن جائے جس کی یاد میں ڈوب کر میں دنیا کے غم والم کو فراموش کردوں جس کی سحر کار ہستی میں میرے لئے ہزاروں سامان کشش موجود ہوں جس کے آتشین رخساروں میں صدہا موسم بہار کے صبحوں کی درخشانیاں رقصاں ہوں جس کے تبسم ناز سے ابدی محبت کے سرچشمے بہتے ہوں جس کی گلپاش نگاہوں سے خزاں ستان دل میں بہارستان کی رنگینیاں کھیلنے لگتی ہوں جس کے وفا پرست دل کی تلاشی لینے پر بھی میری محبت کی پرستاری کے جذبات کے سوا اور کچھ نہ نکلے میرے لئے لٹ جانا جس کی دولت ہو اور میرے لئے مرنا جس کی زندگی ہو۔

نہ معلوم میں نے کتنے دن وہ دن جو فخر روزگار تھے اور کتنی راتیں وہ راتیں جو گردش لیل و نہار میں ایک ممتاز پایہ رکھتی تھیں اسی ایک دھن میں صرف کردیں مگر آہ میری تمنائیں عروس کامرانی سے ہمکنار نہ ہوئیں! میرا ساز حیات تشنۂ مضراب

ہی رہا۔ میری نگاہیں بار بار۔ انھیں مگر وہ جلوہ جس کے لئے تمنائیں بیتاب تھیں کہیں نہ ملا! میرے بازو میری اپنی ہی گردن میں حمائل ہو کر رہ گئے۔ ایسی کوئی پیکر نازہستی زینت آغوش نہ ہوئی جس کے کیف وصال کے فردوس آفریں چھینٹے میرے تشنہ کام محبت دل کے لئے پیام ساغر و پیمانہ بن سکتے!

طائر وقت اپنے تیز رفتار پروں سے اڑتا رہا سورج طلوع ہوتا اور غروب ہوتا رہا۔ چاندنی چھٹکتی اور چھپتی رہی، بہاریں آتی اور جاتی رہیں مگر دل کو کبھی چین نصیب نہ ہوا میری بے تابیوں میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی آخر زمانہ کی ایک مستانہ کروٹ کے ساتھ رت بدل گئی۔ خزاں کی جگہ بہار آگئی۔ صحراؤں کی جگہ چمن آباد ہو گئے تمناؤں کی اجڑی ہوئی محفل میں شمع امید روشن ہو گئی۔ میری زندگی کا ایک ورق الٹا اور میں نے حسن و نور کا وہ پیکر مجسم دیکھا جس کا مجھے ایک مدت سے پوری مفتونیت سے انتظار تھا۔ اس ساقی وحدت کے جنون فروش نگاہوں نے بھی مجھے دعوت مدہوشی دی اور میں نے اس کے عشق کا جام آتشیں پی لیا وہ جام آتشیں جو افسردہ دلوں میں حیات نو کا شعلہ پھونک دیتا ہے جو جوانی کو برقرار رکھتا ہے۔ ادراک کی خامی کو دور کرتا ہے۔ دماغ کو بلند پرواز بناتا ہے۔ آئینہ دل پر جلا کا کام کرتا ہے اور انسان کی روح کو خواب غفلت سے بیدار کر دیتا ہے!

جس خوش نصیب کی قسمت میں اس عشق کا جام آتشیں پینا لکھا ہے وہ فنا کا جام نہیں پیتا!۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خدائے واحد کے پرستار کی دعا

(آقائے مرتضیٰ احمد خان میکش)

خدائے واحد سوائے تیرے کسی کے آگے نہ سر جھکاؤں
تجھی سے اپنی مراد مانگوں تجھی کو میں حال دل سناؤں

فضائیں معمور تیرے دم سے ہو عالم حق و راستی کی
وہ زور بازو مجھے عطا کر کہ قصرِ باطل کے سب گراؤں

نظام عالم بگڑ چکا ہے سپہرِ چرخِ کہن کے نیچے
تری نوازش جو دے اجازت تو اپنی دنیا نئی بناؤں

تڑپ رہا ہوں میں تشنگی سے جہانِ بے مہر و کینہ خو میں
پلا مجھے بادۂ محبت کہ دل سے نقشِ دوئی مٹاؤں

مجاز و باطل کے بت کدوں کو جلا دوں سوزِ فغاں سے
صدائے پردرد سے جہانِ عمل کو میں خواب سے جگاؤں

کلام پاک کی حلاوت

قطعہ

جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل

مرحبا تحریکِ قرآنی [illegible] مرحبا — مرحبا اے کشفِ [illegible] مرحبا

تشنہ کاموں کو کیا سیراب تو نے حیدرآباد — ساقیِ جامِ حیاتِ جاودانی مرحبا

موجبِ فضل و عطا تحریکِ قرآنی ہے آج — آسماں سے بارشِ فیضانِ رحمانی ہے آج

تیرگی کو دخل کیا اُس [illegible] روشن ہیں جلیل — ضوفشاں گھر گھر چراغِ نورِ یزدانی ہے آج

دو جہاں کی برکتیں تعلیمِ قرآنی میں ہیں — دو جہاں کی منزلیں ارشادِ ربانی میں ہیں

دین و دنیا کی سعادت جس کو لینا ہو وہ آئے — دو جہاں کی نعمتیں آیاتِ قرآنی میں ہیں

عقلِ بقراط و فلاطوں گم ہوا اک حیرت میں — [illegible]

پا گئے ہیں جو حلاوت اس کلامِ پاک کی — [illegible]

ترجمان القرآن کا نیا انتظام

الحمدللہ ترجمان القرآن کی نصف اول ششماہی ختم ہوئی اگر خدا کو منظور رہے تو آئندہ ماہ سے اس کا انتظام مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سابق اڈیٹر الجمعیۃ کو سپرد کیا جائے گا جس میں قرآنی مقاصد کے لئے بہترین مضامین فراہم ہوں گے ساتھ ہی سائز بھی بدلا جائیگا۔ رائل سائز کے ۶۴ صفحات پیش کئے جائیں گے۔ ٹائٹل اور کاغذ بھی اعلیٰ ہوگا اور کتابت و طباعت میں بھی مزید ترقی ہوگی۔ اس سلسلہ میں ناظرین کرام پر بھی جو فرض عاید ہوتا ہے اس کے کہنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جو بات خود اپنی طرف سے ہوتی ہے اس کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

فقیر ابو محمد مصلح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانوں کی آئندہ نسل اور قرآن مجید کا مسئلہ نہایت اہم ہے
جس کو الحمد للہ! عالمگیر تحریک قرآن نے مشتہرہ قرآن
مجید کی مجلدات کو شائع کرکے ایک حد تک اپنے حصہ کا کام پورا
کردیا ہے اب آپ کا فرض ہے کہ اس کی خصوصیات کو معلوم کریں اور ہر
ممکن طریقہ پر اس کو رواج دینے کی کوشش فرمائیں۔

آپ اور آپ کی اولاد کو ان مجلدات کی کیوں ضرورت ہے

۱۔ اس کی تعلیم و تلاوت سے ترجمہ و تفسیر کے علاوہ لفظ بلفظ عربی معنے
بھی یاد ہوجاتے ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ عربی زبان سے
واقف ہوکر پڑھنے والا دیگر تراجم سے مستغنی ہوجاتا ہے۔

۲۔ ساڑھے تیرہ سو برس کے اندر یہ پہلی چیز ہے جو
بچوں کی لیاقت کا خیال کرکے طیار کی گئی ہے۔

۳۔ اس ترجمہ و تفسیر کی اشاعت تجارتی نہیں بلکہ
تبلیغی اصول پر کی گئی ہے یہی سبب ہے کہ اس کا
ہدیہ ہر ترجمہ و تفسیر سے بہت ہی کم ہے۔

معنی دار قرآن مجید
مع
بچوں کی تفسیر
۸ روپے

معنی دار پارہ عم
مع
بچوں کی تفسیر
۱۰ آنے

قرآن مجید کا آخری پارہ
مع
انگریزی ترجمہ
۱۲ آنے

ملنے کا پتہ

علاوہ دیگر کتب فروشوں کے

ابو محمد مصلح۔ دفتر عالمگیر تحریک قرآن حیدرآباد دکن

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس